

۶۸۶
۱۹۱۹ء
دیوان غالب

شخ دیوان غالب

مقدمہ فضیل بھٹائی شاعر کا کلام غالب

سید فضل محمد حسن مولانی بی بی

صاحب ایڈیٹر اردو معالی علی گڑھ
جسکو

احقر العباد محمد حسن نے اپنے

انوار اطالع لکھ رکھتے ہیں طبعیت میں چھاپکر

شائع کیا

قیمت ۱۰ روپے

٢٩١٥٢٤١
٩٣ ١١ ٤

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U6890

سبب قاتل
کے نام

ویسا چہ طبع اول

لیف جس زمانے میں راقم الحروف علی گڑھ کالج میں تعلیم پاتا تھا وہاں اردو کی سب سے ایک مفید علمی انجمن قائم تھی جس میں کالج کے باہر کے طالب علم خدمت علی سہیل اور استاد اردو کے کلام پر خصوصاً مضمین لکھا کرتے تھے۔ ان دنوں کے اکثر حضار ایسے ہی تھے جو بیکجا شوق و زندہ دلی جیسا کہ انجمن میں وقت مقرر سے پہلے پہنچ جاتے تھے اور آواز بلند تنک ٹانک کے شکر اور نازک اشعار کے معانی و مطالب کی نسبت بحث ہوا کرتی تھی چنانچہ انہوں کو بھی دل دیوان غالب خیالی سی ٹیلے سے پیدا ہوا۔ اگرچہ یہ لوگ چند و چند اس انجمن کا درجہ قائم نہ رہ سکا اور اکثر اجاب کا زمانہ قیام کالج ہی ختم ہو گیا مگر غرض کہ وہ محفل ہی ہر قسم ہو گئی لیکن راقم کے دل میں شجرہ دیوان غالب کا خیال قائم رہا اور کچھ دنوں میں پورے دیوان کی شرح تیار ہو گئی۔

شکریہ احباب | ۱۹۱۱ء میں انجمن یاروٹے محلے کے بعض راکین کالج میں اتفاقاً طور پر بھر جمع ہو گئے اور کبھی کبھی ستر جن کا بھی چیرا ہونے لگا۔ اہم حروف نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور شام کی نشستوں میں اپنی تحریر کردہ شرح بھی سننا شروع کی اور اکثر موقوفوں پر اپنے تھرم و دستوں بشکاف خاشی شمس الضحیٰ علیہ السلام آکر بی۔ اے۔ پروفیسر ظریف محمد صاحب ایم۔ اے۔ حاجی محمد خاں صاحب بی۔ اے۔ محمد حامد صاحب بی۔ اے۔ ڈپٹی کلکٹر ٹرانس میئر محمد اکرم صاحب بی۔ اے۔ ڈپٹی کلکٹر سیو کے مشورہ صاحب ورننگ مینی درست سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا اور اسی زمانے سے اس مجموعے کی اشاعت کا بھی خیال پیدا ہوا۔ بعض اجاب کی بدولت قلمی کہ پہلے دیوان ہونے کے بعد شرح لیکن راقم نے بلحاظ آسانی ناظرین اس طریق کو ترجیح دی کہ ہر غزل کے بعد اس کے شکر اشعار کا مطلب درج کر دیا جائے تاکہ بار بار بارورق اسٹلنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔

اولے مطالب اشعار میں سب سے زیادہ لحاظ اختصار اور سادگی کا رکھا گیا ہے یعنی جہاں تک ہو سکا ہے شعر کا صرف ایک غور و مختصر عبارت میں صاف صاف لکھ دیا ہے مشکل الفاظ کے لغوی معنی علیحدہ لکھنے کے بجائے اشعار کی شرح کے ضمن میں اس طور پر دیا کرے ہے کہ محفل لے انوس کہ آپ نے ایل ایل۔ بی ہو کر بمقام گورکھ پور انتقال کیا۔

۱۹۱۵ء میں اور حاجی محمد خاں صاحب نے انتقال کیا۔

اس سے جو بخود واضح ہو جائیں بہتہ یوں کے لیے یہ اختصار شاید مناسب نہ
ہے محض مبتدیوں کے خیال سے کتاب کی طوالت کو جائز نہ رکھا۔

شکوہ شارحین | دیوان غالب کی کئی شریں پہلے متعلقہ موجود ہیں مثلاً ان حضرت
شکوہ میر تقی کی شرح جس میں بعض بعض اشعار کے ساتھ ساتھ بعض بیان کر کے داد تحقیق دی گئی اور
لیکن راقم حروف اپنے تصور نظم کے باعث اسے ان دقیق مطالب کے سمجھنے اور ان سے فائدہ
اٹھانے سے محروم رہا (۳) و لائق مہر احرار حضرت دارالرحیم راہروی جو درحقیقت بعض نونوں اور
اور اشعاروں کا مجموعہ ہے جن کی مدد سے غالب و آقاسی کا اردو شعر سمجھنے کا تھا۔ یہ اشعار اگرچہ
ناکمل ہیں لیکن ان کے مفید ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ جن دو چار مقاموں پر اس کتاب سے مدد
ملی ہے وہاں اس کا اظہار کروایا گیا ہے (۴) یادگار غالب میں ہر لفظ کا تفسیر سے زیادہ مشکل
اشعار کے معنی نہیں لکھے ہیں۔ لیکن جو کچھ لکھا ہے بہت خوب لکھا ہے پچانوچہ بعض اشعار کا مطلب
بچہ نقل کر کے اس کا حوالہ دیدیا گیا ہے۔ (۵) شیخ دیوان غالب راہروی مجدد صاحب طہا طہانی
لکھنوی یہ شرح سبب شریں سے بہتر ہے۔ راقم چونکہ اس وقت علی ہیکہ دیوان کی شرح چھپ
چکی تھی تاہم تصدیق غالب کی شریں میں اس سے بہت کچھ مدد ملی جس کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔

دیباچہ طبع ثانی | طبع اول میں بعض اشعار کی شرح بہت مختصر اور اس لیے بہم نہ لگی تھی۔ ۱۲۱
اوشن میں حتی الامکان یہ نقص رفع کروایا گیا ہے۔ علاوہ میں جن بعض اشعار کا مفہوم ہی مولف
ذہن میں غلط آیا تھا ان کے صحیح مطالب خود مزید کے بعد از مرزو خیری کے لکھے گئے ہیں۔

اس باب میں مولوی محمد علی مجدد صاحب طہا طہانی کی شرح دیوان غالب کے علاوہ بعض
اجاب خصوصاً غرق صاحب دیوانہ گو رکھجوری سے بھی قابل فائدہ ملی جنہوں نے ایک خاص تصیری
مضمون کے ذریعہ سے مزین شرح و نظر ثانی کی جانب خصوصیت ساتھ توجہ دلا کر راقم حروف کو ممنون ادا کیا

دیباچہ طبع ثالث | طبع اول میں کتاب کی تقطیع ۲۰x۳۰ پچوٹی تھی اور طبع ثانی میں ۲۰x۲۶ اور
اب طبع ثالث میں ۲۰x۲۲ کی متوسط تقطیع قرار دی گئی ہے اور آئندہ بھی قائم رہیگی اشعار کے مطالب
کا ایک تصنیف تیمم و توضیح کے ساتھ دوم دوم میں اور کوئی فرق نہیں ہو فقط حضرت مولانا علی گڑھ ۱۶ اگست ۱۹۱۱ء

ایچ جی ارمہ۔ اشعار کے مطالب میں باجی خف تیمم و توضیح مزید کے ساتھ طبع سوم و چہارم میں کوئی فرق نہیں ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبب قاتل
کے نام

مقتل
CHECKED 2002

غالب کا حال

شام و خانہ داران | میرزا احمد ایڈم خان نام غالب تخلص المعروف پیرزا نوشہ افغانی طلبہ
بحمد الدولہ دبیر الملک نظام جنگ (از جانب بہادر شاہ ظفر) اردو میں کبھی استبدادی تخلص کرتے
تھے مرزا کے تباہ و اجداد ایک قوم کے ترک تھے پناہ چاہا کرتے تھے بخود دیکھتے ہیں

ایسی کم از جماعت احوال	وہ تھامی تو مات اور پینہ دیم
خج آہا کس ماکنا و رز نیست	بہر زبان دوا دوا تھے خد قدیم

میرزا کے دادا سمرقند سے آکر شاہ عالم کے عہد میں تاج میں تو گر توستہ تھے اور میرزا کے
والد عبداللہ بیگ افغان پہلے گنہگار میں نو اب آصف اللہ کے ہاں نوکر ہوئے اسکے بعد حیدر آباد
میں ... ہوئی جمعیت سے بھی بریں تک ملازم رہے آخر میں آٹھ لاکھ روپے ایک سالہ عرصے پر
پورسٹن کی انتظامیہ میں لگے گوئی کی آواز تھا کہ کی ہو سکے ہندوستان میں اندر کا کھانا ملے
پیشہ سپاہ گری رہا اور اس سے پہلے بھی تھا بعد کیا کہ انہوں نے خود لکھا ہے

سوا شہد سے بہت پرشہ آہا سپاہ گری	اکو شاعری اور بیاد عورت خاص تھی
----------------------------------	---------------------------------

میرزا عبداللہ بیگ خان کی افغانی کینہ ان خواہر عظمیٰ حسین خان رئیس اگرہ کی بیٹی سے ہوئی
تھی پناہ میرزا ماہ و جب ۱۲۱۲ھ میں اگرہ سے ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش و تعلیم پائی
تعلیم | شیخ معظم اس زمانے میں اگرہ کے نامی مسلمانوں میں سے تھے میرزا نے ابتدائی تعلیم
سے طبرہ پائی لیکن جن لوگوں کا خیال ہے کہ میرزا میان نظیر اکبر آبادی کے شاگرد تھے
ممکن ہے کہ یہ روایت بھی صحیح ہو کیوں کہ میان نظیر بھی اگرہ سے کے شہور معلم تھے لیکن یہ
شاگردی صرف ابتدائی درسی کتابوں تک محدود تھی ورنہ شاعری کے باب میں میرزا کو میدان

کے سوانہ شیخ معظم سے تلمذ تھانہ میان نظیر سے اور یہی حال فارسی کا بھی ہے کہ کہنے کو میرزا
نے دو سال تک مجد الصمد ایرانی سے فارسی زبان سیکھی ورنہ درحقیقت اس زبان سے
ان کو قدرتی مناسبت تھی۔ ملا مجد الصمد جن کا آتش پرستی کے زمانے میں ہر مرد نام تھا عربی
کے بھی فاضل تھے لیکن مرزا نے عربی صرف و نحو کے سوا اور کچھ اُستاد سے نہیں پڑھا تھا
البتہ اپنی فطری قابلیت سے انھوں نے وہ کچھ حاصل کر لیا تھا کہ مولانا فضل حق خیر آبادی
مرحوم سے جید عالم کے رو بہ و ہر قسم کے علمی مباحثوں اور تذکروں میں بھی شریک رہتے تھے
اور اس سلسلے سے گفتگو کرتے تھے کہ مولانا نے مرحوم کو باوجود کوشش، مرزا کا مبالغہ علم
دریافت سے ہوسکا۔

جلیبہ [عنوان شباب میں مرزا شہر کے نہایت حسین و خوش روجوانوں میں شمار کیے جاتے
تھے اور بڑے چلپے میں بھی ان کے چہرے اور قد و قامت سے حسن و خوبصورتی کے آثار
نمایاں طور پر نظر آتے تھے اور اس حالت میں بھی وہ ایک نودار و تورا فی معلوم ہوتے۔
مسکن ۱۲۵۷ء میں مرزا کی شادی نواب الہی بخش خاں معروف کے ہاں ہو گئی اور اس تقریب
سے رفتہ رفتہ انھوں نے اگرے کو چھوڑ کر دہلی کی سکونت اختیار کر لی اور پھر آخر عمر تک وہیں
رہے لیکن دارستہ مزاجی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ کراچی کے مکان میں رہے۔ کبھی کوئی مکان پاؤں
لے نہیں خریدے، اسی سبب مطالعے کے لیے بھی باوجود یکہ ساری عمر تصنیف کے شغل میں
لگدنگی بھی کوئی کتاب اتیں خریدی ہمیشہ کراچی کے مکان میں منگوائے رہتے تھے۔

معاش میرزا کے چچا نصر اللہ بیگ خاں اگر نئی فوج میں رسالدار تھے اور ان کے
نام نواح اگرہ میں دو پرگنہ مقرر ہو گئے تھے ان کے بعد سرکار نے ان کے وارثوں کی
پیشین فیروز پور جبرو کو گئی ریاست سے مقرر کرادیں جس میں سے ۵۰ سالانہ مرزا کو قدرتی
تذکرہ مالک فتح پوری کے بعد تین برس تک یہ پیش قلمی کے تعلقات کی وجہ سے ہندوستانی علاوہ برین
ہما در شاہ کی طرف سے جو بچاس روپے ماہوار خاندان تیموری کی تالیف نویسی کے عوض میں
ملتے تھے ان کا ملکہ بھی موقوف ہو گیا۔ غرض کہ دو سال مرزا نے بہت عسرت کی حالت میں
سہری کی۔ مگر دو سال کے بعد نواب یوسف علی خاں مرحوم رئیس رام پور نے سورج پور ہماوار

ہمیشہ کے لیے مقرر کر دیا جو نواب کلب علی خاں مرحوم نے بھی بدستور مرزا کے آخر دم تک جاری رکھا اور غدر سے تین برس بعد جب میرزا ہر ایک الزام سے بری ثابت ہوئے۔ تو سرکاری پنشن بھی جاری ہو گئی تاہم ان کو کبھی وہ فاسخ الہامی نصیب نہ ہوئی جو ان کے خاندان اور کمال کے شایاں تھی۔ لیکن مرزا کبھی اس کے لیے دل تنگ نہ ہوتے تھے۔

اولاد و شاگردا ابتدا میں مرزا کے سات بیٹے ہوئے مگر کوئی زندہ نہیں رہا۔ غدر سے چند سال قبل جیسا ان کی بی بی کے بھانجے زین العابدین خان عارف کا انتقال ہو گیا تو میرزا نے ان کے دینیوں کو اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا۔ وہ ان کو حقیقی اولاد سے بھی کچھ بڑھ کر عزیز رکھتے تھے مگر مرزا کے جد و نون جوان عمر میں فوت ہو گئے۔

عارف سے مرزا صاحب کو غایت درجہ کا تعلق تھا کیونکہ قرابت کے علاوہ مرزا کے شاگردوں میں وہ نہایت خوش فکر اور سنی یاب طبیعت رکھتے تھے اور باوجود پرگوئی کے نہایت خوش گو تھے انہیں کے مرنے پر میرزا نے وہ مشہور اور دردناک غزل لکھی ہے جس کا ایک شعر یہ ہے ہاں لے فلک میر جان تھا ابھی عارف کیا تیرا بڑا جو نہ مرنے کوئی دن اور عارف کے علاوہ میرزا کے اور بھی کئی شاگرد مشہور و معروف ہیں مثلاً۔

(۱) نواب ضیاء الدین خاں جو فارسی میں تیرا اور اردو میں رخشاں متخلص کرتے تھے۔

(۲) مفتی ہرگو بال تفتہ اکبر آبادی جن سے فارسی کے چار ضخیم دیوان یادگار ہیں۔

(۳) مرزا قربان علی بیگ سالک جن کا کلیات چھپ گیا ہے اور قابل دید ہے۔

(۴) میر محمد حسین مجروح جن کا دیوان شائع ہو چکا ہے اور جن کے نام عود مہندی میں مرزا کے اکثر خطوط درج ہیں۔

(۵) خواجہ الطاف حسین حالی جن کے تصنیفات مشہور ہیں۔ راقم نے مرزا کے حالات زیادہ تر انہیں کی کتاب یادگار غالب سے منتخب کر کے لکھے ہیں۔

(۶) نواب علاؤ الدین خاں ملانی (۷) مخدوم کریم خاں زکی (۸) مولوی محمد اسماعیل صاحب علی گونڈہ پشاور

حافظ خان مخدوم شہیر عاشق حسین عاشق میاں داؤد خاں سلیم نواب شہاب الدین خاں شاقب

سلہ آخر سلسلہ میں آپ نے بھی انتقال فرمایا۔ (اللہ دانا! یہ راجوں حشر)

قرالین خان راظم عزیزہ لکھتے ہیں۔ ادیب مہتمم و محقق شائق ادب طالب بھی قابل ذکر ہیں۔

تصنیفات - امرز کے تصانیف میں سے تقریباً کل پینس چھپ کر شائع ہو چکی ہیں مثلاً

(۱) دیوان اردو میں کوہ لانا افضل حق غیر آبادی کی رسل سے مرز لسل اپنے بیٹے دیوان کے منتخب کر کے چھپوایا ہے۔

(۲) خود ہندی (۱۳۲۰ء) سے لے کر اب تک دو نون کتبوں میں مرزا کے خطوط میں جن کی نسبت

ہر حال میں یہ کہنا صحیح ہے کہ موجودہ اردو انشائیہ لاری کی بنا ان سے لے کر اب تک کے مدد و اکیلا

شرف نفس ہندی (۱۳۲۰ء) تا طبع برہان اور اس کے جواب الجواب قس طبع برہان میں مرزا

نے برہان قاطع کی غلطیاں نکالی ہیں اس کتاب کی جھن کو گون و مفت محتات کی مثلاً

مولوی احمد علی پور فیض مدد سے نکلی گئی اور حافظ البرہان اور حافظ عبد الرحیم میر علی نے سا طبع

برہان کی آٹھ دو نون کتبوں کا جواب میرزا نے تیج تیر اور نامہ غالب میں دیا۔ (۱۳۲۰ء)

تیج تیر (۱۳۲۰ء) ہر تیر یعنی خاندان تیمور کا نامکمل تاریخ ہمایوں کے حالات تک۔ (۱۳۲۰ء)

تسنبہ حالات غازی (۱۳۲۰ء) مگر تیج تیر یعنی انتخاب دیوان اردو فارسی میں سے ہم نے

چند ایسے اشعار جو مطلوبہ دیوان میں نہیں ہیں اس کتاب کے آخر میں نقل کر دیے ہیں

ان تصانیف میں اور سب میں وغیرہ متفرق رسلے۔

اخلاق و عادات - امرز کے اخلاق و عادات کی نسبت یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ان کی

ذات اس کے زمانے کے شرما کی وضع و صفات کو بہترین نمونہ تھی۔

ریس ان اخلاق ایسے تھے کہ ہر مذہب اور ملت میں ان کے بے شمار فائز و دوست ہو جوتے

تھے اور بیماری کی حالت میں بھی وہ اپنے دوستوں کے خطوط کے جواب اور عزتوں کی

اعلان سے باز نہ آتے تھے۔

فران جو صلی کلید عالم تھا کہ سائل ان کے دروازے سے خالی ہاتھ بہت کم جاتا تھا۔

وہ غریبوں اور محتاجوں کی مدد میں بساط سے زیادہ کرتے تھے۔ اس لیے اگر شک رہتے

تھے۔ خود داری کی کیفیت تھی کہ بازار میں بغیر بالی یا ہزارہ کے نہیں نکلتے تھے اور عامہ شہر

میں سے جو لوگ ان کے مکان پر نہیں آتے تھے وہ بھی بھی ان کے مکان پر نہیں جاتے

تھے۔ اور یہ تھے تو جام طلوع پر مشہور ہے کہ جیب دہلی کالج کی پروفیسری کے لیے مرزا صاحب
لائے گئے تو صرف اس بات پر واپس چلے آئے کہ مرزا شیخ جو مالک بھری و شمالی
کے قسطنطنیہ گورنر بھی رہ چکے تھے ان کے استقبالیہ کو نہیں آئے۔

ان سفارت کے علاوہ مرزا بہت سی سپن راست گفاری مرزا جان مرزا اور
غیر متعصب تھے چنانچہ کسی کو ان کے اعلیٰ مذہب کی بابت سوال اس کے اور کچھ نہ معلوم
ہو کہ ان کو اہل بیت و ممالک سے بے انتہا عشق تھا اور پس غالب مرزا شیخ قسطنطنیہ
لیکن مولانا خضر الدین قدس القیام کے خاندان کے مرید بھی تھے اور امتحان کے
بعد نواب ضیاء الدین خان مرحوم سے گچیز فکھین کے تمام مراسم اہل سنت کے موافق
ادا کئے۔

باوصف ان خوبیوں کے پرہیزگار آندادہ روی و زندانہ مرزا بی مرزا کے فضل شرا
اور اس کے متعلق بہت سی حکایتوں اور لطیفوں کا تذکرہ آب حیات آزاوہ اور یادگار
غالب میں موجود ہے۔

علاوہ بریں مرزا کو شہر بن اور چوسر کھینے کی بہت عادت تھی۔ اور چوسر جب کبھی
کھیلے تھے برائے نام کچھ بازی بد کر لیا کرتے تھے۔ اسی چوسر کی بدولت ۱۲۶۷ھ میں
کوئٹہ شہر کی پوششی سے مرزا کو کچھ دنوں قید کی بھی سختی اٹھانی پڑی۔

شعر و سخن کے باب میں مرزا کو اپنے کمال فن پر بہت کچھ ناز تھا اور بچا بخت۔ وہ
خضر واد فغنی کے سوا ہندی شعرا میں سے کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے چنانچہ جس زمانہ
میں کہ مرزا اپنی نیشن کے بارے میں استغاثہ پیش کرنے لگتے تھے یہیں اور وہاں کے
بعض لوگوں نے ان کے اشعار پر اعتراض کر کے مرزا قلیل کا قول سنہ پیش کیا ہے تو
تو آپ نے جواب میں مثنوی باوجود الفاظ گچی جس کے دو چار شعر یہ ہیں۔

اے تماشناں شرف نگاہ	ہاں بگوئے حسرتہ لکنا
دامن امانت گنم چو گوند ہا	طالب و غری و نظری را
خامہ روح و روانی معنی را	ان ظہور ہی جہاں معنی را

فتمتہ گفتگوئے ایٹانم	مست لائے ہوئے ایٹانم
آن کہ سٹ کردہ این واقف را	پر شناسد قتل واقف را

لیکن اس آن بان کے ساتھ انصاف کو بھی کبھی ہاتھ سے نہ دیتے تھے۔ چنانچہ شیخ ابراہیم ذوقی جن کی نسبت مشہور ہے کہ مرزا کو آن سے چٹکتی ایک روز کسی نے مرزا کے ساتھ ان کا یہ شعر پڑھا۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائینگے	مر کے بھی یمن نہ پایا تو کہ مر جائینگے
--	--

مرزا شطرنج کھیل رہے تھے اس شعر کو سن کر شطرنج چھوڑ دی، بار بار اس کو پڑھواتے سنے اور سر قہقہے تھے۔ اسی طرح موتن کا یہ شعر

تم مرے پاس ہو ستر ہو گویا	جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا
---------------------------	-------------------------

سن کر گماہ کاش موتن خاں میرا سارا دیوان لے لیتا اور صرف یہ شعر مجھ کو دے دیتا اس بیان سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ سخن سنجی کی طرح سخن نہیں میں بھی مرزا کی کتابے روزگار تھے۔ سلامتی طبع، فصاحت نظر اور حق پسندی میں بھی ایسا جواب نہ رکھتے تھے۔ کبھی کسی کو بیجا داد دی اور نہ کبھی قابل داد کلام سے ستایش جائز کو دینے لگا۔

خاتمہ مرزا نے ۳۷ برس چار مہینے کی عمر میں ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء کی ۵ افسری کو انتقال لیا اور درگاہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا قدس سترہ میں دفن ہوئے۔

ان اللہ دانا الیہ راجعون۔ مرنے سے پہلے انھوں نے اپنی تاریخ وفات ”غالب مرو“ لکھی تھی لیکن مرزا کا انتقال آٹھ سال بعد ہوا اور اکثر لوگوں نے ”آہ غالب مرو“ سے تاریخ نکالی۔ مرزا کو پیر دی عوام سے سخت نفرت تھی چنانچہ اس کے بدل کر غالب مخلص رکھنے کی وجہ بھی یہی بیان کی جاتی ہے کہ اُس زمانے میں اس کی معمولی شاو کا مخلص بھی نکل آیا تھا۔ اور اپنے پیش کردہ مادہ تاریخ کے غلط ہونے کی توجیہ بھی مرزا نے اس اظہار پر کی کہ ۱۲۸۶ھ میں میں اس لیے نہ مرا کہ اس سال وہاں عام بھی اور مھب کو عوام کے ساتھ مرنا منظور نہ تھا۔ فقط

مرزا کی شاعری

میر تقی میر نے جو مرزا کے ہم وطن تھے اُن کے دشمن کے اشعار سن کر یہ کہا تھا کہ
”اگر اس لڑکے کو کوئی استاد کامل مل گیا اور اس نے اس کو سیدھے رستے پر ڈال دیا
تو لا جواب شاعر بن جایگا ورنہ اہمل بنے لگے گا“

اس قول سے معلوم ہو سکتا ہے کہ میر صاحب کی نظر تنقید سخن کے باب میں کتنی گہری
اور سچی تھی حقیقت میں مرزا نے کچھ تو اپنی فطری ذکاوت اور دشوار پسندی کی بنا پر اور
کچھ فارسی کی طبیعت مناسبت اور ملا جلا صمد کی تعلیم کے اثر سے اجتہاد میں وہ جو سیدل
کاسارنگ اختیار کیا تھا اگر اسی پر قائم رہتے اور سلامت طبع یا بعض معجزات
دجائب کی مکتہ چینی تبسلی رنگ سخن کا باعث نہ ہو جاتی تو اس میں کچھ شبہ نہیں
ہے کہ اُن کا کلام قابل سمجھا جاتا اور عوام کی طسوع خواص میں بھی مقبول نہ ہوتا۔
لیکن مرزا کی قیمت میں چونکہ ایک عظیم المثال اور کامل شاعر ہونا لکھا تھا اس لیے
یہ امانت ذہن سلیم طبع اثر پذیر اُن کے کلام سے انکال اور پیچیدگی عجیب بتدریج کم ہو کر
ہنر کے درجے کو بچھوٹا گیا۔

ابتداء فی رنگ سخن ملاحظہ ہو

کہ ہے سرخیہ مرزاگان آہو پشت خار اپنا
جادہ اجڑے دو عالم وشت کا تیرازہ تھا
یاں جادہ کجی فقیہ ہے لائے کے دروغ کا
جرج واکر تا ہے ماہ نوے آغوش مداع
طوطی کو شش جہت سے مقابل ہو آئینہ
آئینہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہے

استہم وہ جنوں جولان گداسے مرزا ہیں
ایک قدم وشت سیریں دفتر امکاں کھلا
ایک ذرہ زمین نہیں بے کار باغ کا
جادوہ رور کو وقت شام ہے تار شاعر
از مہتابہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ
حسن بے پروا خریدار شاعر جلوہ ہے

ان اشعار میں انکال مضمون کے علاوہ الفاظ بھی اس قدر غریب اور قلیل آئے ہیں
جن کی کوئی شخص تعریف نہیں کر سکتا۔

ایں ہسیا کہ ہم نے پہلے بیان کیا رزاقی شاعری سے مل وچھپ چکا تھا کیا یہ عجیب رفت
 طر کم ہوتا گیا۔ چنانچہ ان کے ہمارے گھر میں ان کی رگت کی شکایت بل اعتراض نہیں
 ہے بلکہ بعض بعض سو قہوں پر ہمارے الفاظ اور ترکیبوں کو اردو کے ساتھ اس پر ہوتا
 اور ہنر کے ساتھ ملا ہے کہ اس کی داد نہ دینا سہل ہے۔ علامہ -

پیش کش میری وقف کش ہر تار بہتر ہے	ہر اسیر کا دل ہے سرائے بار بہتر ہے
عمر شکر بھر چرخ ادا وہ نور العین داسین ہے	دل ہے دست و پا ادا وہ بد نور دار بہتر ہے
خوشا اقبال درخوری عبادت کو تم کے ہو	فرخ شمع یا اس طالع بیدار بہتر ہے
ہے آرمیدگی میں نکو بخش بجا بگے	مچھ و مل ہے خندہ دہانہ اس مہا بگے
شکستہ کی نے نقش سوید کیا درست	ظاہر ہو اگر داغ کا سہرا یہ دو دھت

یہاں پر پیشکش درست کیا۔ فارسی محاورے کا ترجمہ ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ مرزا نے اس کے
 ترجمے کو اردو شعر میں کس طرح گوارا بنا دیا ہے۔ اس قسم کے ترجموں کی متعدد مثالیں
 مرزا کے کلام سے مل سکتی ہیں جو قابل اعتراض نہیں ہیں لیکن مستحق ستائش بھی نہیں ہو سکتے
 ہمارے شمار ترجمہ خوبیت شکل پسند آیا ہے۔ یہاں مرزا نے فارسی محاورے کا ترجمہ کیا ہے۔
 عزت گاہ گھر ہر سو سبزہ دیرانی تاشاکر - تاشاکر بھی تاشاکر دن سے لیا گیا ہے۔

نوعین تاشاکر دوست رسوائی وفا کی کا	یہ ہر مردہ نظر ثابت ہے دعویٰ پارسی کا
زکاہ حسن سے اسے جلوہ پیش کہ ہر آسا	چراغ خانہ درویش ہو کا سہ گدا کی کا
تمہارے زبان جو سپاس دینے زبانی ہے	منا جس سے تقاضا شکوہ بہت و پالی کا
نہ سے ماسے کو اتنا طول غالب مختصر کہ	کہ حسرت سچ ہوں غرض مستحق حیدر الی کا

مطلع میں "رسوائی" و "بائی" کا ترجمہ ہے "رسوائی" سے دعا کی کا۔
 دوسرے شعر میں جلوہ پیش کی روش ترکیب اور باقی دہ شعر میں اردو اور
 فارسی الفاظ کی خوبی آمیزش کو مرزا کے درمیان فی رنگ سخن کہ پسندیدہ قونہ چھنا چاہیے ہے۔
 اہل نظر رخصتی دھواں گا کہ پوز انداز اگر چہ اسی ابتدائی اور اچھے ہونے فارسی
 سے مشتق اور مماثل ہے لیکن مشتق اور احتیاط نے دونوں میں کس قدر فرق نمودار

کو دیا ہے۔ وہ لکھنیل اور ناگوار تھا۔ لطیف اور گوارا بلکہ منتور اور صبر خوب ہے اس میں
 نقص اور خامی کی علامتیں پائی جاتی تھیں تو اس میں کمال انجمن کی جھلک نظر آنے لگی ہے ارباب
 لطیف و ذہین کے کہ مرزا کے کلام کا یہ حسن و رونما فزون نہیں ہو سکتا بلکہ شوق چھلری
 کے ساتھ خوبی اور دل پذیری کے تمام درجے ملے کر کے اس مرستے پر فہم ہوا
 کہ عظیم المذاق کی کتاب ان میں لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

سب کہاں بچ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں	خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پناہ ہو گئیں
نہ اُنکی سہو و بی اُنکا ہے راتیں اُنکی ہیں	تیری زلفیں بس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں
واں گیا بھی میں تو اُن کی گالیوں کا کیا جواب	یاد تھیں تھنی دھائیں صرف دریاں ہو گئیں
رہنے سے خبر نہ ہو انسان تو مٹ جاتا ہے لیسا	شکلیں اتنی بڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں
کسی کو فیہ دل کوئی نوا سبغ فغاں کیوں ہو	نہو جب لی ہی سینے میں تو پھر نہ میں ہاں کیوں ہو
وہ اپنی خونہ چھوٹ گئے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں	سبک سرب کے کیا ہو میں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو
یہ نقتہ آدمی کی خاندان ویرانی کو کیا کم ہے	میتے تم دوست جیکے دشمن اس کا آساں کیوں ہو
کہا تم سے کہ کیوں ہو تیرے سنگسٹنے میں رسوائی	بھاگتے ہو جگہ کہتے ہو پھر کہہ دو کہ ہاں کیوں ہو

اس آئینہ صریح شعر کے مصرع ثانی میں مرزا نے سنگرا اور افغان اور شونہ بیاں کا
 عجیب و غریب نمونہ پیش کیا ہے۔ اور یہ وہ انداز کلام ہے جو مرزا کے ساتھ مخصوص تھا۔ اس
 رنگ کا اور بھی ایک شعر ملاحظہ ہو۔

نہیں کہ جو کو قیامت کا اعتقاد نہیں	شب فراق سے روزِ جزا زیا نہیں
اس مطلع میں بھی مصرع اولیٰ کی نئی بندش میں نہیں کمال لفظ شریع میں اس سلیقے	اور انتہا کے ساتھ رکھا گیا ہے کہ پورے شعر میں جان پڑ گئی ہے۔
مرزا کے اس آخری انداز کلام میں فصاحت اور بلاغت کی شانیں اس خوبی	کے ساتھ فہم و سلیقہ کی ہیں کہ کمال سخن سنجی کی اس سے بہتر مثال ذہن میں نہیں آتی
کیا خوب لگی ہے۔	

حضرت شاہ میں اہل سخن کی آزمائش ہے

چون میں خوش نوا یاں جن کی آزمائش ہے

انہیں کچھ سچو نہ پاسکے چننے میں گیرائی	دفا داری میں شیخ دہرہن کی آزمائش ہے
نہ جوئی گھر سے مرے سے سلی نہ سہی	امتحان ادب بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی
ایک ہنگامے پہ ہو تو فنا ہے گھر کی رونق	نوحہ غم ہی سہی نغمہ شادی نہ سہی
نہ سستائش کی قنبا نہ صلے کی پروا	گراہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی
دل سے تری نگاہ ملک ایک اُتر گئی	دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی
وہ بادہ شبانہ کی سرستیاں کہاں	آئیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی
دیکھو تو دل فسر ہی انداز نقش پا	موج حسد ام یار بھی کپ گل کتر گئی
ہر بو اہوس نے سن پرستی شعار کی	اب آہر وے شیدہ اہل نظر گئی
خود ادوی کا تفسیر یک بار دہ گئی	کل جم گئے کہ ہم یہ قیامت گزر گئی
مرزا کے خصوصیات کلام میں سے یہ بات عجیب ہے کہ جب بھی وہ فسانہ	
ترکیبوں سے گذر کر سہل متن پر آجاتے ہیں تو سادگی اور روانی کا دریا بہا دیتے	
ہیں۔	
✓ دل ناواں مجھے ہوا کیا ہے	✓ آخر اس درد کی دوا کیا ہے
✓ ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار	✓ یا الہی یہ ماحبہ کیا ہے
✓ جان تم پر نثار کرتا ہوں	✓ میں نہیں جانتا دوا کیا ہے
✓ ہم کو اُن سے وفا کی ہے امید	✓ جو نہیں جانتے وفا کیا ہے
✓ میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب	✓ مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے
✓ کب وہ منتا ہے کہانی میری	✓ اور پھر وہ بھی زبانی میری
✓ کیا بیاں کہے مراد میں گیار	✓ مگر آفت بیانی میری
✓ مختصر مرے چپس کی امید	✓ نا امید کی دیکھا چاہیے
✓ قہر ہو یا بلا جو کچھ ہو	✓ کاٹنے تم مرے لیے ہوتے
✓ جب تو قہر ہی اٹھ گئی غالب	✓ کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی
✓ ہو چلیں غالب بلا میں سب تمام	✓ ایک مرگ ناگہانی اور ہے

✓ ہم بھی سلیم کی خودالین گئے	✓ بے نیازی تری حادثہ ہی تھی
✓ قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے	✓ کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی تھی
✓ یار سے چھڑ علی جائے اتہ	✓ گر نہیں وصل تو حسرت ہی تھی

ان اشعار کی خوبی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے اکثر مقبول انام ہو کر ضرب المثل کے درجے تک پہنچ چکے ہیں۔

یہاں تک مرزا کے الفاظ ترکیب اور بندش کی خوبیوں پر بحث کر کے جو ہم ان کے کلام پر بحیثیت معنون و معنی نظر ڈالتے ہیں تو اس شان میں بھی اُسے یکتا تسلیم کرنا پڑتا ہے یعنی اس لیے کہ جذبات انسانی کی جیسی بھی تصویر مرزا نے بصورت اشعار پیش کی ہے اس کا جواب میر کے بعد کسی دوسرے شاعر کے کلام میں مشکل سے دستیاب ہو سکے گا۔

لاریب مرزا نے بعض بعض اشعار کے اجمال میں سلسلہ خیالات جذبات کی ایسی تفصیل پنہاں کی ہے جن کی تشریح کے لیے دفتر بھی ناکافی ثابت ہوا تو عجیب نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

کس منہ سے شکر کیجئے اس طعت خاص کا	پریش ہے اور پائے سخن درمیاں نہیں
ہے اُس سخن سے آرزو ہم چندے کھٹکے	تکلف بر طرف تھا ایک انداز جنوں وہ بھی
میں ساوہ دل آرزو کی یار سے خوش ہوں	یعنی سبق شوق مکر رہ ہوا محنت
گو میں رہا رہن ستمائے روزگار	لیکن ترے خیال سے خالص نہیں ہا
عاشقی صبر طلب اور تنہا ہے تاب	دل کا کیا حال کروں خون جگر نہنگ
کوئی میرے دل سے پرچے تری تریش کو	یہ چلش کہاں سے ہوئی جو گھر کے پار ہوتا
سنبھلے دیے مجھے اے نا امید کیا قیامت	کہ دامان خیال پار چھوٹا جائے ہے گھر سے
دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا	میں نے یہ جانا کہ گویا میر بھی میر کو لیا ہے
بس بھونم نا امید ی خاک میں ملیا لگی	وہ جو اک لذت بہاری سی بجا مل میں ہے
جان کر کیجے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو	یہ نگاہ غلط انداز تو سہم ہے ہم کو

اے باب شوقی لوگو! کہیں کہ ان اشعار میں سے ہر شعر وسعت و حقیقت مضمون کے لحاظ سے ایک دفتر ہے کم نہیں۔

کسی ایسے مضمون کا تلاش کرنا جو کسی کے ذہن میں نہ گذرے یا بوڑھا ہونے سے لیکن چارے تڑدیک اس سے بھی بڑھ کر کمال مان مصنفین کا وہ اگر ناب جو عکاسی دل لوگوں کے ہر وقت پیش نظر رہتے ہیں اور جس سے ہر صاحب و زور واقف ہو گا لیکن جن کا اظہار بزرگوں کے الفاظ میں ہو سکتا۔

اس قسم کے خیالات کا قیدیاں میں لانا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ لاریب مرزا نے منہ رجبہ بالا اشعار میں جذبہ نگاری کا وہ کمال صرف کیا ہے جس کی مثالی تیشا کی شاعر ہی تو کی مغربی شاعری میں بھی بدقت دستیاب ہوگی۔

کلام غالب کے صفات معنوی میں دوسرے دو بے پردہ خصوصیت ہے۔ جس کو نزاکت معنی سے فطرت ہے اور یہی وہ خوبی ہے جس سے مرزا کے اشعار کی دلچسپی اور غور کے ساتھ افزون ہوتی جاتی ہے۔ جب دیکھے گا نیک السورہ حاصل ہو گا۔ اور بے بار دیکھیے گا وسعت مضمون اور نزاکت معنی کی کیفیتوں کو نئی اور پختے سے بہتر صورت میں جلوہ گر کیا گیا۔ مثلاً۔

(۱) کہتے تھے تونہ دین گے ہم دل اگر پڑا یا	دل کہاں کہ گم کیجے ہم نے مدعا یا یا
---	-------------------------------------

یہ سب سے زیادہ حلقہ کیجئے تو اس شعر کا مفہوم معمولی معلوم ہوتا ہے لیکن نگاہ غور سے دیکھیے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے مدعا یا یا یہی ہم آپ مطلب سمجھ کر کہ آپ سنے ہمارا دل پالیا ہے اور یہ باتیں کہ اگر ہم تیرا دل پائیں گے تو نہ دین گے دل پالینے کے بعد کی ہیں۔ یعنی جیسے لوگ گم شدہ چیز یا کر چھپنے کے لیے مالک شے سے لگا کرتے ہیں۔

(۲) تو دوست کسی کا بھی ستم نہ ہوا تھا	اوروں سے ہے وہ ظلم کہ چھیر نہ ہوا تھا
---------------------------------------	---------------------------------------

اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ تو کسی کا بھی دوست نہیں ہے اور تیرا جو رنجی پر نہیں ہے بلکہ اوروں پر بھی ہے اور مجھ سے زیادہ ہے۔ لیکن غور کرنے سے یہ

بھی مطلب ممکن ہے کہ شاعر کہتا ہو کہ "جو ظالم مجھ پر نہیں ہوا وہ تو اوروں پر کر رہا ہے اور مجھے چونکہ شرکت اختیار کسی صورت سے گوارا نہیں ہے اس لیے تیرا ظلم نہ کرنا بھی گویا مجھ پر ایک ظلم عظیم ہے۔ پس معلوم ہو گیا کہ میرے متعلق تیرا تھک چور برتا ہے دوستی نہیں ہو۔"

(۳) کون ہوتا ہے حریف ہے مرد افکن عشق | ہے کر رہا ساقی میں صلا میرے بعد
اس شعر کے غماز ہر معنی یہ ہیں کہ جب سے میں مر گیا ہوں تے مرد افکن عشق کا ساقی یعنی معشوق بار بار صلا دیتا ہے یعنی لوگوں کو شراب عشق کی طرقت پلاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شراب عشق کا خریدار نہیں رہا اس لیے اس کو بار بار صلا دینے کی ضرورت ہوئی ہے۔

گوئی یادہ غور کرنے کے بعد محسوس کہ مرزا خود بیان کرتے تھے اس میں ایک نہایت لطیف معنی پیدا ہوتے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ پہلے مصرعے کو کر پڑھا رہا ہے۔ ایک سد فہمہ بلانے کے لیے میں پڑھتا ہے "کون ہوتا ہے حریف ہے مرد افکن عشق" یعنی کوئی ہے جو تے مرد افکن عشق کا حریف ہو؟ پھر تیسرا اس آواز پر کوئی نہیں آتا تو اسی مصرعے کو دہرایا جس کے لیے میں کر پڑھتا ہے۔ "کون ہوتا ہے حریف ہے مرد افکن عشق" یعنی کوئی نہیں ہوتا۔ (از یادگار غالب)

(۴) کیونکر اس بیت سے دکھوں جان عزیز | کیا نہیں ہے مجھے ایمان غمگین

اس شعر سے دو نازک معنی پیدا ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ اس بیت پر جان قربان کرنا میں ایمان ہے۔ دوسرے یہ کہ دوست میرا ایمان ہے میں جان ایمان پر ہے تسمیان۔

دھجھکو دیا ر غیر میں مارا وطن سے دور | رکھ لی مرے خدا نے مری جیسی کی شرم

"رکھ لی مرے خدا نے مری جیسی کی شرم" کیونکہ دیا ر غیر میں میرا کوئی مشناسا نہ تھا اس لیے اگر وہاں بے کسی اور کسی بیرونی کی حالت میں موت آئی تو کچھ زیادہ ذلت نہ ہوئی یا یہ کہ وطن سے دور مارے جانے میں بے کسی کی شرم رہ گئی کیونکہ وطن میں مارا جاتا تو بے کسی کی تکمیل نہ ہوتی۔

۱۹۶) قاصد کے لئے اسے خط الہی اور لکھ رکھوں | میں جانتا ہوں جو وہ کہیں گے جواب میں

”میں جانتا ہوں جو وہ کہیں گے جواب میں“۔ یعنی مجھ کو معلوم ہے کہ وہ کچھ نہ کہیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ان کی جانب سے کسی تحسیر کے آنے کی امید ہوتی تو دوسرا خط لکھنے کے لیے اس کا انتہا کر کیا جاتا۔ لیکن چونکہ مجھ کو خوب معلوم ہے کہ وہ کچھ نہ کہیں گے اس لیے جواب خط کا انتظار بے کار ہے چاہے کہ ”قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں“۔

دہ، اکو سستی کا پردہ ہے بگائے ڈی | منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

کتاب کے تم مجھ سے خصوصیت کے ساتھ منہ چھپانا چھوڑ دو۔ یعنی جس طرح سب کے ساتھ بے تکلف بے محاب اور یگانہ وار رہتے ہو اسی طرح میرے ساتھ بھی رہو کیونکہ اس قسم کی یگانگی دوستی کا پردہ ہوتی ہے یعنی اس سے لوگوں کو محبت کا حال معلوم نہیں ہوتے آتا۔

شاقا یہ چند اشعار اور ان کے علاوہ اور بہت سے شعر ایسے ہیں جن کے مفہوم پر جس قدر غور کیجئے گا اسی قدر اس کی نزاکت دریافت ہوتی جائیگی۔ ان چند مخصوص خوبیوں کے علاوہ مرزا کا کلام شاعری کے عام محاسن کے اعتبار سے بھی ممتاز نظر آتا ہے۔

استعاروں کی ندرت تشبیہوں کی تازگی اور اشاروں کی نزاکت و لطافت کی مثالوں سے مرزا کا دیوان بھر اُڑا ہے۔

عامیانه مذاق اور تبذل بازاری الفاظ نیز فحش اور بھوسے مرزا کا کلام بالکل پاک ہے۔ مرزا کی شاعری عاشقانہ ضرور ہے۔ لیکن انھوں نے عشق کے معنی بڑھائیے ہیں اور اس لیے ان کے خیالات میں دنات اور سستی کے بجائے تنات اور شایستگی کی ایسی شان پاتی ہے جس کی مثال شعرائے لکھنؤ کے کلام میں ناپید ہے اور سہ خیرین شعر کے دہلی کے کلام میں کیا ہے۔

ہم نے مرزا کی شاعری کے باب میں جو کچھ لکھا ہے وہ اس کی مجموعی حقیقت کے

محاذ سے لکھا ہے ورنہ از قبیل مثلاً اُن کے دیوان میں ایسے اشعار اور الفاظ بھی موجود ہیں جن پر مذاق صحیح اور زبان صحیح دونوں کی جانب سے اعتراض وارد ہو سکتے ہیں۔ مثلاً۔

۱۔ اپنیس میں گزرتے ہیں جو کوئی سو وہ میرا | کندھ بھی کماروں کو بدلتے نہیں دیتے

اس شعر کا مذاق مرزا کی شانِ شاعری کے باکل خلاف ہے جسے ہم عام طور پر عامیانه خیالات اور الفاظ سے پاک بیان کہتے ہیں۔

۲۔ عم کھانے میں بود اول ناکام بہت ہر | یہ کج کہ کہ ہے مے گل فام بہت ہے

۳۔ بھون پاس آنکہ قبلہ عاجات چاہیے | مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیے

۴۔ چلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہو گا | کر دیتے ہو جو اب راگہ سچو کیا ہے

یہاں وہ سرے شعر میں ”بود“ تیسرے میں ”بھون“ اور چوتھے میں ”کر دیتے ہو“ بنیادِ ناگوار اور قلیل الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

۵۔ خدا شریائے ہاتھوں کو کہتے ہیں کشکش میں | کبھی میرے گریبان کو کبھی جہانماں کے دہن کو

اس شعر میں پہلا مصرعہ خوب ہے لیکن دوسرے شعر میں ”جہانماں کا دامن“ نہایت غیر فصیح واقع ہوا ہے۔

۶۔ بیٹھا ہے جو کہ سایہ دیوار پار میں | قرماں روائے کشور ہندوستان ہے

یہاں کشور ہندوستان کی فارسی ترکیب میں اعلانِ تون غلط ہے۔ اگرچہ اس کی نسبت یہ ناویل ہو سکتی ہے کہ مرزا کے وقت تک ایسا لکنا ناجائز نہیں سمجھا جاتا تھا۔

۷۔ بول اس کو پہلے ہی ناز دے دے پیچھے | میں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا

یہاں ”تقاضے کا“ کی جگہ ”تقاضا کا“ بالکل سببِ قاعدہ اور محض بغیرِ رت قافیہ استعمال کیا گیا ہے۔

۸۔ سادہ پرکار ہیں خوبیاں غالب الخ | یہاں خوبیاں کا نقطہ اردو محاورے کے خلاف ہے۔

۹۔ قیامت ہی کہ ہوئے مٹی کا ہنسر غالب | وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونا جائے ہرچیز سے

۱۔ اس شہنشاہِ بگن لالہ خانی زادہ اپنے

ان دونوں شعروں میں "نہیں" کی جگہ "نہ" غلط آیا ہے۔

۲۔ "اگر یہ اب طوفانِ صدمے آئے" ہے

بزمِ دشتِ کدہ کی کیم مست کا

یہاں پر دوسرے شعر پر نظر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قافیہ "بادہ" اور "جادہ" ہے۔

لیکن پہلے شعر میں اردو ترکیب کے اعتبار سے "جاسے" چاہیے نہ کہ "جادہ" ہے اور

اس لیے قافیہ غلط نظر آتا ہے۔

۳۔ ۲۲ اور میں ۵۰ ہوں کہ گری میں کئی خورِ کدوں

یہاں پر قاعدے کی رو سے "مجھے" کے بعد "اپنی" اوقات سے آنا چاہیے تھا لیکن مرزا نے

حالاتِ قدیمہ مجھے میری اوقات سے نفرت ہے " نظم کر دیا ہے۔

مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی نظم گمنامی نے اپنی شرح دیوانِ غالب میں

مرزا کی اس قسم کی اور بھی بہت سی غلطیاں دکھائی ہیں جن کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا۔

ہمارے نزدیک محنتِ زبان و محاورہ کی جانب سے بے پرواہی مرزا کی کے ساتھ

مخصوص نہیں ہے بلکہ شعرائے دہلی عموماً جو بی معنوں کے مقابلے میں درستی الفاظ کا

زیادہ خیال نہیں رکھتے ہیں۔

زبان کے معاملے میں غالب کے دہلی ہم عصرِ دل میں سے استادِ ذوق سب

سے زیادہ محتاط ہیں اور اسی لحاظ سے ہمارے نزدیک اگر جہِ بحیثیتِ مجموعی غالب۔

ذوقِ مومن سے افضل ہیں۔ لیکن صرف اردو شاعری کے لحاظ سے ذوقِ کاوچ

غالب سے اور غالب کا مرتبہ مومن سے بلند ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روایت الف

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا	۱۰	کاغذی ہے پیرمین ہر پیکر تصویر کا
کاؤ کا دخت جانیمائے تنہائی زبوجھ	۱۱	صبح کرنا شام کا لانا ہے جو ہے شیر کا
خدیجہ اختیار شوق دیکھا چاہے ہے	۱۲	سینہ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا
آگہی دام شنیدن جس قدر چاہے بجائے	۱۳	مدعا غائب ہے لینے عالم نقسیر کا

۱۰ بکرموں غالب اسیری میں بھی افسر زیر پا
۱۱ موسے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

۱۰ نقش بھی تصویر تصویر جو نکہ کاغذ پر ہوتی ہے اس لیے اسے فریادی کہا کیونکہ ولایت میں فریادی کاغذی پیرمین پن کر عدالت میں جاتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ہستی جو نکہ موجب لال و آزاد ہے۔
۱۱ اس لیے تصویر بھی اپنے صانع کی زبان حال نکابت کرتی ہے کہ جھکوست کر کے کیوں ہنگامی
۱۲ لوح ہستی کیا۔ (ماخوذ از دہندی)۔ مقصود شاعر یہ ہے کہ ہستی بہر حال (یہی) اگرچہ مثل ہستی تصاویر
۱۳ اعتبار محض ہو) موجب آزاد ہے۔ ۱۲

۱۰ یعنی شہساز ہجر کا ٹاڈیا ہی صحت ہے جیسا کہ فرما دے لیے جو ہے شیر کا لانا تھا صبح کی سپیدی
۱۱ اور جو ہے شیر میں جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے۔ "کاؤ کاؤ" سے کاوش و کاوش مراد ہے۔ ۱۲
۱۳ یعنی عاشق کے شوق شہادت کی کشش کا یہ اثر ہے کہ دم شمشیر سینہ شمشیر سے باہر نکلا پڑتا ہے۔
۱۴ یعنی ہماری تقریر ایسی ہے کہ اس کے مفہوم سے (باوجود کہ شمشیر بسباد) کوئی آگاہی نہیں حاصل

کر سکتا۔ دوام شنیدن بچھائے ایسی ٹن کر کھینا چاہیے۔ ۱۲
 آتش زیر پا جاوہر فارسی میں بے قرار کو کہتے ہیں۔ موسے آتش دیدہ یعنی بالی جو آگ کو دیکھ کر
 حلقہ دار اور کمزور ہو گیا جو اس میں حلقہ زنجیر کی مشابہت پیدا ہو گئی ہو۔
 مطلب یہ ہے کہ میرے چون بے قرار کے مقابلے میں حلقہ ہائے زنجیر کی مضبوطی کی کچھ ہستی نہیں ہے۔
 آتش زیر پا کی رعایت سے غالب نے حلقہ زنجیر کو موسے آتش دیدہ کہا ہے۔

شمار سیمہ مرغوب بہت مشکل پسند آیا کا	۱۱	تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آیا	۱۲
فیض بے دلی نویدی جاوید آسان ہے	۱۱	گشت لیش کو ہمارا عقدہ مشکل پسند آیا	۱۲
ہم لے سیر گل آئینہ بے مہری قاتل	۱۱	کہ انداز نچول غلطیدن بسمل پسند آیا	۱۲

۱۱
 چراخت تھخہ آکاس ارمغان، دان جگر بدید
 مبارکیاد اسد غمخوار جان درو مند آیا

۱۱
 تسبیح میں جو کہ سودا نے ہوتے ہیں اس لئے ظاہر ہے کہ شمار سیمہ سے بیک کف بردن صد دل
 کی تشبیہ نکلتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کو شمار سیمہ اس وجہ سے پسند ہے کہ اس میں سب خواہش
 و عادت محبوب ایک ہی و اس میں سودا دل لے لینے کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ ۱۲
 ۱۱۔ گشت لیش نے اپنا عمل کرنے کے لیے ہمارے عقدہ مشکل نویدی جاوید اکو پسند کیا اور ہم ساری
 مشکل آسان ہو گئی۔ اس طور پر کہ ہم کو دنیا کی جانب سے جو بیدی پسند ہو گئی ہے اس کے سبب
 سے صد نویدی جاوید کا برداشت کرنا آسان ہو گیا ہے۔ کیونکہ غایت بیدی کی حالت میں اسید
 و ناامیدی کیسیاں ہو جاتی ہیں۔

۱۱
 مطلب یہ ہے کہ خواہش سیر نفس سے اس بے دردی بے جہری ظاہر ہوئی ہے کیونکہ اس بے جفا پسند
 تماشائے گل صرف وہ اس وجہ سے پسند ہے کہ گل اپنی سرخی کی بنا پر ہمیں یوں غلطیدہ سے مشابہہ ہوتا ہے۔
 ۱۱ غمخوار جاں درو مند یعنی عشق آکاس اور چراخت و آس جگر غلطیدن ہمراہ لیا ہوا ایسے ہدیوں
 پر مبارکباد دیکر رانی اید او دوستی کا اظہار کیا ہو۔ اس کے کھانینے سے دل (مگر نہ فی) ہو جاتا ہے۔ ۱۲۔

جسمین فیس اور کوئی نہ کیا بروئے کار	۱۱	صحنہ اکو رہ تنگی چشم جسم در دھسا	۱۲
پیشہ شعلی نے نقش نمود کیا درست	۱۱	کاسہ سہوا کہ دل کا کاسہ راہیدہ دھسا	۱۲

تسا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ	جب آنکھ کھل گئی تو نہ جانا تھا نہ سو دھنسا
لیتا ہوں کتب غم دل میں سبق ہنوز	لیکن یہی کہ رفت گیا اور ہو دھنسا
وہاں لکھنے نے داغ عیوب پر ہنسی	میں در نہ ہر لب لہجہ میں تنگ جو دھنسا

نہ چشم ماسد کی شعلی شہور ہے پس کتاب ہے کشاید بحر ابھی چشم ماسد کے اندر تنگ تھا کہ مجھوں کے سوا	نہ گشتہ اخبار رسوم و قیود تھا	نہ ہاں لکھنے نہ داغ
--	-------------------------------	---------------------

نہ چشم ماسد کی شعلی شہور ہے پس کتاب ہے کشاید بحر ابھی چشم ماسد کے اندر تنگ تھا کہ مجھوں کے سوا
 صحرانوردی کا پھر کوئی مرد میدان نہ نکلا۔ ۱۳

نہ سوید اکوہ اس سے اور اشتعلی کو دو سے تشبیہ دی ہے۔ مقدمہ و شاعر یہ کہ جس طرح دھوپ پر شعلہ
 پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اشتعلہ خاطر اور پریشانی کے دو حصے دل میں دل غریبہ کی صورت قائم ہوتی ہے۔
 تھیں یہی ہنوز زمینہ ہی ہوں سطح لڑکے پہلے آمد نامہ پڑتے ہیں کہ رفت کے معنی گیا اور لوہے کے معنی تھا و غیرہ۔
 لطیف یہ کہ رفت و رتہ دونوں نامی کے سینے میں جس سے مطلب ہے کہ دل ابیش منرافت سوا کھلے بڑھ کر ہم

کہتے ہو نہ دین گے ہم دل اگر پڑا پایا	دل کہاں کہ کم کیجے ہم نے دعا پایا یا کو
عشق سے طبیعت نے زریست کا مڑا پایا	درو کی دوا پایا درو بے دوا پایا یا
دوستار دشمن ہے اعتماد دل معلوم	آہ ہے اثر دلچسپی تاملہ نارسا پایا
سادگی و پرکاشی بے خودی و ہیشاری	حسن کو تغافل جیسے جرات آزمایا
غیر پھر لگا کھنے آج ہم نے اپنا دل	خون کیا ہوا ہوا کی گم کیا ہوا پایا
حال دل نہیں معلوم لیکن اس قدر یعنی	ہم نے ہمارے ہاں صدف ادا تھو نے ہمارے پایا
شور و جہد و ناصح نے زخم پر تنگ چھڑکا	آپ سے کوئی پوچھتے تھے کیا نرسا پایا

نہ ہم نے دعا پایا یعنی ہم آپ کا مطلب سمجھ گئے کہ آپ نے ہمارا دل پایا ہے اور ہر بات پر کہ
 "اگر ہم تیرا دل پائیں گے تو نہ دیں گے" دل پائینے کے بعد کی ہیں یعنی جیسے لوگ کوئی کم تر وہ
 چیز یا کچھ بیٹھنے کے لیے مالک شے سے کہا کرتے ہیں۔

نہ عشق ایک درد آوا ہے لیکن وہی عشق درد زریست کی دوا بھی ہے کیونکہ اسی سے طبیعت نے
 زندگی کا مڑا پایا ورنہ بغیر عشق کے زندگی گویا ایک درد قحطی۔

کہا کہ اگر یہ سب کچھ ہو جائے تو اس پر اعلان کیا اور ان کی ہمارا کلام فرما تھا وہی نہ رہا اور
 بھلا اس چٹان کی کثرت دکھاتا ہے۔

شوق ہر رنگ رقیب ہر دوستان	۱۰	میں تعویذ کے برسے میں بھی عریان نکلا
زخم نے داؤد فری نگہ لڑائی کی یا دھپ	۱۱	تیسری سیدہ لعل سے پرافشاد نکلا
بوسے گل نالہ اول دو جہنم مفعول	۱۲	جو تری از م سے نکلا سر پریشان نکلا
دل حسرت زدہ تھا مگر لذت و راز	۱۳	کلام پاروں کا لعل رقب ہر دوستان نکلا
اسے نو آموز فہمت دشوار پسند	۱۴	تحت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آسان نکلا

دل میں چھپر گریے اک شہر اٹھایا غالب	۱۵
آہ جو فطرہ نہ نکلا تھا سر ملو فاس نکلا	

سہ شوق یعنی شوق۔ رقیب دشمن۔ دوستان دوست۔ تعویذ جادو۔ عریان عریان۔ لعل لعل۔ پرافشاد پرافشاد۔ جہنم جہنم۔ مفعول مفعول۔ لذت لذت۔ راز راز۔ نو آموز نو آموز۔ فہمت فہمت۔ دشوار دشوار۔ پسند پسند۔

۱۰۔ میں تعویذ کے برسے میں بھی عریان نکلا۔
 ۱۱۔ تیسری سیدہ لعل سے پرافشاد نکلا۔
 ۱۲۔ جو تری از م سے نکلا سر پریشان نکلا۔
 ۱۳۔ کلام پاروں کا لعل رقب ہر دوستان نکلا۔
 ۱۴۔ تحت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آسان نکلا۔

نہیں اور عیسٰی راحت جرات نہ نکلا	۱۶	وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دل کشا کیے
----------------------------------	----	-----------------------------------

۱۵۔ میں میرے لہان ہفتیں میں سے ہر ایک میری حسرت دل سے بقدر مستعد و مستعد ہوا۔
 ۱۶۔ اس فانیاتہ شکل بھیجا جاتا ہے لیکن اسے بہت دشوار پسند یہ تو بڑی مشکل ہونی کہ
 نو آموزی ہی کی حالت میں اس کی آسانی تھو پر کھل گئی اور اب تیرے سے کہنے کے لیے اس
 بھی زیادہ دشوار ہے۔
 ۱۷۔ میں میری حسرت و شواہد پسند کے لیے تم سے بالا ترک کر رہا ہے۔ کیونکہ فاسے
 ایک آسان مرحلہ ثابت ہوا۔ ۱۸۔

۱۰۔ میں تعویذ کے برسے میں بھی عریان نکلا۔
 ۱۱۔ تیسری سیدہ لعل سے پرافشاد نکلا۔
 ۱۲۔ جو تری از م سے نکلا سر پریشان نکلا۔
 ۱۳۔ کلام پاروں کا لعل رقب ہر دوستان نکلا۔
 ۱۴۔ تحت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آسان نکلا۔
 ۱۵۔ میں میرے لہان ہفتیں میں سے ہر ایک میری حسرت دل سے بقدر مستعد و مستعد ہوا۔
 ۱۶۔ اس فانیاتہ شکل بھیجا جاتا ہے لیکن اسے بہت دشوار پسند یہ تو بڑی مشکل ہونی کہ
 نو آموزی ہی کی حالت میں اس کی آسانی تھو پر کھل گئی اور اب تیرے سے کہنے کے لیے اس
 بھی زیادہ دشوار ہے۔
 ۱۷۔ میں میری حسرت و شواہد پسند کے لیے تم سے بالا ترک کر رہا ہے۔ کیونکہ فاسے
 ایک آسان مرحلہ ثابت ہوا۔ ۱۸۔

دھکی میں امر گیا جو نہ باباں سیر و تھا	۱۰	عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد و تھا
تھا از زندگی میں مرگ کا گھٹکا لگا ہوا	۱۱	اڑنے سے پیشتر بھی مراد بگ زندہ تھا
رایف تنہائے وفا کر رہا تھا میں	۱۲	بھو و غیب ال بھی فسر و فرد و تھا
دل تا جگر کہ ساحل و دریائے خون و آب	۱۳	اس رہ گزرتی میں جلوہ گل آگے گرد و تھا
جاتی ہے کوئی کش مکش اندوہ عشق کی	۱۴	دل بھی اگر گپ تو وہی دل کا درد تھا
اجباب چارہ سازی و حشت نہ کر سکے	۱۵	زندہ ان میں بھی خبیال سیاہاں نور و تھا
یہ لاش ہے کفن است سخت جان کی ہے		
حق مغفرت کہ عجب آزاد و مرد و تھا		

۱۰ باب نبردینی این نبرد - مردید ان عشق
 ۱۱ سے یعنی ابتدائی سے میں بندہ عشق و وفا ہوں جب کہ خیالات میں بھگی اور جمعیت بھی نہیں آتی تھی -
 ۱۲ سے اس گزرتی میں دینی دل سے بگٹکا کسی زلمے میں شادابی کا یہ عالم تھا کہ جلوہ گل اس کے
 آگے گرد و تھا یا اب یہ کیفیت ہے کہ وہی رہ گزرتی خون کا ساحل یا ہوا ہے - ۱۳
 ۱۴ سے یعنی دل کے جانے کے بعد بھی اندوہ عشق کی کش مکش نہ گئی کیونکہ اس حالت میں دل کے جائیگا
 انوس رہا بقول میر تقی - ۱۵

خمر رہا جب تک کہ دم میں دم رہا	۱۰	دم کے جانے کا نہایت غم رہا
دھر میں کشش و فدا جسے سہی نہ ہوا	۱۱	سہی یہ وہ لفظ کہ شہر و نہ معنی نہ ہوا
سب تر خط سے ترا کا کل سرکش نہ دیا	۱۲	یہ زمر و بھی حسرت و دم و فسی نہ ہوا
میں نے چاہا تھا کہ اندوہ و فاس سے چھوٹوں	۱۳	وہ مستحکم مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا
و اگر گاہ خیال سے و ساغر ہی سہی	۱۴	گر نفس جادو سے مستہل تقویٰ نہ ہوا
ہوئی ترے وعدہ نہ کرنے میں بھی راضی کہ کبھی	۱۵	گوش منت کش گلبانگ تسلی نہ ہوا
کس سے خود ہی قسمت کی شکایت کیجئے	۱۶	ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا
مر گیا صدہ یک جیش اب سے غالب		
ناتوانی سے حریف دم سے نہ ہوا		

ملہ لفظ و فاکہ مقدم حقیقی معنوی ہو گیا ہے مثلاً لکھنے کے لفظ مردوں کی تقریروں میں الفاظ و کلام و کلام کا مفہوم - پس جب معنی معلوم ہیں تو صرف نقش لفظ و فاسے کیونکر تسلی ہو سکتی ہے -

۱۱۔ کہتے ہیں کہ عکس زمرہ سے سائبانہ ہاؤس کو مطلوب ہو جاتا ہے - لیکن زبانوں کا اٹا حاطہ ہے کہ زمرہ (سبزہ خط) افعی (کا کل) کا حریف نہیں ہو سکتا -

۱۲۔ سر منزل یعنی منزل - مطلب یہ ہے کہ اگر تعوی ممکن نہیں ہے تو نہ ہی ہی ہی - ۱۳۔ بلکہ میں تو اس میں بھی راضی ہوں کہ قوس و مدہ نہ کی کیونکہ اگر قوس و مدہ لفظ کرتا تو میرے کان اُن الفاظ تسلی کے احاطہ ہوتے مالا کچھ کو یہ پسند نہیں ہے - اسی قسم کے معنوں کا ایک دوسرا شعر بھی جو -
 سے دردمنت کش دو دانہ ہوا جو اچھ نہ اچھ ہوا چرا نہ ہوا -

۱۴۔ دم عیسوی کا اجماع مشہور ہے کہ اس سے مراد سے زندہ اور سیاہ فایا بہ ہو جاتے تھے - لیکن شاعر کہتا ہے کہ میرے معاملے میں ابھی حضرت عیسیٰ کے منہ سے کوئی لفظ بھی نہ نکلا تھا اور بیوں کو خوش ہی ہوئی تھی کہ میں اُس جنبش لب کے صدمے سے مر گیا اور مجھ کو دم عیسیٰ سے سابقہ نہ بچا - ۱۵۔

۱۵۔	وہ ایک گلدستہ ہی ہم ہے خود دیں کے طاق نیان کا	۱۵۔	ستایش گر ہے زاہد اس قد جس نے نہ خوان کا
۱۵۔	کہ ہر اک قطرہ خون دانہ ہے تسبیح مرجان کا	۱۵۔	بیان کیا کیجیے پیدا کا دشا ہے ہر گان کا
۱۵۔	یہاں انہوں میں جو نگاہوار لیشہ نیستاں کا	۱۵۔	نہ آئی سلطوت قائل بھی مانع میرے نالوں کو
۱۵۔	سر ہر دل غول اک تخم ہے سر و چراغاں کا	۱۵۔	دکھاؤ گا تماشا دی اگر فرصت نہ ملے
۱۵۔	گہرے جویر تو خوشید عالم شہنشاہ کا	۱۵۔	کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوے نے
۱۵۔	میوئی برق خرمن کا ہے خون گرم ہفتال کا	۱۵۔	مری تعمیریں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
۱۵۔	دارا باب کوٹے پر گھاس کے ہی میرے زباناں کا	۱۵۔	اگاہے گھر میں ہر سو سبزہ ویرانی تماش کر
۱۵۔	چول غمزدہ ہوں میں بے زباں گور غریباں کا	۱۵۔	خوشی میں نہاں سرکشہ لاکھوں آندوئیں میں
۱۵۔	دل افسردہ گویا چرہ ہے یوسف کے زماں کا	۱۵۔	ہنوز اک بر تو نقش خیال یا رہا باقی ہے
۱۵۔	سبب کیا خواب میں اگر تبسم ہے پنہاں کا	۱۵۔	بغل میں خیر کی کنج آپ سوتے ہیں کہیں در نہ
۱۵۔	قیامت ہی سرکش و دہ ہوتا تیری شرکوں کا	۱۵۔	نہیں معلوم کس کس کا لوبانی ہوا ہو گا
۱۵۔	کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے ابرار کے پیشاں کا	۱۵۔	نظر میں ہی جاری جاؤ راہ دنیا غائب

۱۲۔ نظروں کی کیفیت ہو گئی ہے۔

اس میں نے ۱۰ تہائی میں شکا اظہار کر کے بے لیاکھائی کی کہ وہ ایشیائی تہائی میں ہو گیا یعنی تہائی کا رعبہ ایک
میسرے ڈالوں کو روک دینا کہ ۱۰ بجے کو ایشیائی تہائی میں بے لیاکھائی نے ایک کو روک دیا اور ۱۰ بجے کو

اسی میں لی مٹی اور خون گرم مجاہد یعنی سی و کرکشن۔
 ہفتا کے خون کی گری خورای زمین کی سی و شقت کے پید ہوتی ہے وہی گریا اس کے خرم
 کے لیے برق ہو جاتی ہے اس لیے کہ نہ خرمین اکھاڑتا نہ اس کی بربادی کی صورت ہوتی۔
 مصرعہ ثانی مصرعہ اولیٰ کی مثال ہے۔ اس شعر میں ایک فلسفیانہ مسئلہ اور ایمان و ایمان کی گمان
 یعنی یہ کہ ہر شے کا وجود ہی اس کے خاتمہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

عجب خیالی باز کر دیتا اور دلِ اختر کو جو نور نہ لک یوسف قرار دیا ہے۔ ۱۱۔
 عجب ملامتیں کشیدری جانتے، کس کا سو پانی ہوا جو کجاہن کی تیرا بست کے بلوغت سے تیری
 آنکھیں سرنگات آلاہیں۔ یہ ایک تین معلوم تیرے رونے کے گنتی کوڑ لایا ہوگا۔
 عجب مٹی راہ فنا ہو وقت ہمارے پیش نظر رہتی ہے۔ ۱۲۔

جادو راہ خدا کو دنیا کے اجڑے پریشان کاشیرانہ اس لیے کہ اسے کہ جہ موجودات عالم قیام ہونے کے معاملے میں ایک ہی روش رکھتے ہیں کیونکہ سب کے لیے قیام نہایت یقینی ہے۔

نہ ہو گا ایک بیاباں ماندگی سے ذوق کم میرا
جستجویِ جن سے لیکن اب یہ بیزادگی ہے

اسلئے ایک بیابان ماندہ کی معنی کثرت مانجی۔ ذوق یعنی ذوقِ نور و معنی عشقِ قدیم کو جالب اور پر زور
کو موجب قرار دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہی طبعِ جالبِ روح کے ساتھ ہی ساتھ چلتا ہے اور
کبھی ماندہ نہیں ہوتا اسی طرح یہ ذوقِ نور و دی محی کی طبعِ کم نہ ہوگا۔

سہارا برہن عشق و آگ و آتش است	و با و عطر برق کی کرتا ہوں افسوس حاصل کا
-------------------------------	--

بہ نظر سے سانی خارش نہ کامی بھی د	بہ نظر سے سانی خارش نہ کامی بھی د
-----------------------------------	-----------------------------------

یہ انہی حاصل کا ہے یعنی استی کا بہر برق یعنی برق عشق مطلب یہ ہے کہ میں طاعت کر اور ہوں برق عشق کا اور طالب ہوں فنا کا لیکن ساتھ ہی اس کے چونکہ الف ہستی فطرت انسانی میں داخل ہے اس لیے جان بھی عزیز ہے۔ پس میں اس حاصل یعنی ہستی کا افسوس کرتا ہوں جس سے میرے کمال شوق فانی کسی قدر نقص بھی ہوا ہوگا۔

مقصود کہ میں موت کا طلبگار ہوں اور پس ایسی زندگی پر افسوس کرتا ہوں جس پر موت کو ترجیح ہے۔ سہ سانی کو دیکھو شراب اور خمر کو پس کے سائل کا حیارہ قرار دیتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر شراب بلائے میں سانی کی بہتر تری ہوئی ہے تو مجھ میں بھی ایسی کی نسبت سے مرادوشی کی قوت موجود ہے۔

حرم میں ہے تہی نوا ہائے راز کا	یہاں جو راز جو محاسبات پر وہ ہے سارا
رنگ شکستہ صبح بہار نظر رہ ہے	یہ وقت ہے شکستہ گلستانے راز کا
تو اور منورے غنیمت نظر ہائے تیز تیز	میں اور دکھ تری شرہ ہے وراز کا
صبر فرمے ضبط آہ میں میرا گیتنہ میں	طہم ہوں ایک ہی محسوس جان گداز کا
ہیں بلکہ جوش باہر سے پیچھے آجیل ہے	ہر گوشت ایسا طہ ہے سریشہ باز کا
کادش کا دل کرے بقا فنا کہ ہے ہنوز	ماخض پر قرض اس اگرہ شیم باز کا

تاراج کاوشیں عم بجراں ہواست	سینہ کہ تھا دھیند گہرائے راز کا
-----------------------------	---------------------------------

یہ انسانی دنیا میں۔ حجاب یعنی پردہ جس کو پردہ ہمارے حلقہ مناسبت ملتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ راز کے نغموں سے تو خود ہی نا آشنا ہے۔ دنیا میں جو بظاہر حجاب نظر آتے ہیں وہ بھی پردہ ساز کی طرح بول رہے ہیں اور سراسر راہی ظاہر کر رہے ہیں۔ (دیکھو غائب) سہ شبنم دل کی خیم کو محبوب کا رنگ شکستہ "صبح ہمارا نظر رہ ہے" یعنی اس کی وہ پذیرائی قابل یہ ہے۔ اس لیے کہ گل ہائے راز کے شکستہ ہونے یعنی اس کے سرگرم ناز و نیاز ہونے کا یہی حاصل ہے۔

کے صرف یعنی فائدہ نہ تھا۔ آہ میں میرا فائدہ ہے کیونکہ بحالت دیگر ایک ہی نفس جان کہ انہیں فنا کر دیتا۔ ۱۲۔

۱۱۔ شیشے بازی رقاصی کا ایک فن ہے جس میں رقاص بائی اور گلاب کی صراحیوں اور شیشے سر کے گھومنے کرتے ہیں لیکن شیشے گرنے نہیں دیتے۔ یہاں غمشوں کے اچھلنے کے سبب ہے بزم شیشہ بوشہ فرش کو شیشہ باز گھر کھاتا ہے۔ ۱۲۔

۱۰۔ یعنی ناخن سے میرے گرفتہ دل کو مٹا پاس ہے تھا و لیا نہیں چھڑا تھا اور گویا اس پردل کا قرض باقی رہ گیا تھا۔ میں اب دل ناخن غم سے اسی قرض کا دوش کا تقاضا کر رہا ہے۔ ۱۲۔

۱۱۔ بزم شاہنشاہ میں اشعار کو فتر کھٹلا	۱۱۔ رکھیو یا رب یہ دو گنجینہ گو مسر کھٹلا
۱۱۔ شہب ہوئی پھر انجم رخشنہ کا منظر کھٹلا	۱۱۔ اس خلعت سے کہ گویا نگہ سے کا در کھٹلا
۱۱۔ گویا چوں دروازہ پر کیوں دوست کا کھاول فتر	۱۱۔ آئیں میں شیشہ نہال ہاتھ میں نشتر کھٹلا
۱۱۔ گو تہجوں اُس کی باتیں گونہ بادل کا جھید	۱۱۔ پر یہ کیا کم ہے کہ مجھ سے وہ پری سیکر کھٹلا
۱۱۔ ہے خیال سخن میں سخن گل کا ناخیاں	۱۱۔ غلہ کا اک دو ہے میری گورب کے اندر کھٹلا
۱۱۔ منہ نہ کھٹے پر ہے وہ عالم کہ دیکھی نہیں	۱۱۔ زلفت سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے منہ پر کھٹلا
۱۱۔ در پہ لہنے کو کھٹا اور کھٹے کیا پھر گیا	۱۱۔ جتنے عرصے میں مرا اپنا ہوا بستر کھٹلا
۱۱۔ کیوں اندھیری ہے شب غم کی ملاؤں نزل	۱۱۔ آج اُدھر ہی گورب کا دیدہ خستہ کھٹلا
۱۱۔ کیا رہوں غربت میں شجب ہو جاوٹ کھٹلا	۱۱۔ نامہ لائق ہے وطن سے نامہ پیرا کشر کھٹلا

۱۱۔ اس کی استیتیں میں میں سیر رہیں کیوں کام بند
۱۱۔ واسطے جس شے کے غالب گنہ ہے در کھٹلا

۱۱۔ بادشاہ قفر کے مذاق سخن اور مجمع شعر کے گمان سے بزم شاہنشاہ کو گنجینہ گو کرکھا۔ ۱۲۔
۱۱۔ بہت کہے ہیں چراغ روشن ہوتے ہیں۔ ستاروں کو چرل غم سے مشابہت دی ہے یا یہ کہ ستارے خود بتوں سے مشابہ ہیں۔ ۱۲۔

۱۱۔ یعنی ظاہر میں تو دوست کے ہاتھ میں قصہ کے لیے نشتر موجود ہے جس سے ثابت ہو کرے
۱۱۔ علاج دیوانگی منظور ہے۔ مگر آئیں میں مجھے قتل کرنے کے لیے خود بخود پوشیدہ ہے۔

۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

شب کہ برق سوز دل سے زہرہ ابرو تھا
 دان کرم کو عذر بارش تھا عیان گیر خندام
 واں خود آرائی کو تھا موتی پر دے کا خیال
 جلوہ گل نے کیا تھا واں چراغان آب جو
 یاں سپر شور مینابی سے تھا دیوار جو
 یاں نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بخودی
 فرش سے تا فرش ال ملوفان تھا مچی رنگ
 ناگماں اس رنگ سے خونایہ پیکانے لگا
 نالہ دل میں شب انداز اثر نایاب تھا
 مقدم سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہو
 نازشیں لایام خاکستر نشینی کیب کھول
 کچھ نہ کی اپنے خون نالہ سانسے ورنہ یاں
 آج کیوں بردائیں اپنے اسیروں کی تجھے
 یاد کردہ دن کہ ہر اک حلقہ تیرے دام کا
 شعلہ خوراک ہر اک حلقہ لگ جاتا ہے۔ یہاں غالب خیال حسن کو
 حسن عمل سے مشابہ قرار دیتا ہے کیونکہ تصور حسن یا اسے بھی گوشہ لحد نمونہ ظہر بن گیا ہے۔ ۱۲
 ۱۳ "کیوں اندھیری ہے شب غم" اس کا جواب یہ ہے کہ آج بلا دن کا ترول ہے جن کے اترنے کا
 تماثلو کیے کی غرض سے تاروں کا رخ زمین سے آسمان کی جانب پھر گیا ہے۔ ۱۴
 ۱۵ قاعدہ ہے کہ اجار مرگ و حوادث کے متعلق خطوط اکثر کھلے ہوئے روایت کیے جاتے ہیں۔
 ۱۶ سے گنبد بے در کھلا یعنی شب معراج میں۔ گنبد سے در یعنی آسمان۔ ۱۷
 (د)

۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

گرداب پڑتے تھے وہ شعلہ کے جو اللہ جل جلالہ نے بنائے تھے۔
 اسے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ وہ مذراہ اشک کی بنا پر یہاں نکلتے آتے اور میں اس قدر دعا کی کیجیے کہ وہی
 آنسوؤں سے تر ہو کر جو کچھ میں کہتا ہوں اسے سب سے پہلے مانگو گئی۔
 اسے دیا اور جو تھا میں نے سب کرانے کے لیے دیا وہ تلاش کرتا تھا اس کے لیے قطعے میں لایا جو دینا اور خوب
 کی بے پروائی کا حال قلم پر ایوں میں تھا ذکر کے رکھا ہے۔
 اسے اس رنگ سے خوب لکھانے لگا یعنی اس طرح غزل سدا ہوا یہ اس غزل کے دوسرے
 حصہ کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲۔

خجہ نایاب تھا یعنی شہ تھا۔
 دوسرے شعر میں نمایاں اشک کی تصریح کرتا ہے کہ دل بیتاب تھا گو کہ تھا گو یا غریب کی بزم وصل کا پسند تھا۔
 یعنی اس کی بے تکلیفی میرے فائدے کے خلاف تھی۔
 اسے مقدم یعنی آنار نشاۃ آریگ یعنی سرور ساز مدائے آب مثلاً جترنگ۔
 مطلب یہ ہے کہ عشاق کو اپنی بربادی اس قدر مرغوب ہوتی ہے کہ اپنے مکان میں سیلاب کے آنے سے
 وہ اس اور ہمہ درہیں کہ گویا جترنگ میں ہے ہیں ۱۳۔
 اسے اندیشہ یعنی خیال، خاک نشینی کے زمانے کی کیفیت نہ بوجھ کر ہم خاکشیں بہر خاک کو کبتر ہنسیاں سمجھا کرتے
 تھے۔ اور زمین پر کبوتر ہنسیاں کی سی راحت ملتی تھی۔
 اسے جنونی نارسا عشق نام تمام۔ وہ کشمکش مقابل یعنی اگر عشق نام تمام نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ ذرہ آفتاب کے
 برابر ہو جاتا۔ لیکن نارسائی جنون نے آفتاب فیض سے محروم رکھا اور نایاب نہ ہونے پایا۔

۱۴۔	خون جگر و دہیت شرکان یا رقتا	۱۵۔	ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا سب
۱۶۔	توڑا جو تو نے آئینہ تیشال وارہ تھا	۱۷۔	تہ بہت میں ہوں اور ماتم یک شہر گرد و
۱۸۔	جان دادا ہوا اے سرور ہنگہ ارتقا	۱۹۔	میں میری نفس کو کھینچنے پھر دیکھ میں
۲۰۔	ہر قدہ ہوشل جو ہر تیغ آب دار تھا	۲۱۔	موت سرکب دشت وفا کا نہ بوجھ حال
۲۲۔	دیکھا تو کم ہوسے پیسہم روزگار تھا	۲۳۔	کہ جانتے تھے ہم بھی غم عشق کو پڑا اب
۲۴۔ یعنی آنکھوں سے اس قدر خون جاری رہتا ہے کہ گویا جگر میں جتنا خون تھا وہ شرکان یا رقتا			

اہمیت تھا اور اس لیے اس کے ایک ایک قطرے کا حساب اسی طرح دینا پڑیگا جس طرح اہمیت کا حساب دینا پڑتا ہے (بادشاہ غالب)۔ ۱۲

۱۳۔ اگر کسی سے یہ بیان آئے کہ مول اور ایک شعر آرزو سے جو تمنا مراد ہے۔ ۱۴۔ یعنی تو نے دیکھنی کر کے ہزار ہا ہزاروں کا غنیمت کر ڈالا۔

۱۵۔ دشت وفا کی سراب کا خزانہ دلاؤ متعجب رہو کہ جو ہرے شاہیہ یعنی اہل وفا کے قتل کا نشان رکھتا ہے۔ ۱۶۔ خوب وفا کے لحاظ سے اعتبار سے مرعوب ہونے والے ہیں۔

۱۔	بکہ دشواری سے ہر کام کا آساں ہونا	۲۔	آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا
۳۔	مگر چاہے ہے خرابی مرے کاشانی کی	۴۔	درو دیوار سے چپکے ہے بیابانی ہونا
۵۔	ولے دیوانگی شوق کہ ہر دم مجھ کو	۶۔	آپ جانا آہ ہزار اور آپ ہی جیل ہونا
۷۔	جلوہ از لب کہ تقاضا ہے نہ کرنا ہے	۸۔	جو ہر آئینہ بھی پاس ہے مرگا ہونا
۹۔	عشرت قتل کہ اہل تنہا مست ہو چھ	۱۰۔	بید نظار وہے شمشیر کا عریاں ہونا
۱۱۔	بے گئے خاک میں ہم داغ تنہاے نشاط	۱۲۔	تو ہو اور آپ بعد رنگ گلستاں ہونا
۱۳۔	عشرت پارہ دل زخم تنہا کا	۱۴۔	لذت ریشنی جگر غصہ قی ناک دال ہونا
۱۵۔	کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے تو یہ	۱۶۔	ہائے اس درد پشیمانی کا پیشیاں ہونا

۱۷۔ حیف اس چارہ گرہ کی کہ میرے کی قیمت غالب
۱۸۔ جس کی قیمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

۱۹۔ انسان ہونا یعنی حقیقی صفات و سیرت انسانی کا پید کرنا۔
۲۰۔ یعنی صن یا کہ تقاضا ہے کہ مجھے دیکھو اس لیے آئینہ آکھ اور جو ہر یکس بن جانا چاہتے ہیں۔
۲۱۔ اہل تنہا یعنی تنہا کو عریاں دیکھ کر شوق شہادت میں شہرہی خوش ہوتے ہیں جیسے لوگ عیب کا چاند دیکھ کر ہوا کرتے ہیں۔ ۱۲۔

۲۲۔ بعد رنگ گلستاں ہونا یعنی فرد مرے سے بارغ بارغ ہوا۔ یعنی اب تم خوش ہو کہ ہم دنیا سے
۲۳۔ ہم دنیا مراد ہو گئے۔ ۱۴۔ یہ وطن و وطن کی گھگھو ہے۔

۲۴۔ اپنی ایداد وستی کا اظہار کیا ہے۔ ۱۵۔

میں یہ شعر نہایت خوب ہے لیکن دونوں مصرعوں میں قیمت کی تکرار نے کسی قدر بے لطفی پیدا کر دی ہے۔ ۱۲۔

شب غار شوق ساقی رتخیز اندازہ تھا	۱۱	تا محیط بادہ صورت خانہ غیبازہ تھا
لیک قدم وشت سے درخ فتر امکان کھلا	۱۲	جادہ اجڑائے دو عالم دشت کاشیرازہ تھا
ماخ وشت خرمیہاں سے لیے اکون ہے	۱۳	خانہ مجنون محمد گروے دروازہ تھا
پوچھ مت رسوائی انداز استغاثے صحن	۱۴	دست مریوں خار خار رہن غارہ تھا
نار دل نے دیے پورق نحت دل بباد	۱۵	یاد گدازہ اک دیوان ہے شیرازہ تھا

۱۱۔ شوق ساقی۔ ساقی کی آمد کا شوق جو بادہ کشوں کے دل میں تھا رتخیز اندازہ یعنی قیامت کے ہاتھ خیل بادہ خطا سفر جہاں تک شراب ہوئی ہے مطلب یہ ہے کہ شوق ساقی کے غلام میں کچھ اس قیامت کا چوش تھا کہ مینا نے کی ہر شے بیان تک کہ شراب بھی غیار نہ کش ہو رہی تھی۔ اور اس طرح پرایک صورت خانہ غیار نہ کی کیفیت پیش نظر ہو گئی تھی۔ غرض کہ مضمون یہ ہے کہ ساقی کی آمد کی ہر شے مشتاقی و منتظر تھی۔

۱۲۔ ایک قدم وشت یعنی اندک وشت۔ دو عالم دشت سے کثرت مراد ہے۔ جادہ یعنی جادہ وشت کو جو ہر اسے دو عالم دشت کاشیرازہ اس بنا پر کہ ایک قدم وشت سے یعنی دریا ہی سی وشت سے تمام دفر امکان کی حقیقت معلوم ہو گئی۔

مطلب یہ ہے کہ دفر امکان کا دریں بہ صحت عقل و ہوش پر بنائے خوف و کم ہمتی شکل تھا وشت نے اُسے آسان کر دیا کیوں کہ مینا کی وشت دیوانگی نے اُس پست ہمتی کو مٹا دیا۔

۱۳۔ مجنون صحرا گرہ کے گھر یعنی صحرا میں دروازہ بھی نہ تھا جو ہر ہوتا اور ایل اندر نہ جاسکتی پھر مجنون نہیں کیا عجیب مانع ہے کہ وہ کبھی بہ تقاضاے وشت وہاں تک نہیں پہنچ جاتی۔

۱۴۔ استغاثے صحن کی شان یہ تھی کہ اُسے کسی دوسری چیز کی ضرورت نہ ہوتی۔ پس یہ خانا و غاثے

کا استعمال انداز استغاثے کی رسوائی کا موجب ہے۔ ۱۵۔

۱۵۔ دل کو یا ایک دیوان تھا اور نہ تھا سے دل اُس دیوان کے ورق تھے۔ نار دل نے اُن کو

کو پریشان کر دیا اور دل نے ایک دیوان ہے شیرازہ کی شکل اختیار کر لی۔ ۱۲۔

دوست فخراری میں میری سی خیر کینے کی بے نیازی حد سے گزری زندہ پرور کتبک حضرت ناصح گرائیں فیدہ دل فرشتہ دل آج وال تیغ و کفن باندھے ہو جاتا ہوں میں گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی خانہ نماز لعل میں نہ نچرے بھائیں گے کیوں	زخم کے بھرے تھک خن ترہ آئینے کی ہم کہیں غمے مال لاد و آب فرما تھکے گیا کوئی ٹھیکہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں غمے گیا عند میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے گیا یہ جنون عشق کے انداز چھٹ جائیں گے گیا ہیں گرفتار و ناز و نال سے گھر لیتے گیا
--	--

سے اب اس مسمومہ میں غم غم الفت است ہم نے یہ ناکہ دلی میں رہیں گھائیں گے کیا	سے
--	----

سے غم الفت جو میری غم سبب وہ دیاں مقو وہ ہے یعنی کوئی معشوق اپنی دیاں دل لگانے کے قابل نہیں رہا۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا ترے وعدے پر بے ہم تو یہ جان بھوٹ جانا ترمی ناز کی سے جانا کہ بندھا تھا جد و دا کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیریم کش کو یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بے میں دست ناصح رگ رنگ سے ٹپکا وہ لہو کہ پستہ قسمت غم اگر چہ جان گسل ہے یہ بچیں کہاں کہ دل جتا ہوئے مرے ہم جو رسوا ہوئی کیوں نہ عرق فریا اسے کون دیکھ سکے کہ چکانہ ہے وہ یکستا	لہ اگر اور جیتے رہتے یہی اقتطاب رہوتا لہ اگر خوشی سے مرنے جاتے اگر اعتبار ہوتا لہ کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا لہ یہ غلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پاد ہوتا لہ کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا لہ جسے غم سچو رہے ہو یہ اگر شہرہ رہوتا لہ غم عشق اگر نہ ہوتا غم غم روزگار ہوتا لہ نہ کبھی جتنا زہ اٹھاتا کہیں مسزاد ہوتا لہ بودنی کی بولچی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا
--	---

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب تجھے ہم ولی سمجھے ہو نہ باہ خواہ موتا	سے
---	----

سے جھوٹ جانا یعنی ترے وعدے کو۔ ۱۲ اگر جھوٹ ہوتے تو شادی مرگ کی صورت پسہ ہوتی۔

۱۳۰ - نواز شہزادے بیچا یعنی ابو ابرہہ شکار کھیلے رنگیں۔ نواز شہزادے بیچا کی نکالیں اور بالچہ بہت ادا کی جاتی ہیں نہ بھرتی رنگ و شکوہ ۱۳۰

تسلطہ تعاقب یگین آرماء ایتھا تعاقب جس سے ارباب شوق کے صبر و استقلال کی آزمائش کی جا
 ہے آقا با معنی ہے تاں وہ بے تکلف ۱۲

نکاح ہوتا ہے منہ عشق صادق۔ ہوس کو عشق کا ذیبا اور ناپایدار ہونے کی بنا پر شعلہ نفس سے تریبہ
دی ہے جس کی روکششی دم چیرے زیادہ قائم نہیں رہ سکتی۔ ۱۲

عسائی عطائے شراب کے معاملے میں تغافل کرتا ہے تو ہم کو کیا شکایت ہو سکتی ہے ہم پوئینہ
یعنی صرت اس کی صورت دیکھ کر اس دور بخود میں کہ ہماری ہر سائنس گویا محیط بخود کی
ایکک موج ہے۔

۱۳۔ اگر آوارگی عباس کے سبب سے پیراہن یار کے عذر کی خوشبو پریشان ہو جاتی ہے تو میں اس کا کیا غم یعنی غم تو اس وقت ہوتا جب ہم کو اس کے سونگنے کا دماغ بھی ہوتا۔ ۱۳۔

۱۷ ہر قطرے کے دل سے انا الحکیم کا نکل رہا ہے اور دوسرے قطرے میں اس بیان کو جی ذات پر منتقل کیا ہے اور اپنے کو ایک قطرہ قرار دیکر کہتا ہے کہ ہم بھی انا الحکیم کا نام لیتی کے مقام میں ہیں کیونکہ ہم اسی طرح کرنا (درستی نامحدود الہی) کے ایک جزو ہیں۔ ۱۷

شہ عاشق کو شہب نگاہ کرنے میں تجھے کیا تامل ہے۔ اس کجائیں فضا میں ہوں کہ تجھ سے کوئی
خون بہا کا طلیکار نہ ہوگا۔ ”(دھڑکیے)۔“ خوب کہتے۔

۱۱ شکست قیمت یعنی قیمت کا گھٹنا۔ اس سے ظاہر ہے کہ شکست قیمت کی کوئی حد نہیں ہوتی
جس لئے پیش خاکے نمائندگان اس کو نہ توڑ دیونگے اس کی شکست سے سامعہ لوازہ بھی تو نہیں ہوتی
۱۲ "فائل" و "جبر" کیوں؟ یعنی اسے قائل یہ وعدہ کبیر آرا کیوں ہے۔ اس میں مصنف یہ ہے
کہ "فائل" کو وعدہ کبیر آرا کی مصنف ہی قرار دے سکتے ہیں۔ ۱۳

در خور تہ غضب جب کوئی ہم سانہوا
بندگی میں بھی وہ آزادہ و خود میں ہیں کہ ہم
سب کو مقبول ہے دعوائے تری کیا نائی کا

ساختن کوئی بت آئینہ نہیں چاہتا ہوا

۵۴	کم نہیں نازش ہنسا می چشم خوباں کو	۵۵	تیسرا بیمار برا گیا ہے گراھچا نہ ہوا
۵۶	سینے کا داغ ہے وہ نازک لب تک نہ گیا	۵۷	خاک کا رزق ہے وہ قلعہ ہے کہ دریا نہ ہوا
۵۸	نام کا ہے مرے وہ دیکھ جو کسی کو نہ ملا	۵۹	کام کا ہے مرے وہ فتنہ کہہ رہا نہ ہوا
۶۰	ہر بن موسے دم ذکر نہ چکے خوننا ب	۶۱	حزہ کا قصہ ہوا عشق کا جسہ چاہ نہ ہوا
۶۲	قطرے میں جلد دکھائی نہ دے اور جڑ میں کل	۶۳	کیل لڑکوں کا ہوا دیدہ بینا نہ ہوا

۱/ بھی خبر کرم کہ غالب کے آئین کے پرزے
دیکھتے ہم بھی۔ مگر تھے یہ تماشا نہ ہوا

۱۔ کہہ سنے میں چونکہ شبیہ نظر آتی ہے اس لیے آئینہ ہنسا کی صفت بت کے ساتھ اس موقع کے مناسب
مطلب یہ ہے کہ کسی نے حسن میں کچھ سے مقابلہ نہ کیا۔
۲۔ چشم خوباں کی کجی صفت "بیمار" ہے۔ پس بیمار ہونے میں غرہ ہنسا کی حاصل ہونا چاہیے۔
۳۔ سینے کا داغ ہے یعنی ننگا سینہ ہے۔ خاک کا رزق ہے۔ یعنی رانگاں ہے۔ اور صفت میں
ہوتا بھی یہی ہے کہ جو قطرہ دریا تک نہیں پہنچتا وہ میذب خاک ہو کر رانگاں ہو جاتا ہے اور جو نالہ
لب تک نہیں پہنچتا اُس کے ضبط کرنے سے سینے میں داغ پڑ جاتا ہے۔
۴۔ دیدہ بینا کہ لڑکوں کا کیل نہیں ہے کہ اُسے قطرے میں دریا اور جڑ میں کل نہ دکھائی دے۔
۵۔ دیدہ بینا کو ضرور اور جڑ میں کل نہ دکھائی دیکھا۔ ۱۲۔

۱۔ اندھم وہ جنوں جولاں گدلے پے سر پائیں ۵۴ کہ ہے سرخیز شریگاں آہو شیت غار اپنا
۵۵ ملے جنوں جولاں یعنی جولاں جنوں رکھنے والا۔ پنجہ شریگان آہو کو شیت غار قرار دیکھا اپنی نسبت و شیت
کا دکھانا کیا ہے اور پس۔ ۱۲۔

۵۶	چنے نذر کرم تحفہ ہے شرم نارسائی کا	۵۷	نجنون غلطیہ صدر نگد عوے پارسائی کا
۵۸	نہ جو حسن تماشا دوست رسوا ہے وفا کی کا	۵۹	بہ ہر صد نظر ثابت ہے دعوے پارسائی کا
۶۰	زکاہ حسن ہے لے جوہ بینش کہ ہر آسا	۶۱	چراغ خانہ کوردیش کا سسر ہو گئی کا
۶۲	نہ راجاں کہ یحیوم قاتل تیسری گردن پر	۶۳	رہا ماند خون ہے گنہ حق استغاثی کا
۶۴	تنتا نہ زباں جو پاس بیژبانی ہے۔	۶۵	مشاجس ہوتے تھا شا شکوہ بیدست و بیانی کا

وہی اک بات ہی جو میان نفس و ان محبت گل ہے
چمن کا جلوہ باعث شہ و مری نگین نوائی کا
دوران ہر شب پیغامہ جو نہ بجزیر رسوائی
مردم تک یو فاجر چاہے میری بیوفائی کا

نہ دے نامے کو انا طول غالب محقر لکھ دے
کہ صرت سچ ہوں عرض ستمائے جدائی کا

لے بخشش الہی کی نذر رکے واسطے ہمارے پاس صرف شہرم نارسائی کا تھو ہے۔ دوسرے ہمارے
میں تجھے کی تشریح کر دی ہے یعنی ہمارے پاس اس دعوائے پارسی کا تھو ہے جو سورنگ سے خون
میں طغیہ ہے یعنی جس کا خون ہو چکا ہے۔ ۱۱۔

تھو سخن تماشا دوست۔ وہ صحن بے یار بند ہو کہ لوگ اسے دیکھیں۔ رسوائی فانی کا۔ فارسی ترکیب
”رسوائے فانی“ کا ترجمہ ہے۔

مطلب یہ ہو کہ اگر یاد کو میرے علاوہ دوسروں کو بھی اپنا نظارگی صحن بنانا پسند ہے تو اس سے
اُس پر ہے وفائی اور شکست عہد پارسی کا اہرام ماند نہیں ہو سکتا کیونکہ اُن دیکھنے والوں کی نظر میں تو
گناہ نہیں ہیں جن سے اس کی پارسی کا دعوے ثابت ہے۔ ۱۲۔ پہلی ٹکنی کہ یہ صحن بطریق المنزہ
تھو ”اک“ یعنی ”تاک“ یا جس کے سبب ہے ”استواروں کو دور کرنے سے اس بلین شعر کا مطلب یہ نکلتا
ہے کہ اسے جلوہ دیدار سے چشم مشتاق کو روشن کر۔ ۱۳۔

تھو یعنی حق آشنائی یہ تھا کہ تو جو کو مار ڈالتا۔ ۱۴۔

تھو زبان کی تناسف صافی تھی کہ مدت و بانی کی شکایت کی جائے۔ لیکن چونکہ مجھ کو سیریاں دیکھ کر اُن کو
خود بخود رحم آگیا۔ اس لیے تنائے زبان بے زبانی کی رشتا کشی کر رہی ہے کیونکہ بے زبانی ہی کے سبب
سے شکوہ ہے دست و بانی کی ضرورت باقی رہی اور اُن کو عرض حال و شکایت کے بغیر یہ رحم آگیا۔
لہذا بت خود دیے وفا ہوتے ہیں جب وہ بھی تجھے بے وفائی کا طعن دیتے ہیں تو خیال کرنا چاہیے کہ یہ
بے وفائی کا دعوہ کس قدر بڑھا ہوا ہے۔

خیر رسوائی کی ترکیب نہایت دور درگزر ہے۔ غالب کا مطلب اس سے یہ ہو گا کہ تباہی و زوال کے حقائق
مردم کی کہ تشریح رسوائی میں نہیں ہے بلکہ عہد پارسی کا دعوہ ہے۔ ۱۵۔ دوسرے ہمارے
سے تشریح تک پہنچی ہے اور اس حوالہ پر کہ تشریح رسوائی کی شکل مردار ہو گئی ہے۔

سے ہی استہناسہ بدانی کے بیان کرنے کی حسرت رکھتا ہوں۔ اس میں اشارہ اس امر کی جانب ہے کہ ان کی کثرت کی وجہ سے بیان قاصر ہوں۔ ۱۲۔

گر نہ اندوہ شبِ فرقتِ بیاں ہو جائیگا	۱۔	بے تکلف ترانہ نہ تھرداں ہو جائے گا
زہرہ گر ایسا ہی شامِ پھر میں ہوتا ہے آب	۲۔	پر تو متاب سیلِ خائیاں ہو جائے گا
تو لوں موتے میں لٹکے پاؤں کا ہوسہ مگر	۳۔	ایسی باتوں سے وہ کا فرید گماں ہو جائے گا
دل کو ہم صرف فانی سمجھے تھے کیسا معلوم تھا	۴۔	یعنی یہ پہلے ہی نذرِ استحصال ہو جائے گا
سب کے دل میں ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا	۵۔	مجھ پر گویا اک زمانہ مہرباں ہو جائے گا
گر نگاہِ گرم فتنہ مالتی رہی تسلیم منہبط	۶۔	شعلہ خیز میں جیسے خونِ لگ ہیں ناں ہو جائیگا
باغ میں مجھ کو نہ لجا ورنہ میرے حال پر	۷۔	ہر گلِ تر ایک چشمِ خونِ فشان ہو جائیگا
وہ لے کر میرا انصافِ محشر میں نہ ہو	۸۔	اب تلک تو یہ توقع تھی کہ داں ہو جائیگا

فائدہ دیکھا سچ آخر تو بھی دانا ہے اسد
دوستی ناداں کی ہے جی کا زیاں ہو جائیگا

۱۔ تھرداں۔ تھرداں موتی۔ داغِ ماہ کو باعتبار سیاسی دشمنیت ہر سے تعبیر کیا۔
مطلب یہ ہے کہ اگر شبِ فرقت کا اندوہ میں ادا نہ کر سکوں تو یہ سمجھنا چاہیے کہ چاند کا داغ میرے لیے گویا ہر خاموشی بن گیا تھا۔ ۱۲۔
۲۔ چاند کی کا زہرہ آب ہو کر اس کی صورت پیدا ہو جائیگی مطلب یہ ہے کہ سحرِ باد میں چاندنی خوفِ آوارہ و بربادی ہو جائیگی۔ ۱۳۔
۳۔ ایک مطلب اس شعر کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر محبوب خواب میں آئے اور میں اس کے پاؤں کا ہوسے لوں تو وہ بدگماں ہو کر خواب میں بھی آتا چھوڑ دے گا۔ ۱۴۔
۴۔ نگاہِ گرم یعنی فخرِ شباب جس کے خوف سے خونِ لگ میں اس طرح نہاں ہو جائے گا جیسے شعلہ خیز میں ہو گا۔ ۱۵۔

در صفتِ کششِ دوانہ ہوا	۱۔	میں نہ اچھا ہوا اُڑا نہ ہوا
جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو	۲۔	اک تماشا ہو گھلا نہ ہوا

<p> دہریا جب جسٹس اور کسے بایں گالیوں کھا کے بے مزانہ ہوا آنی گھس میں بوریانہ ہوا بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا حق تو ہے کہ حق ادا نہ ہوا کام کر رک گیا سارو ادا نہ ہوا لے کے دل و دستاں داندہ ہوا </p>	<p> گرم کمال صفت اور کسے بایں کتنے شیریں ہیں تیرے کہ رقیب ہے خبر گرم ان کے آنے کی کیا دہ نرد کی خندا کی تھی جان دی وی ہوئی اوس کی تھی زخم گرب گیا ابو نہ تھا رہ نہ رہے کہ دل ستانی ہے </p>
<p> کچھ تو پڑے کہ لوگ کہتے ہیں کج غالب غزل سرا نہ ہوا </p>	
<p> لہ میں نہ اچھا ہوا کچھ برا نہ ہوا کیونکہ اگر اچھا ہوتا تو مجھے دوا کا احسان نہ ہوتا پڑتا تھا حالانکہ دوا کا احسان لینا مجھے منظور نہیں ہے یہ بندگی میں غم و رنج بندگی پر نرد کی خندا کی کمالی کرنا باطل نئی بات ہے۔ کتاب ہے کہ میری بندگی کیا نرد کی خندا کی تھی کہ اس سے مجھ کو سوا نقصان کے کچھ فائدہ نہ پہنچا۔ (دوا دگار غالب) یہ کام جب رک جاتا ہے تو رونا نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے زخم کے دب جانے پر چاہیے تھا کہ ابو بھی روانہ نہ ہوتا لیکن ہٹان ایسا نہیں اور نہ خمر کے دب جانے پر بھی ابو جا رہا ہے۔ </p>	
<p> گھر میں جو ہوا غصہ سب دیر کا مگر ستم زدہ ہوں تو دن عامہ فرساکا دوام کلفت خاطر ہے عیش دنیا کا مجھے دماغ نہیں خند ہائے بے جا کا کہ ہے ہر بن ہو کام چشم بینا کا ہیں دماغ کہاں صن کے تقاضا کا مری نگاہ میں سب جمع خرچ دریا کا </p>	<p> گلاسے شوق کو دل میں بھی تلی جا کا یہ جانتا ہوں کہ تو اور رانج مکتوب حنائے پاسے خزاں ہے ہمارا گرسے بھی غم فراق میں طیف سیر باغ نہ دو ہنوز محمدی سن کو ترستا ہوں دل لہن کو پہلے ہی ناز و اوست دے بیٹھے نہ کہہ کر یہ ہند ار حشرت دل سے </p>
<p> شہ تھک کر دیکھ کے کرتا ہوں اس کو یاد اسد </p>	

جفا میں اس کی ہے انداز کا فکس ماکا

۱۱۔ دل میں بھی یعنی اگر چہ دھت دل مشہور ہے۔ مگر کو دل سے اور شوق کو اضطراب و ریاست
مشابہ کیا ہے۔ ۱۲۔ مطلب یہ ہے کہ دل میں اضطراب شوق کو اثر جو صدمہ جگہ نہ لئے سے اُس کا جزا
باقی نہیں رہا گو یا دریا گہریں سما گیا۔

۱۳۔ پانچ کتب یعنی جواب خلد مطلب یہ ہے کہ شوق کی عیانہ فرسائی سے مجبور ہوں ورنہ یہ تو
معلوم ہے کہ تو جواب خلد و یکجا ۱۲۔

۱۴۔ ہمار کو بوجہ رنگینی تھائے پائے خزان کما۔ کہتا ہے کہ دنیا کا پیش آخر کار ہمیشہ کلفت خاطر کا باعث
ثابت ہوتا ہے۔ شکار جاری کو سٹے لیے کہ وہ گویا پائے خزان کی حاکم ہوتی ہے جس کی رنگینی چند روز میں اُل
ہو جاتی ہے اور پھر خزان کی کا دور دورہ رہتا ہے۔ ۱۲۔

۱۵۔ خندہ گل کو خندہ ہے جا اس لیے کہا کہ وہ کچھ سبک یا ازراہ تعجب نہیں ہوتا ہے پس گویا اس کا
خندہ بے محل ہے۔ (یا دگار غالب)

۱۶۔ مصرع ثانی کے شروع میں "باوجودیکہ" یا "اگرچہ" برصا کر پڑنے سے مطلب صاف ہو جاتا ہے۔ ۱۲۔
۱۷۔ "تفاصلاً" اب بالکل مندرک ہے "تفاصلاً" کا "چاہیے" غالباً ٹائی کی ضرورت نے مرزا کو
مجبور کیا ہو گا۔ ۱۳۔

۱۸۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ شدت گریہ کی وجہ سے میری آنکھوں سے دربار داں ہے لیکن پھر
بھی وہ میری حسرت دل کے جو صطلے کے موافق نہیں ہے۔ ۱۲۔ یعنی میری حسرت دل بہت بڑی
ہوتی ہے کثرت اشک سے اُس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔

۱۹۔ یعنی فلک کو دیکھ کر دیا د آتا ہے کیونکہ جو کچھ ستم فلک کرتا ہے اُسی کے حکم سے کرتا ہے۔

قطرہ ہے بک حیرت سے نفس پرور ہوا	۱۰۔ خطا جام سے سراسر رشتہ گویا ہر ہوا
اعتسار عشق کی غار شہر اہل دیکھنا	غیرنے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا

۱۱۔ جب ساغر نے لب یار سے ملا تو قطرہ اسے بے غلط حیرت مجبور ہو گیا گویا کوہ برن گئے اور
خطا جام رشتہ گویا کے لئے ہو گیا۔ ۱۲۔

جب بے فکر یہ مفسر یار نے محل باندھا	۱۰۔ پیش شوق بے ہر ڈر ہے اک دل باندھا
-------------------------------------	--------------------------------------

اہل منیش نے یہ حیرت کہہ شوخی ناز و یاس و امید کے یک عہدہ میدان مانجا	۱۰۰ جوہر آئینہ کو طوطی
---	------------------------

نہ بند سے شعلی شوق کے مضمون غالب
گر پہنچے دل کھول کے دریا کو بھی ساحل بانڈھا

۱۰۱ عکس روئے یار کی وجہ سے آئینہ کو یا ایک حیرت کہہ بن گیا ہے اور یار کی شوخی ناز کے اثر سے جوہر آئینہ اس حیرت کہہ آئینہ میں طوطی بیل کے مانند پھٹک رہا ہے۔ ۱۰۰ جوہر آئینہ کو اس کی میتابی ظاہر کے قبا سے طوطی بیل سے مشابہ کیا ہے اس میں ایک نازک اشارہ اس امر کی جانب بھی ہے کہ ناز یار کی شوخی ناز باب شوق کی حیرت کو اضطرار سے بدل دیا کرتی ہے۔

۱۰۲ شہ دل سائل کو ایک طلسم اور جنگ گاہ یاس و امید قرار دیا ہے۔ اس طلسم کی بانی پست بہتی ہے۔ کیونکہ یہی اکثر محرک سوال ہو ا کرتی ہے اور اس میدانِ عہدہ میں امید قبول اور یاس رد سوال کے درمیان باہم جنگ ہو ا کرتی ہے۔

میں اور بزم سے یوں تشنہ کام آؤں	۱۰۳ گریں نے کی تھی تو بے ساقی کو کیا ہوا تھا
---------------------------------	--

۱۰۴ ہے ایک تیز چمیں دونوں چھیدے پڑے ہیں
۱۰۵ در ماندگی میں غالب کچھ بن پڑے تو حسانوں
جب رشتہ بے گرہ ہوتا ناخن گرہ کشا تھا

۱۰۶ شہ معنی اس نے زبردستی کیوں نہ بلا دی ریا دگار غالب

کھٹ پہاڑ جو نہ روئے بھی تو دیران ہوتا	۱۰۷ محسوس اگر مجھ نہ ہوتا تو بیاباں ہوتا
---------------------------------------	--

۱۰۸ تنگی دل کا گھلا کیا یہ وہ کانسول ہے
۱۰۹ بعد ایک عمر درع بار تو دیتا بار سے

۱۱۰ لے جو اراکھر جو کثرت گریہ سے دریا ہو رہا ہے۔ اگر نہ روتے تو یہاں ہوتا یعنی دیرانی بہر حال باقی رہتی۔
۱۱۱ نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
۱۱۲ ہو ا جب غم سے یوں تھیں غم کیا ہو سکے گئے کا
۱۱۳ نہ ہوتا اگر جدا تین سے تو زانو پر دھرا ہوتا

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے	
---------------------------------------	--

دو ہر اک بات پر لکنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا

لے جب دنیا میں کچھ تھا تو خدای خدائے ابد الکریم جو ذات عالم کا ظہور نہ ہوتا تب بھی خدا ہی خدا ہوتا۔ پس غالب کہتا ہے کہ میری ہستی ظاہر ہے مجھ کو ایک سٹے دیگر قرار دے کہ بریاد کر دیا کیونکہ اگر میں پیدا نہ ہوتا تو خیالی کرنا چاہیے کہ کیا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ خدا ہوتا دینی ذات الہی کا ایک جزو ہوتا۔ کیونکہ یہی علم ہی علم ہو چکا ہے کہ اگر کچھ نہ ہوتا تو خدای خدای ہوتا۔

یک دروازہ میں تین بے کار بارغ کا ،	۱	۱۰۰	یاں جاوہی قیلم لائے کے داغ کا
بے گئے تھے طاقت آشوب آگہی ،	۲	۱۰۰	کھینچا ہے بحر وصلہ نے خطا یاں کا
بلبل کے کاروبار پہن خند ہائے گل ،	۳	۱۰۰	کہتے ہیں جس کو ہنسی خل ہے داغ کا
تازہ نہیں ہے نشہ اشک سخن بے ،	۴	۱۰۰	تیرا کیوں قسیم ہوں دو دھیراں کا
سویا رخت عشق ہے آرزو جسم بے ،	۵	۱۰۰	پر کیوں کر کہ دل ہی عدد ہے قلم کا
بے خون دل ہے چشم میں مگر غبار ،	۶	۱۰۰	یہ سیکھو خراب ہے مے کے سیر کا
یاں شگفتہ تر ابا طاقت طو ل لکھو ،	۷	۱۰۰	اگر بیکار ٹکدہ کس کے داغ کا

۱۰۰ موم بہار کا ڈگر گتا ہے کہ کن کل باغ کا ایک ذمہ دین جی بے کار نہیں ہے۔ شکار داغ کی روشنی پر آمدورفت مردم کی وجہ سے کچھ نہیں آگتہ لیکن اس زمانے میں جو شغل کی یہ کیفیت ہے کہ ریش بھی کھاسے سچائی کی کثرت کی وجہ سے گویا لائے کے داغ کا قیلم بنی ہوئی ہیں۔ واللہ اعلم۔

قیلم یا قیلم یعنی جی جو استعداد قبول کرے (ذہنیات) یہاں جاوہ چمن کو قیلم کہا گیا اس سے لائے کے داغ روشن ہوتے ہیں۔

۱۰۰ آشوب بعض شور و غوغا۔ آگاہی کو آشوب قرار دیا جس کی برداشت کے لیے جی گساری لازم تھی۔ انظار ہے کہ اس عرض کے لیے ایک شعر ہے کیا کام میں سکتا ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ ساغر جی لہر نہ ہو بلکہ صرف ایک مدھنورہ (خط ساغر) نامک شراب سے چرچا ہو۔ ۱۲

آگاہی کے لیے جو ہم انکار و خیالات لازمی ہے۔ ۱۰۰ یعنی بنا پر اسے آشوب کہا۔

۱۰۰ دو دھیراں کو تریاک اور اس تریاک کے نشہ کو نشہ لکھ کر قرار دیا۔

۱۰۰ مطلب یہ ہے کہ میں نے دو دن چراغ کے سائے میں بیٹھ کر رات رات بھر فکر سخن کی ہے۔ ۱۳

لے آنکھ کو نیکدے سے اور خون دل کو شراب سے شاید کیسے جس طرح سے کہ سیکہ میٹر شراب کے
 دیرال ہو تکبے اسی طرح میری آنکھوں میں خون فشانے کے بغیر گویا ناک اٹھ ہی ہے۔

مون نگاہ کی تشبیہ غبار سے بہت مناسب ہے۔ اور نیکدے کے لیے غراب کا لفظ بھی کیفیت سے
 حسالی نہیں۔ ۱۲

۱۳۔ ایرباد میری مستی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ معجب یہ ہے کہ میرے سر و دل کا سبب کسی کے حسن
 کا شگفتہ بلکہ ہے۔ اس کے سوا اور کئی شے میری مستی کا باعث نہیں ہو سکتی۔

۱۴۔	راز کتب بہ بے لطفی عنوان مجھ	۱۵۔	دو مری چین چین سے غم نہاں مجھ
۱۶۔	چاک کر تاہوں میں جب سے لگے ریاں مجھ	۱۷۔	یک الف بیشش نہیں متقبل آئینہ ہنوز
۱۸۔	اس قدر نگاہ ہو ادل کہ میں زندہ الی مجھ	۱۹۔	شرح اسباب گرفتاری خاطر مست ہو مجھ
۲۰۔	سرخ پہ ہر قطرہ عشق ویدہ حیراں مجھ	۲۱۔	بدگمانی نے نہ پایا اسے سہ گرم خدائے
۲۲۔	نہیں جس سے تیش شعلہ سوزاں مجھ	۲۳۔	عجز سے اسے یہ جاننا کہ وہ بد خو ہو گا
۲۴۔	ہر قدم سے گزرتا ہے شبستان مجھ	۲۵۔	سفر عشق میں کی ضعف نے راحت ظہی
۲۶۔	دفع بیگانہ تھا اس وقت بد آساں مجھ	۲۷۔	تھا گریزاں خمر یا رے دل تادم مرگ

دل دیا جان کے کیوں اس کو وفا دلا سکتا
 غلطی کی کہ جو کافر کو مسلمان مجھ

۱۸۔ جس طرح عنوان کی ہے لفظی سے معنوں خطا کی آشغلی کا حال کھل جاتا ہے اسی طرح سے مسیحا
 چین چین سے میرے غم نہاں کا حال یار پر ظاہر ہو گیا۔ ۱۹۔
 چین چین کی تشبیہ عنوان سے بہت مناسب ہے۔

۲۰۔ یعنی جب سے میں نے گریاں کی حقیقت سمجھی ہے اسے چاک کر رہا ہوں لیکن ہنوز متقبل آئینہ شاید
 الف سے زیادہ نہیں ہے۔ مستعدوں کو صدف کرنے کے بعد یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ باوجود
 ترک تعلقات صفائی باطن خاطر خواہ حاصل نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم
 ۲۱۔ بدگمانی شوق نے یا رکنا مصروف ہونا نہ چاہا۔ کیونکہ خرام سے قطرے کے عرق جس یار پر بنو دار
 ہوتا ہے جو دیدہ اسے حیرال سے مشابہت رکھتے ہیں۔ پس رشک کو ان کا وجود بھی گوارا نہ ہوا۔ ۱۲۰

ایسی بڑی کوشش تھی کہ اس کی بدولت وہ سب کو سب سے پہلے سے متاثر کیا ہے۔ ۱۲۔
 جب سب کے مکان کا غلبہ ہو گیا ہے تو سب کو ہم نے گئے گئے سب سے پہلے سے متاثر کیا ہے۔ یہاں سب سے
 عشق میں متعلقہ راحت طلب ہوا تو شاعر کہہ کر میں سب کو آرام کاہ بجا۔ ۱۳۔
 اس بیان سے اپنی کمال مجاہد کو کھل کر کہتا ہے یعنی عشق کا سخت مسخرہ اس میں ضعف کا غلبہ
 اور آرام کے لیے سب کی تلاش۔ وہاں سب کا ناپید ہونا اور مجاہد کو اپنے سب کے گونستاں
 سمجھنا۔ ستھاروں کو دور کرنے سے اس شعر کے صحنوں سے یہ اشارہ پیدا ہوتا ہے کہ غایت محرومی کی
 حالت میں دشمن یا اس دوا میدانی کو اپنا دم بجا کر انھیں سے شکس طلب ہوتا ہے۔
 سب کو گرا کر گان یا کر کو یکے نہا قرار دیا جس سے گریز کر گیا سود تھا۔ ۱۴۔

چہرے دیدہ تر یا د آیا	دل جگر کشہ نرسر یا د آیا
دم لہذا نہ قیامت نے ہونہ	چہرہ ترا وقت مسر یا د آیا
سادگی اسے تنہا یعنی	چہرہ وہ نیرنگ نلکشا تر یا د آیا
عذر و اماندگی اسے حسرت دل	نالہ کرتا تھا جگر یا د آیا
زندگی یوں بھی گزرتی جاتی	کیوں ترا راہ گذر یا د آیا
کیا ہی خواں سے لڑائی ہوئی	گھڑا اخلا میں گریا د آیا
آہ وہ جو ات نرسر یا د کہاں	دل سے تنگ آئے جگر یا د آیا
پھر ترے کپے کو جاتا خیال	دل مگر کشہ نرسر یا د آیا
کوئی دیرانی سے دیرانی ہی	دشت کو دیکھ کے گھسیر یا د آیا

۱۵	میں نے مجھوں پہ لڑکین میں آئندہ سنگ اٹھا یا تھا کہ مسر یا د آیا
----	--

۱۵۔ جگر کشہ کسی نشہ نگری آرزو مند طلب یہ ہے کہ دیدہ تر کی یاد سے پھر دل کو فریاد کا آواز دہندہ یاد آیا۔ ۱۶۔
 ۱۶۔ پھر ترا وقت مسر یا د کیا یہ بھی پھر قیامت برپا ہوئی۔
 درست کو نصحت کرتے وقت جو دردناک کیفیت گذری تھی اور جو اس کے طے جانے کے بعد ہم کو یاد آتی ہے۔
 اس میں جو کچھ پھر ہوتا ہے اس کو قیامت کے دم لینے نے تعبیر کیا ہے۔ (یاد گار عاقبت)

۱۰۔ اپنی تنہائی سا دلی کا دکھ کر تپے کرتنا کو غزلار کی تیرگیوں کا علم ہے لیکن پیر بھی وہاں ہی تیرنگ نظر کو یاد کر لے
 ۱۱۔ صبر و دل کا تعاضل تھا کہ نہ کیا جائے لیکن غالب و امانہ کی کاغذ پریش کر کے کتاب کے کہ میں آماؤں
 ۱۲۔ فریاد تھا لیکن اپنی کمزوری جگر کو یاد کر کے رہ گیا کیونکہ اس میں طاقت نالہ باقی نہیں۔
 ۱۳۔ جب کاہر سی ملن ہی نہیں ہے تو تیرا دم گزر دیکھا یاد آتا ہے یعنی جب وہاں بھی زندگی بحالت ناکامی
 پسر ہوگی تو اس کا یاد آنا عجب ہے۔ یہ بول بھی زندگی کسی نہ کسی طور پر گزرتی رہی مانی۔ ۱۴۔

۱۵۔ یعنی اس بحث میں کہ کان یا راد و فطرت سے کون بہتر ہے۔ ۱۶۔
 ۱۷۔ دل میں جرات فرماؤ نہ ہی تمہی اس بنا پر اس سے تنگ آؤ جگر یاد آئے کہ اس میں فساد کی طاقت
 ۱۸۔ دل سے زیادہ تمہی بلکہ اس کو اب جگر میں بھی یاد لے فساد نہیں۔ ۱۹۔
 ۲۰۔ سخی دشت ویرانی میں گھر سے مشابہ ہے۔ ۲۱۔

۲۲۔ سر یاد آیا یعنی اپنا سر کہ گھٹی ہم بھی برہائے شوبہ۔ سر ہی اسی طرح نشانگ طفلان ہوں گے۔
 ۲۳۔ یاد کہ مجھوں نے بچا ہے۔ ۲۴۔ یہی سر میں پھر مار لیا۔ ۲۵۔

<p>آپ آتے تھے مگر کوئی حجاب گیر بھی تھا اس میں کچھ شائے خوبی تقدیر بھی تھا کبھی فترک میں تیرے کوئی پنجہ بھی تھا ہاں کچھ اک سب کا گرا باری زنجیر بھی تھا بات کرتے کہ میں لب تشنہ تقریر بھی تھا مگر گڑبٹھے تو میں لایق تعبیر بھی تھا نالہ کرتا تھا دے طالب تائید بھی تھا ہم ہی آفتہ سروں میں وہ جو انمیر بھی تھا آخر اس شے کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا آدمی کوئی ہمارا دم تحسیر بھی تھا</p>	<p>ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا تم سے بچا ہے مجھے اپنی تب ہی کا گلہ تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دوں قید میں ہے ترے دوشی کو وہی زلف کی یاد بچلی اک کو زندگنی آنکھوں کے لگے تو کیا یوسف اس کو کہوں اور کچھ نہ کہے خیر ہوئی دیکھ کر غیصہ کو ہو کیوں نہ کیجیو غصہ ڈا پیشے میں عیب نہیں رکھیے نہ فرماؤ کو نام ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ بھی کرے جاتے ہیں فرشتوں کے گلے بر ناحق</p>
---	--

یہ سچے تھے ہمیں استود نہیں ہو غالب
 کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

نہی ان کو لازم تھا کہ سر پر ہی کرے کیونکہ میں مشتاقِ حقیر تھا یہ کیا کہ وہ دہشت آئے اور
 بے گناہ ایک بھی ہی کو نہ گئی ۱۲۔

۱۲۔ دیکھو کہ غیر کہ ہر کوئی نہ کیونکہ اس کی فریاد بھی بے اثر ہے ۱۲۔
 ۱۳۔ یہی ایک تہری گنا دیا ہوا۔ اس میں تو پاس آئے کی بھی ضرورت نہ تھی ۱۳۔
 ۱۴۔ دشمنوں کے کھے پر ہی کرنا کہ تین کی تحریر پر ۱۴۔

لب خشک در خشکی مر دگان کا	۱۵۔	زیارت کہ ہوں دل آزر و گان کا
مہر نامہ امید ہی ہر گمانی کا	۱۶۔	میں دل ہوں فریب و فاختہ و گان کا

۱۵۔ میں گویا لب خشک ہوں ان لوگوں کا جو خشکی میں مر گئے اور میں گویا زیارت کہ ہوں آلودہ
 دل لوگوں کا۔ اس بیان سے اظہارِ محرومی منظور ہے ۱۵۔
 ۱۶۔ جو لوگ و فاختہ کھائے ہوئے ہوتے ہیں ان کا دل ہمہ نامہ امید ہی ہر گمانی ہوتا ہے
 یعنی سراسر پاس و فاختہ ہی ہوتا ہے۔ غالب کہتا ہے کہ میں گویا وہی دل ہوں ۱۶۔

تو دوست کسی کا بھی مستکرم ہوا تھا	۱۷۔	اور دل پر ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا
مخوڑا غنیمت کی طرح دست تھا نے	۱۸۔	خوشید ہنوز اس کے برابر نہ ہوا تھا
نور حق باہر از کجاست ہے ازل سے	۱۹۔	آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا
جب تک کہ نہ دیکھا تھا تقدیر کا عالم	۲۰۔	میں معتقد فتنہ مشر نہ ہوا تھا
میں سادہ دل آزر دیکھی بار سے خوش ہوں	۲۱۔	یعنی سبقت شوق مکر نہ ہوا تھا
دریاے معاصی تک ابھی سے ہوا خشک	۲۲۔	میرا سرواں میں بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

۲۳۔	جاری تھی اس کے دل سے جگر سے مری تھیں
۲۴۔	آتش کہ وہ ہاگہر مستند نہ ہوا تھا

۲۵۔ ظاہر مطلب یہ ہے کہ تو کسی کو دوست نہیں ہے اور تیرا جو بھی پر نہیں ہے بکراؤں پر بھی ہے اور
 مجھ سے زیادہ ہے لیکن حقیقت میں غالب ایک نہایت نازکِ طلب کو ادا کر رہا ہے کہتا ہے کہ جو ظلم
 مجھ پر نہیں ہوا وہ تو اوروں پر کر رہا ہے مجھے جو کہ شرکتِ انجیا کسی صورت سے گوارا نہیں ہے اس لیے
 تیرا ظلم نہ کرنا بھی گویا مجھ پر ایک ظلمِ عظیم ہے پس معلوم ہو گیا کہ میرے تعلق تیرا ترک جو ریا ہے دوستی نہیں

۱۱۔ ماہِ شنب یعنی وہ چاند جسے ملک ابن عطاء شہر زہرا میں بقیع نے سیاہ و غیر اختیار سے بھرتا تھا
 تیار کیا تھا۔ یہ چاند دو ماہ تک برابر ایک چاند سے ٹکراتا تھا۔ لیکن رشتہ نشی اس کی چاروں طرف
 سے زیادہ نہ جاسکتی تھی اور اصلی چاند کے مقابلہ میں بالکل ناقص تھا۔ ۱۲۔
 شاعر اس شعر میں خورشید کو رد سے پار کے مقابلے میں ناقص قرار دیکر ماہِ شنب سے تشبیہ دیتا ہے۔
 ۱۳۔ دعوئے یہ ہے کہ جس قدر صحت عالی ہوتی ہے اسی کے موافق اس کی تابندگی سے ہوتی ہے
 اور ثبوت یہ ہے کہ قطرۂ اشک میں گواہوں میں جگہ ملی ہے اگر اس کی نسبت جبکہ وہ دریا میں تھا
 موتی بنے پر قائم ہو جاتی ہے تو اسکو جیسا کہ غائب ہے یہ دے آکھوں میں جگہ ملے گا کامل نہوتہ دیا گواہ غالب
 ۱۴۔ میری سادہ دلی دیکھیے کہ میں آرزو کی مانند خوش ہوں۔ کیونکہ مجھے امید ہے کہ صلح شوق کے بعد
 سبق عشق کی تکرار میں رشتہ الطیف آئیگا۔ یعنی پھر سے محبت شریع ہوگی اور گویا آغاز محبت سے لیکر
 انتہائے محبت تک کی ساری کیفیتیں ایک بار پھر پیدا ہوں گی۔ ۱۵۔

۱۶۔ کہتا ہے کہ گناہ کرنے میں ہمارا حوصلہ اس قدر فراموش ہے کہ باوجودیکہ جو اسے دعویٰ خشک ہو گیا
 مگر ابھی ہمارے دامن کا پلٹ نہیں بیٹھا۔ یاد دگ غالب از بولا نا طاعتی
 ۱۷۔ سمندر چو ہے کی قسم کا ایک جانور جس کی نسبت شہر ہے کہ آتش کہ دوں میں چراہو تہ ہے اور
 آگ ہی میں رہتا ہے۔ آشکدوں میں جب ایک مدت دراز تک برابر آگ جلا کرتی ہے تب اس میں
 سمندر پیدا ہوتا ہے اسی لحاظ سے غالب کہتا ہے کہ میں اس وقت سے زنج بگڑے تحصیل آتش زرا جی
 کر رہا ہوں کہ سمندر کا وجود ملے نہ تھا۔ ۱۸۔ اپنا سمندر سے اور زنج بگڑے سے مقابلہ کر رہا ہے۔

۱۹۔ شبنم ہر شمع خار کو ستا فانوس تھا	۲۰۔ شب کہ وہ مجلس فرد ز خلوت ناموس تھا
۲۱۔ کس قدر یارب ہلاک سسرت پایوس تھا	۲۲۔ شہد عاشق سے آگتی جو کو سوں تک ثنا
۲۳۔ دل بدل پیوستہ گویا یک لب افسوس تھا	۲۴۔ حاصل الفت نہ دیکھا جز شکست آرزو
۲۵۔ جو کہ کھایا خون دل بے منت کیوس تھا	۲۶۔ کیا کہوں بیمار غمی نسیم کی فراغت کا بیان

۲۷۔ ناموس یعنی عصمت و عصمت۔ رشتہ شمع وہ ناگوار جو موم بنی میں ہوتا ہے۔ کسوت یعنی لباس
 خار دیر بہرین بدن محاورہ فارسی ہے جس کے معنی ہیں چین ہونے کے ہیں اسی کو غالب نے اردو
 میں لیا ہے۔ کہتا ہے کہ شب کو کہ عصمت و عصمت کی محفل خلوت میں محبوب بزم افرور تھا اس وقت شمع

کی یہ حالت تھی کہ اس کا ہر رشتہ اس کے حق میں خراب رہا من ہو گیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی عزت ناموس میں (جہاں کسی کا گھر نہیں) شمع کی بجی سے قرار دی سے کچھ عجیب حالت ہو گئی تھی ۱۲۰
 ۱۲۱ یہ جو شہد عاشق سے کہوں ملک خانا گئی ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسے پابوسی کی حسرت کس قدر تھی یعنی زندگی میں پابوسی یا حامل نہ ہو سکی تو اب شاید اس طرح پر ہو جاوے کہ اس کے شہد پر جو خانا گئی ہے وہ کسی دن اپنے بار تک پہنچے بقولے

بوہم من بے برگ و ثواب برگ حصار
 تابوہ پیغام دہم کن کف پارا

۱۲۲ ہم نے محبت کا نتیجہ ہوا اس کے اور کچھ نہ دیکھا کہ آخر کار زندوں کا خون ہو گیا گویا کہ ناشتی اور معشوق دونوں کے دل مل کر اب افسوس بن جاتے ہیں جس سے اظہار افسوس کے ہوا اور کچھ ممکن نہیں ہوتا۔

۱۲۳ غذا ہضم ہوتے اور خون بننے سے پہلے طبع اول میں کیلوس کی شکل اختیار کر کے آتش کے مانند اور آگ کے بعد طبع دوم میں کیلوس کی صورت پا کر پانی کے مانند ہوجاتی ہے اور خون کی شکل اختیار کرتی ہے۔ غالب بیماری غم عشق کی فراغت کا ذکر کرتا ہے کہ خون دل کے کھانے میں ییلوس و کیلوس وغیرہ کے جھگڑے پیش آتے اور ابتدا ہی سے خون جگر کھایا کیے۔

آئینہ دیکھ اپنا سامنے لے کے رہ گئے
 قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماسیئے
 صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غصہ و رخصا
 ۱۲۴ اس کی خطا نہیں تھی یہ مہربانہ و رخصا

۱۲۵ "قاصد کو گردن نہ ماریئے" یعنی قاصد را گردن مزن۔

عسر و نیاز عشق کے قابل نہیں رہا تو
 جاتا ہوں داغ حسرت ہستی لیے ہوئے
 جسن دل پہ ناز تھا مجھ وہ دل نہیں رہا
 ہوں شمع کشتہ درخور محض نہیں رہا
 شایان دست و بازو سے قاتل نہیں رہا
 یاں امتیاز ناقص و کامل انیس رہا
 ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹
 غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا
 لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

دل سے ہوا کے کشت و فاسٹ لگی کہ دل حاصل مولے حضرت حاصل نہیں رہا

بیدا و عشق سے نہیں ڈرتا مگر است

جس دل پہ ہمارے تھامے وہ دل تیں ہا

۱۱۔ ملہ نیا نہ یعنی نیا زندگی جس دل پر نہ تھامے یہ مٹی جو نازیداری یا رکھنا چاہتا ہے

۱۲۔ ملہ ہر دوسے شیش جہت یعنی ہر شخص کے لیے۔ ہا یعنی غائبانہ آئینہ میں

۱۳۔ ملہ یعنی اب بھی اگر دیدار حسن نصیب نہ تو یہ اپنی نگاہ قاصر کا تصور ہے۔ ۱۴۔ ملہ یا کہ اور یہ عجب اب

اُٹھ چکے ہیں۔ صرف عجب نگاہ باقی ہے۔ یہ بھی اُٹھ جائے تو پھر شاید دشواری کی فرق باقی نہ رہے

۱۵۔ ملہ یعنی باوجود کمزورت زمانہ کے عیون کے تیری یاد دل سے نہ لگی۔ ۱۶۔ ملہ

۱۷۔ ملہ و ان مٹی کشت و فاسٹ۔ ہوا یعنی آرزو مطلب یہ ہے کہ اب آرزو سے دشمنی مٹ گئی

کیونکہ و فاسٹ مٹی بجز حسرت اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ ۱۸۔ ملہ

۱۹۔ ملہ رشک کہتا ہے کہ اس کا بغیر سے اظہار ص حیف ملہ عقل کہتی ہے کہ وہ بیش تر کس کا آشنا

۲۰۔ ملہ ذرہ ذرہ سا غریب غائبہ نیرنگ ہے ملہ گردش مجنوں بھنگی سے لیلہ آشنا

۲۱۔ ملہ شوق ہے سامان طراز نازش ارباب بجز ملہ ذرہ صحرادستگاہ قطرہ دریا آشنا

۲۲۔ ملہ شکوہ سچ رشک ہمد گیر نہ رہنا چاہیے ملہ میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا

۲۳۔ ملہ میں اور اکافت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے ملہ عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

۲۴۔ ملہ کو کمن نقاشن یک تمثال شیریں تھا است

۲۵۔ ملہ سنگ سے سہ مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

۲۶۔ ملہ اختیار کے ساتھ محبوب کا ربط و ضبط دیکھ کر عاشق رشک اور افسوس کرتا ہے۔ لیکن پھر عقل کہتی

۲۷۔ ملہ ہے کہ رقیب کے ساتھ بھی اس کا اخلاص واقعی نہیں کہ کو کہ وہ ہے ہر بلا کس کا آشنا ہوتا ہے۔

۲۸۔ ملہ صلیح گردش مجنوں خیم ہلو کے اٹھنے کی پابندی صلیح دنیا میں نہ ذرہ نیرنگی عالم کا نابودار تو۔ ۲۹۔ ملہ عشاقی مثال شیریں

۳۰۔ ملہ عشق کی بابت کہتا ہے کہ ارباب بجز کی نازش کا سامان اسی شوق کے ذریعے سے مہیا ہوتا ہے۔

۳۱۔ ملہ کیونکہ اسی کی بدولت قطرہ دریا اور ذرہ صحرا ہو جاتا ہے

۳۲۔ ملہ عشق سے تیرے بڑے کیا کیا دلوں کے سمیٹے مہر دلوں کو کیا قطرہ کو دیر یا کر دیا

سکھ لکھی اب میرا دل اور اس کی دل کا لہجہ ہے جو دشمن کا لہجہ ہے اور آشنا کے دوست ہے۔ پہلے ص ۱۲
 میں دو اور غلط فہمی تھیں۔

۱۔ وہ کہہ گئے تھے اس قدر عرق دہری کی چھٹی بھی تمناں تک پہنچیں کو پیدا کر نہ سکا کہ خود
 شیریں کو اس میں ماشاء اس امر کی بنائے ہوئے کہ فرما دیا کہ عین کامل نہ تھا اور نہ خود شیریں
 کا پیدا ہو جانا کچھ پسند نہ تھا۔ ۱۲

<p>ذکر اس پری دس کا اور پھر بیاں اپنا ہے وہ کیوں بہت پیٹے بزم غیر میں یا رہا ہے منظر اک بلند می پر اوہم ہنس گئے نے وہ جس قدر زلفت ہم منی میں مایلین گے در و دل لکوں کب تک دل انکو دکھلاؤں گھنے گھٹے مٹ جاتا آپ نے بحث بدلا تاکرے نہ غازی کر لیا ہے دشمن کو کہ</p>	<p>ہن گیا رقیب آخر تھا ہزارہاں اپنا آج ہی ہوا منظور ان کو امتحان اپنا عرش سے اُدھر موٹا کاٹنے کے مرزا اپنا بار ہے آشتی ان کا پاسداری اپنا اچھیاں نکارائی نامہ خوں چکاں اپنا ننگ سجدہ سے میرے ننگ کی ستاں اپنا دوست کی شکایت میں ہم نے ہزاراں اپنا</p>
---	---

۱۔ ہم کہاں کے دارا تھے کس ہنر میں کیا تھے
 بے سبب ہوا غالب دشمن آسمان اپنا

۱۔ بزم غیر میں بکثرت شراب نوشی سے محبوب کو اپنی مے کشی اور خود داری کا امتحان منظور ہے
 غالب بطور مذکور کہتا ہے کہ یہ بھی جوئی قیمت دیکھئے کہ آج ہی اُن کو اپنا امتحان منظور
 ہوا جب کہ وہ بزم غیر میں ہیں۔ کاشش کہ ایسا امتحان میرے سامنے کرتے اور میرے ساتھ
 شریک بن کر ہوش ہوتے۔

۱۔ یعنی خوب ہی ہوا کہ حضور قیام کے در کا پاسداری ہمارا جان پہچان بھلا رہا ہے۔ یہ ہے اس
 بات کا حقیق حاصل ہے کہ وہ جس قدر چاہے ذلت ہم کو دے ہم اس کو سہی ہیں۔ باریک بینی سے
 اور یہ ظاہر کرے کہ ہم نے کیا قدم آشنائے ہمارا اس کا قدم سے ہی برتاؤ ہے۔ زیادہ کا پاسداری
 ۱۔ رقیب کی شکایت کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جب ہم اس کے سامنے جفا کے بار کی شکایت کرتے
 ہیں تو اس قسم کی باتیں کرتے ہیں جس سے ثابت ہو کہ ہمارا ہی راستے میں اسے بھی ہوش شکایت

حاصل ہے اور اس طرح پرستم یاد کے معاملے میں اسے بھی اپنے کمزوروں بنا لیتے ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ کریں تو وہ یعنی قریب ہمارے اس شکوہ و شکایت کی خبر نہ دے سکتے۔

اس سے نہ مفت نظریوں مری قیمت ہے	اگر ہے چشم خریدار پہ اتنا رے میرا
بخت نالہ مجھے کہ مبادا ظالم	تیرے ہرے سے عیاں دو غم نہاں میرا

اس یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ ضبط علم کی وجہ سے میں مرادوں اور مجھے سچ ہو اور اس طرح پرستم ہے ہرے سے میرا غم نہاں ظاہر ہو۔ یاد معنی میں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مرادوں ضبط علم کرے اور اس کے اثر سے تیرے دل پر بھی جوت لگے جس کا اثر تیرے ہرے سے نہاں ہو۔ ۱۱

غافل پرستم از خود آ رہے در نہاں	بے شانہ رہب نہیں طرہ گپاہ کا
بزم قدر سے عیش تندرک کرنگ	مید زدام جستہ ہے اس دام گاہ کا
رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے	شہ زندگی سے عذرتہ کرنگاہ کا
مقل کو کس فضا سے جانا ہوں میں کہ ہے	پڑ گل خیالی ز حسن اسے دامن نگاہ کا

ش	جاں در ہو اسے یک نگہ گرم ہے اسے
	پروا نہ ہے وکیل ترے درد خواہ کا

اسے غافل اپنی کاروائی پر ناز کرتا ہے حالانکہ جب دنیا میں ایک طرہ گیاہ بھی ایسا نہیں ہے جس کو صبا شانہ کرے کہ آہراستہ نہ کرتی ہو۔ تو ایسی حالت میں انسان کے لیے اپنی کامیابی پر ناز کرنا غفلت اور حماقت کی دلیل ہے۔ چنانچہ کہ تمام کام دنیا میں لطف نہاں ہی کی جانب منسوب کی جائیں۔ اسے تنہا نہ رکھنا ایسی ترکیب کا ترجمہ ہے یعنی تمنا نہ کر حید زدام جستہ وہ شکوہ جو دام سے نکل گیا ہو۔ گستاہ بزم سے نوشی سے عیش کی امید نہ رکھو کیونکہ اس بزم کا رنگ ایک ایسا شکوہ ہے جو قبضے میں نہیں رہ سکتا یعنی مقل و عشرت کے رنگ کو ثابت نہیں ہے اس لیے اس سے عیش کی امید بیکار ہے۔ اسے کہنا ہے کہ ہم شہ زندگی گناہ کی وجہ سے عذرتہ نہیں کرتے کیا عجیب ہے کہ رحمت الہی شہ زندگی کے سبب سے ہمارے اس عذرتہ نہ کرے جو کو قبول کر لے۔ ۱۲

اسے اپنے شوق شہادت کا اظہار کرتا ہے کہ زخموں کی سلسلہ میں نظروں میں ہے جس سے گویا نگاہ کا دامن پرانہ گل ہو گیا ہے۔ ۱۳ زخم کو بھول سے مشابہ کیا ہے۔

۵۹۔ ہوا اپنی شوق۔ پیر سے داد خواہ کا اپنی اس کا۔ پر واسے کو کیسل بنایا کیونکہ وہ شمع کا عاشق بھی مل کر اپنی جان اسے دیتا ہے اور گویا "جان در ہوا ہے یک نگہ گرم بھی صفا ہوتا ہے۔ ۱۲۔

جور سے باز آئے پر باز آئیں کیا مات دن گردش میں ہیں سات آسمان لاگ جو تو اس کو بھیں جسم لگاؤ ہو بیے کیوں نامہ بر کے ساتھ ساتھ مون غم سہرے گزری کیوں نہ جائے عمر خبر دیکھا کیا مرے کی راہ	۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔	۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔
---	--	--

پوچھے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
کونی بتلاؤ کہ ہم مبتلا ہیں کیا

۱۷۔ وہ اپنی جفا ہے اب اس قدر شہوندہ ہیں کہ جو سے کہتے ہیں کہ اب ہم تجھے کی گھنہ دکھائیں
۱۸۔ پس غالب کہتا ہے کہ وہ جو رستم سے باز آئے پر بھی باز آئے کیونکہ شرم ستم کی بنا پر ان کا منہ
۱۹۔ نہ دکھلانا یہ بھی مجھ پر ظلم ہے۔ ۱۲۔

۲۰۔ انھوں نے عمر بھر تو مجھ کو مرنے کی راہ دکھلائی اب میرے مر جانے پر دیکھتے کیا دکھلاتے ہیں۔ ۱۱۔

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی چمن زنگار سے آئینہ باد بہاری کا	۱۱۔ ۱۲۔	۱۳۔ ۱۴۔
--	------------	------------

۱۳۔ غیر کثافت کے لطافت جلوہ گر نہیں ہو سکتی۔ جس بیان کا مثالی ثبوت ہے۔
۱۴۔ اس طالع پر کہ باد بہاری کا جلوہ چمن کے نور سے نوردار ہوتا ہے۔ حالانکہ چمن باعتبار مایہ اپنی سبزی کے
گویا آئینہ بہاری کا زنگار ہوتا ہے۔ دکھانا یہ ہے کہ یاں ہی کثافت (زنگار چمن) کے بغیر لطافت
لطافت باد بہار جلوہ گر نہ ہوتی۔

۱۵۔ حسن طرح سے کچھ شیش دریا کے مقابلے میں ساحل اپنے کو غرق آب ہو نہ سے روک نہیں
سکتا۔ ہر طرح سے جہاں تو سانی ہو وہاں ہر شیار کی کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ ۱۲۔

۱۱۔ شراب چمن یا جواتان چمن یعنی شجریہ سرسبز۔ اسباب چمن کے لیے سیر مشق کا لفظ بہت مناسب ہے۔
 یہ کیونکہ درختوں کی لگری پوری سیاحی کی حد تک پھونچ جاتی ہے۔ مثلاً عرکتا ہے کہ سیر در
 چمن میں درخت مستانہ دار چوم رہے ہیں الہ کی اہل جنس سحر و کاسبب یہ ہے کہ سایہ
 انگوریں ہو کر گڑھ بننے کے سبب سے ہوا میں شراب کی تاثیر پیدا ہو گئی ہے۔

۱۲۔ موع شراب کو مال ہمارے مشابہ کرتا ہے یعنی ہمارے مانند موع شراب کا بھی سر سے گذرنا
 و اہل بخت مندی ہے۔ موع شراب کے سر سے گذرنے میں لذت کے حد سے گذر جائی طرف
 اشارہ ہو رہی ہے۔ کی منوی قوت دہنے انگریزی میں تورس کہتے ہیں، اس شعر میں یہی کہ اگر شراب استعمال
 یا مقدار ہو تو اس کا کیا کتنا لیکن اگر اس کا نشہ حد سے بچاؤ جو جیسے تب بھی اہمال ہمارے مشابہ ہے۔
 ۱۳۔ چار موع بھی گرداب لطف یہ ہو کہ دوسرے مصرع میں چار موع کی موع کا بھی موجود ہے۔ ۱۲۔
 جھ جگر نشہ یا نشہ جگر یعنی شائش۔ روح نیا کی قوت نامیہ۔

۱۴۔ جس قدر قوت نوشاں نامی اسی قدر موع شراب دہ دم اب بقاء اس کو تسکین دیتی ہے۔
 یعنی شراب سے قوت موع کے حق اور اس کے تاثیر میں رقی ہو جاتی ہے۔ ۱۲۔

۱۵۔ موع شراب جو موع گل سے مشابہ ہے اس کے تقویٰ سے گذر گاہ خیال میں بحر افان کی ہی
 کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ جو موع گل کو چرخ افان سے مشابہ کیا ہے۔

۱۶۔ نشہ نشو و نما یعنی نشو و نما سے موع موعنی خیال و خواہش۔ یہ لفظ دماغ کی رعایت سے آیا ہے۔ ۱۲۔
 مطلب یہ ہے کہ شراب کو چونکہ نشو و نما سے دماغ کا خیال ہے اس لیے وہ یہ شکل نشہ و نما
 دماغ کر رہی ہے۔ ۱۲۔

۱۷۔ طوفانی یعنی جوش و خروش کا اظہار کرنے والے فعل یعنی یہ جوش و خروش ۱۲۔
 کہتا ہے کہ تمام طوفانیاں کیفیت فعل یعنی موع بن کر موع بن گئے لیکر موع سے شراب تک سب
 ایک ہی رنگ میں ہیں یعنی سستی کے جب عالم میں ہیں۔ ۱۲۔

۱۸۔ چونکہ موسم گل بھی ہنگامہ ہستی کے ماتہ چند روزہ اور خوش گوار ہوتا ہے۔ اس لیے اسے
 شرم ہنگامہ کہتی کہنا۔ اور چونکہ شراب بھی بے خودی پیدا کرتی ہے جو نہ سے مشابہت رکھتی ہے۔
 اس لیے اس کو درہم نظر ہوا کہ کیونکہ فاقہ کو دریا سے اور جگر کو گل سے لادتی ہے۔ ۱۲۔

رویت "ت"

افسوس کہ دنیاں کا کیا رزق فلک نے
کافی ہے نشانی تری پہلے کا نہ دینا
لے جن لوگوں کی تھی درخورد عقد گہرا نگشت
خالی مجھے دکھلا کے بوقت سفر انگشت

لکھتا ہوں اس درخورد دل سے سخن گرم
تاکہ رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پر انگشت

لے جن لوگوں کی انگشت ملک گہرے قابل تھی افسوس کہ فلک نے (اسے) دنیاں کا رزق
کیا یعنی افسوس کہ وہ لوگ انگشت حسرت دنیاں میں۔

رہا کرو لی آقیامت سلامت چکر کو مرے عشق خوننا بہ مشرب علی الرحمہ دشمن شہید فاجوں نہیں گہر و برگ اوارا گہ سنے	لے پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت لکھے ہے خداوند نعمت سلامت لے مبارک مبارک سلامت سلامت لے تماشا ہے نیرنگ صورت سلامت
--	---

لے علی الرحمہ دشمن یعنی بر خلاف خواہش رقیب کیونکہ آئین محبت میں شہید وفا ہونا ایک بہت
بڑا امتیاز ہے۔ ۱۲ خلاف خواہش رقیب شہید وفا ہونے پر مبارکباد دینا ہے۔
لے سہ درگ یعنی سامان۔ صورت ضد معنی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر دریافت حقیقت کی قوت
نہیں ہے تو تماشا ہے صورت ہی ہے۔

آہ خطا ہے ہوا ہے سر جو باز دوست لے دل نا عاقبت اندیش ضبط شوق گر خاہہ دیران ساری حیرت تابا کیجئے پیش میں یہ در شک غیر نے مارا مجھے سم رخن کہ میں یہ در کا دل شاہ دے	لے دو دو شمع کشتہ تھا شاید خطا رہا دوست کون لا سکتا ہے تاب جلوہ دیدار دوست لے صورت نقش قدم میں رفتہ رفتا دوست کشتہ دشمن ہوں آخر کہ یہ تھا ہمار دوست لے دیدہ پر خون ہمارا ساغر سرشار دوست
--	--

غیر یوں کرتا ہے میری بوس کے پیر میں تا کہ میں جانوں کہ ہے اسکی رسانی وہ ملک جگہ میں کرتا ہوں اپنا شکوہ ضعف دماغ چپکے چپکے جھکوروئے دیکھ پاتا ہے اگر نہر یا نہمائے دشمن کی شکایت کیجئے	بے تحلف دوست ہو جیسے کوئی غنچا دوست جھکو دیتا ہے پیام وعدہ دیدار دوست سر کرے ہے وہ حدیث زلف عشر بار دوست ہنس کے کرتا ہے بیان شوخی گفتار دوست یا بیاں کیجئے پاس لذت آزار دوست
---	--

یہ غزل اپنی جھجھی سے پسند آتی ہے آپ
تھے روایت شعر میں غائب زبیں تکرار دوست

۱۔ (آمد خط سے حسن یاد کا بازار بند ہو گیا) اس نے خطا روئے یا کو کچھ ہونی شروع کے دہوئیں سے مشابہت
۲۔ خانہ دیراں سازی - خانہ قربانی - کوکڑا جاؤ دیرا - رفتہ رفتہ - رفتار پر شاہد البقی شہدائے رفتار تھا شہدائے
فارسی محادے کا ترجمہ ہے بمعنی ملاحظہ کیجئے خود کو ہا مثلاً حیرانی دیا مالی و خانہ برداری نقش پائے مشابہت
۳۔ مصرعہ ثانی میں ہے "کا محذوف ہونا غایت ناگوار ہے" ویدہ پر بخوں کی رعایت سے - چشم ہا
رٹھن) اور چشم مارو شن کے لحاظ سے "دل شاد" نظم کیا ہے۔

روایت ج

۱۔ قمری کا طوق حلقہ میریوں در سے آج	۲۔ گلشن میں بندوبست بگبگ کر رہے آج
۳۔ تار نفس کمنہ شکارا تر ہے آج	۴۔ آتے ایک پلادہ دل ہر نفس کے ساتھ
۵۔ سیلاب گریہ درپے دیوار و در ہے آج	۶۔ اسے عافیت کنارہ کر لے انتظام چیل
۷۔ اچھا اگر نہ جو تو مسیحا کا کیا عمل از	۸۔ لوہم مرین عشق کے تیار روار ہیں

۱۔ حلقہ میریوں در یعنی میریوں در کی زنجیر کا حلقہ - بھلا تو وہ شخص جسے انداز ہے کی اجازت نہ ہو
۲۔ شاید ہمارا محبوب میریوں کو آنے والا ہے - اس لیے کسی کو باغ میں داخل ہونے کی اجازت
۳۔ نہیں ہے اور لگوئے قمری کا طوق - گو یا حلقہ میریوں در بنا ہوا ہے - ۱۲
۴۔ تار نفس کی کندہ نے اثر کو نکال کر لیا ہے یعنی آج ہماری آہ میں اثر پیدا ہوا ہے لیکن اس اثر کا نتیجہ

الذکر ہے کہ ہر غصا کے ساتھ ایک بارہ دل باہر آتا ہے یہی اشارہ سے دل کڑے کڑے ہو جاتا ہے۔
 اشارہ کے اس اسٹے پہنچنے کے ذکر سے اپنی بدبختی کا اظہار منظور ہے۔ ۱۲۔
 سترہ چل یعنی رخصت ہو۔ کیونکہ سترہ گریہ کے مقابلے میں عافیت و انتظام کا جو دھن سہنے۔
 سترہ لوگ اصرار کرتے ہیں تو لوہم مریض عشق کی تیمارداری کرتے ہیں لیکن اگر کسی سے مریض عشق
 اچھا نہ ہوا تو پھر سچا کی کیا سزا (معاف اللہ)
 یا یہ کہ لوہم مریض عشق کی تیمارداری کرتے ہیں لیکن جب یہ معلوم ہے کہ وہ اچھا نہ ہوگا تو سچا کا
 کیا علاج یعنی علاج مسیحار کر رہے۔ ۱۲۔

روایت - بیچ

نفس نہ انجن آرزو سے باہر کھینچ	۱۱	اگر شب اب نہیں انتظار سا غم کھینچ	۱۱
کمال گرمی سچی تلاش دید نہ بدبھ	۱۲	برنگ فار مرے گیتے سے جو ہر کھینچ	۱۲
تجے بنانہ راحت ہے انتظار اسے دل	۱۳	کیا ہے کس نے اشارہ کہ نماز بستر کھینچ	۱۳
تری طرف ہے بصرت نظارہ زگر س	۱۴	یوری دل چشمہ دقیب سا غم کھینچ	۱۴
بنیم غمزا دا کر حق و دیعت نماز	۱۵	انیا مہرہ زخم جگر سے جس کھینچ	۱۵
مرے قلع میں ہے مہارے آتش نہاں	۱۶	بروے سفرہ کیا ب دل مسند کھینچ	۱۶

۱۱۔ نفس نہ انجن آرزو سے باہر کھینچ یعنی تنگ کندروں کے اشارہ سے کہ اگر شب اب نہیں ہے تو انتظار سا غم
 ۱۲۔ سچی تلاش دید نہ بدبھ یعنی میری حسرت و یادگار اکینہ میں میں جو ہر کھینچ کے کہنے میں جس کو کمال گرمی
 ۱۳۔ تجے بنانہ راحت ہے انتظار اسے دل کی تلاش کا نتیجہ سچا چلے جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے کہ زیادہ تلاش اور دوڑ دھوپ کرنے
 ۱۴۔ تری طرف ہے بصرت نظارہ زگر س کے پاؤں میں کانٹے گڑھایا کرتے ہیں۔
 ۱۵۔ بنیم غمزا دا کر حق و دیعت نماز کے انسان جب مال خواب ہوتا ہے تو اس کو بستر کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کو خواب کے
 ۱۶۔ مرے قلع میں ہے مہارے آتش نہاں کے گویا بستر کا اندر کھینچا پڑتا ہے۔ یہاں شاعر دل کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ تیرے ہی راحت

کے یہ ہیں خواب اور مار گئی رستہ کے بجائے انتظار کا کافی ہے۔ ۱۲۔

تلف بکری دل پر چشم بزمی علی الرحمہ مدو۔ خلاف تو شش زکری جو تھے بے تکلف مہر و ف
 نے تو شش و کیمت چاہی ہے۔ مقابلہ یہ جو کہ گھر تیری طرف بڑی حسرت سے دیکھ رہی ہیں
 اس لیے مجھ کو جیسا ہے کہ وہاں میں اس طرح بے تکلف رشرباوشی میں مشغول ہوں۔
 بزرگس کو اس کی نگاہ حسرت کے لحاظ سے اپنا قریب قرار دیا۔
 ۱۵۔ میں نے تیرے فخر کو یہ ہر زخم بھرنے کے نیام میں امانت رکھا ہے اب تو بھی اس کا حق دیتا
 یا خدا امانت "یہ نیم غمزدہ ادا کر" ۱۲۔ تکلف یہ ہے کہ نیام سے فخر یا الف کے کھانے کے بعد
 "نیم" باقی رہ جاتا ہے۔
 ۱۶۔ آتش بیناں کی رشرباوشی کے ساتھ دل تنہا کے کباب کی ضرورت ہے۔ ۱۲۔
 حکیم یعنی پین دے۔

روایت "و"

<p>جن غمزدہ کی کشش سے چھٹا میرے بعد منہ سے شیش کے کوئی تیل نہ رہا شمع بجتی ہے تو آئیں میں سے ہواں اٹھائی خوں سے دل خاک میں احوال پتلا پڑی دھو دھو من میں جو ہر مہر ادا کو جیسا ہے نمونہ ال جنوں کے لیے آتش و دھواں کون ہوتا ہے خریف سے مرد و فتن عشق غمزدہ سر ہاتھوں کہ اتنا نہیں دھماں کوئی</p>	<p>باد سے آرام سے ہیں اہل جہاں میرے بعد ہوئی معز و ملی انداز وادامیرے بعد شعلہ عشق سیہ پوش ہو میرے بعد ان کے ناخن پوئے تھکن جہاں میرے بعد لگے ناز ہے سر سے سے نفاں میرے بعد چاک ہوتا ہے گریباں سے مہد میرے بعد ہے کرباں سانی میں صلا میرے بعد کہ کہہ تو نہ ت ہر وہاں میرے بعد</p>
---	--

آگ سے ہے جسے عشق پہ رونا غالب کو
 کس کے گھر جاسے کچھ

۱۔ کھلا حوالہ بیان پر اس میں آتما کو میرے بعد میرے سرگرمیوں نے ہندی لگا چھوڑ دیا ہے۔
 ۲۔ عرض میں کسی چیز کا کسی پر ظاہر کیا جو سر سید ادا کے اظہار کے لیے اب کوئی جائے مناسب باقی نہیں رہا
 ۳۔ یعنی میرے بعد ان کے ستم نادر کا تختہ شق بننے کے لیے کوئی باقی نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ میرے
 بعد انھوں نے ہندی کی طرح سر سید لگا لیا چھوڑ دیا ہے گویا ان کی نگاہ ہر میرے سے خفا ہے۔
 ۴۔ آغوشِ دل میں ہے۔ یعنی رخصت ہو رہا ہے۔

۵۔ مصرعہ اول مجموعہ الفاظ صلابہ۔ پہلی بار سنی سوا لیر بھیج میں در امت کرتا ہے کہ "کون ہوتا ہے
 حریف سے مرد افکن عشق"۔ یعنی کوئی ہے جوئے مرد افکن عشق کا حریف ہو۔ ۹
 پھر جب اس آواز پر کوئی نہیں آتا تو اسی مصرعے کو بارہوی کے لیے میں کر پڑتا ہے کہ "کون ہوتا ہے
 حریف سے مرد افکن عشق"۔ یعنی کوئی نہیں ہوتا (یا دگار غالب)

روایت "ر"

۱۔	بلا سے میں جو یہ پیش نظر درود دیوار	۱۔	نچاہ شوق کو میں بال و پر درود دیوار
۲۔	و خور اشک سے کاشا خے کا کیا یہ رنگ	۲۔	کہ ہو گئے مرے دیوار در در و دیوار
۳۔	نہیں ہے ستایہ کہ سن کر تو یہ معقہ دیار	۳۔	گئے ہیں چند وقت ہم پیش تر در و دیوار
۴۔	ہوئی ہے کس قدر از رانی سے بیوہ	۴۔	کہ مست ہے ترے کو پیے میں ہر در و دیوار
۵۔	جوئے تھے مسرہ دوائے انتظار تو آ	۵۔	کہ میں دکان متاع نظر درود دیوار
۶۔	بحوم گر یہ کاست مان کب کیا میں نے	۶۔	کہ گر بس نہ مرے پانوں پر در و دیوار
۷۔	وہ آرا حرمے ہما سے میں تو سے سے	۷۔	ہوئے فدا در و دیوار پر در و دیوار
۸۔	ظہر میں کھٹے ہے بن تیرے گھر کی آبادی	۸۔	ہمیشہ روتے ہیں ہم دیکھ کر در و دیوار
۹۔	نہ پوچھو خودی عیشیں تقدم بیلاب	۹۔	کہ چاہتے ہیں پڑے سر بس در و دیوار

نہ کہ کسی سے کہ غالب نہیں زمانے میں
 حسد لیت راز محبت مسکر در و دیوار

ہو اسے تندرستی جو ان کی خاک کو دھوپیلے ہی سے شوق ناز میں اندھری ہے (کچھ اور بھی لکھا ہے)
 کر رہی گی۔ ۱۲

۱۳
 ہے اس شعر کے لطف کا اندازہ دوست تحریر ہے بالاتر ہے محرومی اور محسوس کی کیا خوب تصویر کشی
 ہے کہتا ہے کہ اگر ناخج ہم پر شدت اور سخت گیری کرنا ہے تو ہم اپنا گریبان چاک کر ڈالیں گے۔ دیکھنا
 ہے کہ ناز کی شدت کا جو کس کس طور پر اور کس سے لینا چاہتا ہے اور اس میں محسوس کی کیا پہلو نکلتی ہے

ہے جس کہ ہر اک انکے اشارے میں نشان اور	لے کرتے ہیں محبت تو گذرنا ہے کس ان اور
یار بوندہ تہیجے میں نہ بھیجے گے مری بات	لے لئے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زبان اور
ابرو سے کیا اس نگہ ناز کو بیوند	لے ہے تیر مقدر گراں کی ہے کس ان اور
تم شوہر میں ہو تو ہیں کیا غم جب اُٹھیں گے	لے لے آئین گے ہزار سے جا کر دل و جان اور
ہر چند بیک دست ہونے بہت شکنجی میں نہ	لے ہم ہیں تو ابھی راہ میں سنگ گراں اور
ہے خون جگر جو شہ میں دل کھول کے رہتا	لے ہوتے جو کئی ویدہ خنجر نہشت ل اور
مرا ہوں اس آواز پہ ہر چند سدا اُڑ جائے	لے جلاو کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور
لوگوں کو ہے خود شہید جہاں تاب کا دھوکا	لے سر ہرز دکھانا ہوں میں اک لے نساں اور
یہاں تا گول تمہیں ہوتا ہے گولی و دم چہن	لے کرتا جوتہ مرنا کوئی دن کاہ و غناں اور
پاتے نہیں جیب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے	لے رکتی ہے سری طبع تو جوتی ہے رواں اور

ہیں اور بھی دنیا میں سخن و رہبت اچھے
 کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیان اور

۱۴
 لے ”ہو تہے گماں اور“ یعنی یہ گمان جو تہا ہے کہ وہ اظہار محبت اس لیے کرتے ہیں کہ ہمای فریگی
 اور عشق کا حال دیا فست کر لیں۔ جب ان کو ہمارے عشق کا یقین ہو جائے گا تو محبت کو بیا کر
 از معشوقانہ شرف و کرم دیں گے۔ ۱۴

۱۵
 لے نگہ ناز کو تیر قرار دیا ہے لیکن کہتا ہے کہ اس تیر کی گمان ابرو نہیں ہے بلکہ اور بھی کچھ ہے
 شہ گمان دلیرانی کہ مثل گمان قضا اُس کا نشا پہ بھی خطا نہیں کرتا۔ ۱۵
 لے یعنی تمہارے عہد میں دل فروشی اور جان فروشی کا بازار گرم رہا۔ ۱۵

۱۱۔ سبک دست یعنی مشتاق ہم یعنی ہماری ذات یا ہمارا وجود۔

مطلب یہ ہو کہ جب تک اپنی ہستی سے گذر نہ جائیں ہم راہ معرفت طے نہیں کر سکتے۔ ۱۲۔

۱۳۔ "ہاں اور" میں چونکہ حکم کا پہلا کھلتا ہو اس لیے "کے جائیں" کا صلیہ کو بھی صحیح ہو مثلاً
ساتھ والوں کو کہہ کر یہ سب نقد و خس بار کر لو (باغ دہار میر امن صفحہ ۱۳)

جلاد سے کہے جائیں "زیادہ بھیج سمجھا جاتا ہو۔"

۱۴۔ اس شعر کی تشریہوں ہو "اگر تھیں دل نہ دیتا تو کوئی دم (اور) چین لیتا۔ اور جو
(اگر) نہ مرنے تو کوئی دن اور آہ و فغان کرتا۔"

تیز آب بر جامانہ کا پاتا ہو رنگ آخر	صفا سے حیرت آئینہ ہو سامان رنگ آخر
ہوا جام زمر و بھی مجھے داغ پلنگ آخر	نہ کی سامان عیش جاہ نے تیر فیر حشر کی

۱۵۔ آب بر جامانہ۔ پانی جو ایک جگہ پر ٹھہر رہے۔ اس کا رنگ تغیر ہو جاتا ہو اسی طرح سائے
کی صفا حیرت ہی سے رنگ پیدا ہو جاتا ہو۔ آئینے کو پانی سے اور پانی پر کی کاٹ کو رنگ سے تشبیہ دی ہو۔ ۱۶۔
نکسہ تیر یعنی علاج سامان عیش سے میری رحمت کا علاج نہیں ہوتا بلکہ رحمت اور کھلی طرہ جاتی ہو اور
جام زمر دین داغ پلنگ معلوم ہوتا ہو۔

۱۔	۱۔	۱۔	۱۔
۲۔	۲۔	۲۔	۲۔
۳۔	۳۔	۳۔	۳۔
۴۔	۴۔	۴۔	۴۔
۵۔	۵۔	۵۔	۵۔

۱۷۔ اسد تسبیح ہے کس انداز کا قائل سے کہتا ہے
کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

۱۸۔ چاک گریبان کی تہ جو عریانی ہو اور عریانی دستگیر خون ہو۔ پس گریبان سے خطاب کر کے
کہتا ہے کہ لے گریبان میں چونکہ آتشاے خون ہوں اس لیے اس چاک کا میری گردن پر حق
ہو گیا ہو۔ کیونکہ اس نے مجھ کو گریبان کر کے گویا میرے خون کی دستگیری کی ہو۔ ۱۹۔

۱۱۔ اس شعر کی تشریحوں پر نیزنگ بیتابی ایک بال تپیدن پر نیزنگ کا غذا آتش زدہ ہزار آئینہ
دل باندھے ہو۔ نیزنگ بمعنی شہید یا ز۔ بال بمعنی بازو۔

۱۲۔ کا غذا آتش زدہ پر جل جانے کے بعد ہزار دن نقطہاے روشن مژدا ہو جائے ہیں۔ غالب نے بال
تپیدن کو کا غذا آتش زدہ سے تعبیر کیا جو اور اس کے نقطہاے روشن کو دلون سے مشابہ کیا۔ ۱۲۔
۱۳۔ متلع بردہ یعنی لوٹی ہوئی متاع۔ یہ صفوں بالکل دو عجیات میں سے ہے جو لوگ آسودگی کے بعد
مغسل ہو جاتے ہیں وہ ہمیشہ اپنے تئیں مظلم دستم رسیدہ و فلک زدہ سمجھا کرتے ہیں اور اخیر
دم تک اس بات کے متوقع رہتے ہیں کہ ضرور کبھی نہ کبھی ہمارا انصاف ہوگا اور ہمارا اقبال
پھر عود کرے گا (یا دگار غالب)

۱۴۔ بے سبب رنج یعنی بے سبب آرزو ہو جائیو الا۔ مصرعہ ثانی لفظ بے سبب رنج کی تشریح
کرتا ہے۔ یعنی ہم کو اس بے سبب رنج اور آستانہ دشمن محبوب سے کام پڑا ہے جو شعلہ ہر کوئی مار نظر
قرار دیکر چشم و دوزن پر نظر کی تہمت رکھتا ہے۔ ۱۴۔

۱۵۔ مستکشف مصلحت سے ہون کر فوایں کچھ عارضہ جن ۱۵
۱۶۔ کو کہ محبوب بھویان عالم ہے تیرے چاہنے والوں میں سے میر کوئی ایسا رقیب نکل گئے گا جو
تجھ سا حسین ہوگا۔ میں اس سے دل لگاؤں گا۔ ۱۶۔

۱۷۔ لا دم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور مٹ جائیگا سر گر ترا تھک سرنہ ٹھسے گا آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جہان جائے ہونے کہتے ہو قیامت کو ملین گئے ہاں اے فلک پیر جو ان تھا ابھی عاتق تم ماہ شب چار دہم تھے مے گھر کے تم کون سے تھے ایسے گھرے واد سند کے تھکے تھکے نفرت سے تیرے روائی گندری نہ بہر حال۔ دہت خوش و ناخوش	۱۷۔ تنہا گئے کیوں اب رہو تنہا کوئی دن اور ہوں در پیرے ناصیہ فسا کوئی دن اور مانا کہ ہمیشہ نہیں اٹھیا کوئی دن اور کیا خوب قیامت کا ہو گیا کوئی دن اور کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرا کوئی دن اور پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور کر تا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور کر تا تھا جوان مرگ گذرا کوئی دن اور
---	---

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیوں جیتے ہیں غالب
قسمت میں ہو مرنے کی تمنا کوئی دن اور

۱۱۔ کیا خوب قیامت بھی ہو گویا کوئی دن اور، یعنی ہمارے لیے مختار ہی موت کی وجہ سے
آج ہی قیامت ہو۔ ۱۲

۱۳۔ اس میں اشارہ یہ ہو کہ مر بھی رفتہ رفتہ کہ ہو کر قائب ہوتا ہو۔ پس مختار و مختار جانا
قیامت ہو۔ ۱۴

رویت "ز"

فارغ شے نہ جان کہ مانند صبح سر ۱۵ ہے داغ عشق زینت جیب کفن ہنوز
ہے ناز طلسان زرا دست رفتہ پر ۱۶ ہوں گلہ زشش شوخی داغ کفن ہنوز
میخائے جگر میں یہاں خاک گلی نہیں ۱۷ خمیازہ کھینچے ہے بت بیدار دفن ہنوز
۱۸۔ جیب کفن کو صبح سے اور داغ عشق کو آفتاب سے مشابہ کیا ہو مطلب یہ ہو کہ مرنے
پر بھی شغل عشق باقی ہو۔ ۱۹

۲۰۔ نفس لگ اپنی گزشتہ امارت پر ناز کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح میں اپنے داغ و غم کے کفن کو یاد کر کے
ناز کیا کرتا ہوں۔ ۲۱

۲۲۔ "خمیازہ کھینچے ہے بت بیدار دفن ہنوز" یعنی خراب خون کی تنائیں حال اکرا ب دل میں
خون کا نشان بھی نہیں ہو۔ اس شعر میں بیدار نگ کی تو کوئی کا ذکر ہو۔

حریت مطلب مشکل نہیں فزون نیاز ۲۳ دعا قبول ہو بار بار کہ عسر حضر دراز
نہو ہرزہ بیابان فورو دہم و جد ۲۴ ہنوز ترے تصور میں ہو نشیب و مستی
وصال جلوہ تماشای ہو پردہ داغ کمان ۲۵ کہ دیکھے آئینہ انتظار کو پردہ دار
ہر ایک ذرہ عاشق ہو آفتاب پرست
نہ پوچھو دست میخائے جگر میں غالب
گلی نہ خاک ہوئے پر ہواست جلوہ ناز
جہاں یکے لگ دون ہو ایک کا ناز

۱۱۔ کہتا ہے کہ کسی شکل مقصد کے محل ہونے میں نوع و نیاز نے کچھ کام نہ دیا ناچار
اب یہی دعا مانگین گے کہ اگر کبھی خضر کی عسکر راز ہو یعنی ایسی چیز طلب کریں گے
جو پہلے ہی دی جا چکی ہو (یادگار غالب) خدا سے اذرا وطن و خوشی کہتا ہو کہ اور کوئی دعا قبول
نہ ہوئی اسی کو قبول کر ۱۲

۱۳۔ یہ ہرزہ یعنی بیکار تیرے تصور میں تفسیف و سسرا زہن یعنی تیرا تصور
نا تمام اور قاصر ہے۔ مطلب یہ ہو کہ صورت وجود کا عقیدہ اختیار کرنا چاہیئے تاکہ وجود اشیاء عالم کے
متعلق تمام ادوار سے نجات حاصل ہو جائے۔

۱۴۔ جلدہ تماشا تر کیب فارسی۔ بردار معنی صیقل ۱۲

۱۵۔ کہتا ہے کہ انتظار کے بعد جلوہ اصل ممکن ہو لیکن انتظار کی طاقت کس کو ہو ۱۲

۱۶۔ خاک اندازہ طرت جبین مکان کا کوڑا کرٹ کرٹ چمک کر کے پھینکا جائے ۱۲

دست سعی کرم دیکھ کہ تر تاسر خاک	گڑھے ہے آبلہ پا ابر گہر بار ہنوز
نیک قلم کا غدا آتش زدہ ہے صفحہ دشت	نقش باغین ہے سپہ گر گری رفتار ہنوز

۱۷۔ کہ چون کی کوشش کرم کی دست کو دیکھ کہ تمام زمین پر آبلہ پا کی کی حالت میں بھی
گہر باری کرنا گذر تا ہو۔ قطرات باران کی بنا پر آبلہ پا کہا۔ ظاہر یہ کہنا ہو کہ سعی کرم میں اسکے پانوں
میں آبلے پڑ گئے ہیں بھر بھی وہ مقتضائے شان کرم پرستوار اپنے کام میں مشغول ہو۔
۱۸۔ ہمارے نقش قدم میں گری رفتار کا بخار ہنوز ماتی ہو جس سے صفحہ دشت کیمر کا غدا آتش
زدہ کے اندر جل رہا ہو (دھوک مرحمت۔ از جناب آکھ دکنی)

کیونکر اس جیسے رکھوں جان عزیز	۱۷۔	کیا نہیں ہے مجھے ایسا عسکر
دل سے نکلا یہ نہ نکلا دل سے	۱۸۔	ہے ترے تیر کا پیکان عسکر
تاب لائے ہی بنے گی غالب		واقعہ سخت ہو اور جان عزیز

۱۹۔ یعنی جان شاری میں یا جان ہو یا یہ کہ وہ بہت میرا مان ہو پس جان یا مان پر سے فرمان ۱۲
۲۰۔ یہ نہ نکلا دل سے یعنی فراکش نہوار اور اسکی محبت ہنوز دل میں باقی ہے ۱۲

نہ گل غم نہ پردہ ساز	۲۱۔	میں ہوں اپنی شکست کی آواز
----------------------	-----	---------------------------

لے	تو اور آرائشیں خرم کا کل	لے	مین اور اندر بیٹھا ہے دور دراز
لے	لافت نمکین فریب سادہ دلی	لے	ہم مین اور راز ہے سینہ گداز
	ہون گرفتار الفت صبا و		در نہ باقی ہے طاقت پرواز
	وہ بھی دن ہو کہ اُس سنگر سے		ناز کھینچوں بجائے حسرت ناز
	نہیں دل مین مرے وقطر خون		جس سے خرگان ہوئی نہو گلیا
	لے تراغزہ یک شلم انگیز		لے ترا ظلم سرسرا انداز
	تو ہوا جلوہ گر مبارک چو		ریزش سجدہ جبین نیاز
	گھٹک پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا		مین غریب اور تو غریب نواز

اسد اللہ حقان تمام ہوا

لے درغادہ ریشہ ہر باز

لے اندیشہ ہے دور دراز مثلاً یہ اندیشہ کہ تیری آرائش میرے کمال محبت سے بدگمانی کے باعث سے ہے یعنی تو یہ سمجھتا ہے کہ مجھے گرفتار دغا رکھنے کے لئے ہنوز آرائش ظاہری کی ضرورت باقی ہے حالانکہ میری محبت اس سے مستثنیٰ ہے۔ ۱۲

لے مطلب یہ ہے کہ ہم پر بنا ہے سادہ دلی ابھی تک یہی سمجھ جاتے ہیں کہ عشق مین بوجہ صبر و تمکین کا بنا ہوا ممکن ہو حالانکہ ایسے راز ہے سینہ گداز کے ہرے ہرے نمکین و دغا رکابا باقی رہنا بہت مشکل ہے۔ ۱۲ لاف یعنی ادھا۔

رولیف دس

لے	مزدہ اسے ذوق اسیری کہ نظر آتا ہے	لے	دام خالی قفس مرغ گرفتار کے پاس
لے	جگر نشہ آزار تسلی نہ ہو	لے	جسے خون تھے بھائی بھن ہر خار کے پاس
	مندگین کھولتے ہی کھولتے آگہین ہے		خوبخت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس
	مین بھی رک رک کے نہ تراجوز بان کے برے		دشنامک تیر سا ہوتا ہے غمخوار کے پاس
	دہن شیرین جانیٹھے لیکن اسے ول		نہ کھڑے ہوئے خوابان دل آزار کے پاس

دیکھ کر کچھ کو چین بسکہ منو کرتا ہے خود بخود پہنچے ہے گل گوشہ دشار کے پاس

مرگیا پھوڑ کے سر غالب وحشی ہے ہے
بیٹھا اس کا وہ آکر تری دیوار کے پاس

۱۵ دامن یعنی دوسرا خالی دامن جو اس غرض سے لکھا جاتا ہو کہ ناظر ابھی اگر گرفتار ہو جائیگا
تشنہ آزار معنی خواہشمند آزار یعنی ایذا و دست تپسی ہوا تر تپسی تپسی نشہ یعنی تسکین
نہ ہوتی ایک ایک خار کے پاس پائے نگاہ سے خون کی ندیاں بہ گئیں اس پر بھی ہر پیر ایذا و
جگر کی تسکین نہ ہوتی۔

ردیف شش

نہ یوں گرخس جو ہر طراوت سبزہ خطا سے
نزع حسن ہوتی ہر حل مشکل عاشق

روے یار کے نزع حسن کا ذکر کرتا ہو کہ اگر جوہر آئینہ (جسے حسن جوہر کہا) سبزہ خطا سے
طراوت نہ حاصل کرے تو یقیناً خاند آئینہ میں آگ لگ جائے ۱۲
جوہر کی صورت حسن سے مشابہ ہوتی ہے۔

۱۳ (نثر) نزع حسن سے عاشق کی مشکل حل ہوتی ہے (مثلاً دیکھو کہ اگر آتش اپنے شمع سے
خار نکالے تو کبھی (وہ خار) نکلے (یہ اس شمع کی تر ہوتی)
آتش کو نزع حسن سے شمع کو عاشق سے اور رشتہ شمع کو خار شمع سے مشابہ
کہا ہے۔

جب ہم بھی روشن ہوتی ہے تو رشتہ شمع حل کر (گویا) اپنے شمع سے نکل جاتا ہو یعنی
آتش سے شمع کی مشکل حل ہوتی ہے۔ یا مطابق تشبیہات مذکورہ بالا نزع حسن سے حل
مشکل عاشق ہوتی ہو۔ ۱۴

ردیف "ع"

جادو رہ خور کو وقتِ شام ہو تارِ شعاع
چرخِ واکر تا ہو اہ نوے آغوشِ مداع
لے آفتاب کے لیے شام کے وقت تارِ شعاع کو جادو راہت سار دیا اور ماہ نو کو
آغوشِ مداع لینے شام کے وقت آفتاب آ مارہ سفر ہے اور آسمان سے رخصت
کرنے کے لیے تیار۔

لمحِ نگاہ سے ہے سوزِ جادو دانیِ شمع
دبان اہل زبان میں ہے مرگِ خاموشی
کہ ہے صفتِ بایاے شعلہِ قصہِ شام
رغمِ اس کو حسرتِ پروانہ کا ہے اے شعلہ
تسے خیال سے روحِ استرازا کرتی ہے
نشاطِ داغِ غمِ عشق کی بہار نہ بچھ
ہوئی ہے آتشِ گل آبِ زندگانیِ شمع
یہ بات بزمِ مین روشن ہوئی زبانیِ شمع
لیطِ زاہلِ فنا ہے فنا ہے خزانہِ شمع
ترے لڑنے سے ظاہر ہے ناتوانیِ شمع
بجلوہِ ریزیِ بادو پہ پُرفشانیِ شمع
شگفتگی ہے شہیدِ گلِ خسروانیِ شمع

جلے دیکھ کے بالین یا ریرِ محب کو
نہ کیوں ہو دل پہ مے داغِ بدگانیِ شمع

لمحِ نگاہ کو گل سے منایہ کیا اور چونکہ اسی کے سبب سے شمع کو سوزِ جادو دانیِ ملا اس لیے
آتشِ گل کو شمع کے لیے آبِ حیاتِ حیات قرار دیا کیونکہ شمع اس وقت تک نہ بجھی جاتی ہے جب تک کہ وہ نہ ہو
لے یہ بات یعنی یہ کہ اہل زبان کے محاورے میں خاموشی سے مراد ہو۔ روشن ہوئی یعنی ظاہر
اور ثابت ہوئی۔ شمع کی رعایت سے البتہ اہل زبان "اور روشن ہوئی" خوب اے ہیں
شمع کا خاموش ہو جانا ایسی کافنا ہو جانا ہے۔ اس لیے گو بادو زبانِ حال کہہ رہی ہے کہ
خاموشی سے مرگ مراد ہو۔
لے شعلہ شمع کے لڑنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسرتِ پروانہ کے غم سے شمع ناتوان
ہو گئی ہے ۱۳

۱۔ اہتر از یعنی جنبش سرور بہ جلوہ ریزی دیہ پرفشانی بن باے تشبیہ ہے یعنی جسطح ہو اکی جلوہ ریزی سے شعلہ شمع کو جنبش ہوتی ہے اسی طرح تیرے خیال سے روح اہتر از کرتی ہے ۱۲
 ۲۔ شہید یعنی کشتہ عزرائی بخزانہ ندہ۔ گو باغم عشق کے پتر مردہ داغ میں بھی ایسی ہمار ہے کہ اس پر شگفتگی مٹی ہوتی ہے ۱۲
 ۳۔ بدگمانی یعنی یہ کہ شاید شمع بھی میری رقیب ہے اور بار بار عاشق ہے جبھی تو وہ مجھ کو دیکھ کر جل رہی ہے ۱۲

روایت ”ت“

۱۔ ہم رقیب نہیں کرتے وداع ہوش ۱۲
 ۲۔ مجوریاں تلک ہے لے اختیار حیف ۱۲
 ۳۔ دل کہ بون نہ ہم اکبار جل گئے ۱۲
 ۴۔ لے نہیں کرتے وداع ہوش کیونکہ اس سے راز محبت فاش ہو جائے گا ۱۲

روایت ”ک“

۱۔ زخم پھر کین کہاں طعمان بے پردا تمک ۷
 ۲۔ گرد راہ یار ہے سامان ناز زخم دل ۱۲
 ۳۔ مجھ کو اندازنی ہے مجھ کو مبارک ہو جو ۱۲
 ۴۔ شور جولان تھا کنار بکر پر کس کا کہ کج ۷
 ۵۔ داد دیتا ہوں مرے زخم جگر کی واہ واہ ۱۲
 ۶۔ چھوڑ کر جانا تن مجروح عاشق حیف ہے ۱۲
 ۷۔ غیر کی منت نہ کیہ پیونگ پے تو فیہ درد ۱۲
 ۸۔ کیا فرہ ہوتا اگر پھر میں بھی ہوتا تمک ۱۲
 ۹۔ درہ ہوتا ہو جان میں کس قدر بیدار تمک ۱۲
 ۱۰۔ نالہ لیل کا درد اور زخموں کا تمک ۱۲
 ۱۱۔ گرد سا حل ہو زخم موجہ دریا تمک ۱۲
 ۱۲۔ یاد کرتا ہے مجھے دیکھے ہو وہ جیسا تمک ۱۲
 ۱۳۔ دل طلب کرتا ہو زخم اور انگین میں اعضا تمک ۱۲
 ۱۴۔ زخم مثل خندہ قائل ہے سرتا پا تمک ۱۲

۱۵۰۱۸۱
۱۰۱۶۹

یاد بین غائب تجھے وہ دن کہ وہ جوق میں
زخم سے گرنا تو میں پلکوں سے چیتا تھا تک

۱۷ یوں تو دنیا میں تک بہت پیدا ہوتا ہو لیکن ہم کو اس سے کیا بیان تو زخم دل کا سراپہ نازش
راہ یار کی گرد ہو ۱۲

۱۸ لعل و نشر و تب ہر جھجک کو نالہ لیل کا درد اور تجھ کو خندہ گل کا تک مبارک ہو
۱۹ تو سن یار کے جولاں پر شور کے اثر سے گرد و سائل تک ہلکے موج دریا کے زخم رشک پر تک انشائی کر رہی
۲۰ رشک یہ کہ دریا کے جوش و خروش کی اُس کے قافلے میں کچھ ہستی نہ رہی ۱۲

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک	کون جیتا ہو ترے زلف کے سر ہونے تک
دام ہر موج میں ہو حلقہ کھدکام تنگ	دیکھیں کیا گزرتے پہلے پہ گھر ہونے تک
عاشقی صبر طلب اور تنہا بیتاب	دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک
بہمنے انا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن	خاک ہو جائیگی ہم تم کو خبر ہونے تک
برہنہ فور سے ہر شے کو فتنہ کی تعلیم	میں بگئی ہوں ایک عینیت کی نظر ہونے تک
ایک نظر بیش نہیں فرست ہستی فافل	۱۷ گرمی نیم ہو اک رخص شہر ہونے تک

۱۸ چشم ہستی کا اسد کس سے ہو جزیرگ علاج
۱۹ شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

۱۷ لے اذوق سے کیا اعتبار ہستی ناپا انداز کا
۱۸ چشم ہستی کی کہ تبسم قرار کا

اردو لیت "گ"

گر کچھ کو پہ یقین اجابت دعا نہ انگ	۱۷ یعنی بغیر یک دل بے مدعا نہ انگ
آہا ہے دل غم حسرت دل کا شمار یاد	۱۸ مجھے مرے گنہ کا حساب ہے خدا انما گ
۱۷ یعنی دل بے مدعا کے علاوہ اور کسی شے کے حاصل کرنے کی دعا نہ انگ ۱۲	
۱۸ ایسی مضمون کا ایک دوسرا شعر ہے۔	

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی لے داد	۱۷ یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہو
-------------------------------------	--------------------------------------

رویف "ل"

۱۰	ہے کہ قدرِ بلاکِ فریبِ فائے گل	۱۰	بلبل کے کاروبار پہن خندہ ہائے گل
۱۱	آزادی نسیمِ مبارکِ گھرِ طسرت	۱۱	ٹوٹے پڑے ہیں حلقہٴ دامِ ہولے گل
۱۲	جو تھا سو موجِ رنگ کے دھچکے میں مر گیا	۱۲	لے دے نالِ لبِ خنیں نو اے گل
۱۳	خوش حال اُسِ حریتِ سیرت کا کہ جو	۱۳	رکھتا ہوشِ سایہ گلِ سرِ پائے گل
۱۴	ایجا دکرتی ہے اُسے تیرے لیے ہزار	۱۴	میرا قیب ہے نفسِ عطرِ سائے گل
۱۵	شرمندہ رکھتے ہیں مجھے بادِ ہزار	۱۵	مینا بے شرابِ دل بے ہولے گل
۱۶	سلطنتِ تیرے جلوہٴ حسنِ غور کی	۱۶	خون ہے مری نگاہ میں رنگِ اداے گل
۱۷	تیرے ہی جلوے کا ہے یہ سوئے آجنگ	۱۷	بے اختیار دوڑے ہے گلِ تہفائے گل
۱۸	عاکب مجھے ہو اس سے ہم آغوشیِ آرزو	۱۸	جس کا خیال ہے گلِ حبیبِ قبلے گل

۱۰۔ پھولِ بلبل کی سادگی اور شہِ فریبِ وفا ہونے پر خندہ زن ہیں ۱۱۔

۱۲۔ غمخیزوں کے دامن میں بوسے گل گزینا رکھتی۔ اب گل کے شکفتہ ہونے پر وہ حلقہٴ دامِ شکست ہو گیا اب
تیرے ہزار بوسے گل کو آزادیِ مبارک ہو۔ ۱۳۔

۱۴۔ لوگ موجِ رنگ کے دھوکے میں بہے حالانکہ حقیقت یہ گل کی نولے خنیں اور نازِ خوشنماں تھا۔ ۱۵۔
تیرا قیب ہے کیونکہ بہارِ پھولوں کی اسی لیے ایجا دکرتی ہر کردہ تیرے گئے کا ارجون۔ یہ موجبِ شک ہے
۱۶۔ تیرے حسنِ خیز کے وجہ سے رنگِ گل کی ادا میری نگاہ میں فنِ نظر آتی ہو یعنی کسی طور پر پسندیدہ نہیں
ہے کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تیرے حسن کی غیرت اس امر کو کبھی گوارا نہ کرے گی کہ اُس کے مقابلے میں مجھ کو کسی
اور کی ادا اچھی معلوم ہو۔ ۱۷۔

۱۸۔ یعنی تیرے جلوے کا تا شاؤد کچھنے کے لیے ایک پھول دوسرے کے بعد دوڑنا چلا آتا ہو۔ ۱۹۔
"خدا آرزو ہم آغوشیِ آرزو دام" عاودہ فارسی ہو۔ اسی لحاظ سے "ہم آغوشی کی آرزو نہ کیا بلکہ" از
کا ترجمہ ہے مگر "اس سے ہم آغوشی نہ کر رہی" لکھا۔ ۲۰۔

روایت "م"

<p>۱۰ غم نہیں ہوتا ہو آزادوں کو بیش از نفس</p> <p>۱۱ غفلتیں برہم کرے ہو گنجہ باز خیال</p> <p>۱۲ باوجود یک جهان ہنگامہ پیدائی نہیں</p> <p>۱۳ صفت سے ہے فی قناعت سے نیک جستجو</p>	<p>برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم</p> <p>ہین ورق گردانی نیزنگ یکسے تھانہ ہم</p> <p>ہین چراغان شبستان دل پروانہ ہم</p> <p>ہین دیاں تکیہ گاؤں ہمت مردانہ ہم</p>
---	--

اور کم اکتیس اس میں ہین لاکھوں تنائیں آند
جانتے ہین سینہ پُر خون کو زندان خانہ ہم

۱۴ "برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم" اور ظاہر ہے کہ برق کی چمک ہم بھر سے زیادہ نہیں تھی۔ اپنے کو آزاد قرار دیکر اس بیان سے یہ ثابت کرتا ہو کہ تمام تین ہوتا ہو آزادوں کو بیش از یک نفس" ۱۵

۱۶ ورق گردانی یعنی ورق گردانہ۔ گنجہ اور ورق میں رعایت نفی ہے۔ مطلب یہ ہو کہ خیال اگلی صوبہ سے برہم کی یا کو دلیں تازہ رکھتا ہو۔ ۱۷

۱۸ ایک جہاں ہنگامہ یعنی جوش ہنگامہ پیدا کی گئی۔ مصرعہ ثانی بیان مصرعہ اول کی تشریح ہو چلا ہے۔

۱۹ شبتان پڑانہ کے لفظ ہمارے ہی کا ہے۔ باوجود اس ہمدوشاری پتہ نہیں ہو

۲۰ جتنے جستجو محظوظ ہو یہ تہ اعدا کر بنا رہے ہوں۔ غرضت کی وجہ سے ہو ایسے "ہین دیاں اکھ"

<p>۲۱ مثال حاصل دیکھتگی سے فراہم کر</p> <p>۲۲ دلہنگی یعنی خلق خاطر جھکو زنجیر سے نشانہ کیا ہو اور گستاخ طرح خانہ کی دولت اس کی صدایا</p> <p>۲۳ جھبکار کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی۔ اسی طرح تعین خاطر کی تسامح بھی نالے کے سوا اور کیا ہو سکتی ہو پس</p> <p>۲۴ اسی کو فراہم کرنا چاہیے یعنی تار کشی اختیار کرنا چاہیے۔</p>	<p>۲۵ خلع خانہ زنجیر جزو خدا معلوم</p> <p>۲۶ راکھ لی مرے خالنے ہی بیکسی کی شرم</p> <p>۲۷ راکھ لیچو میرے دھوے خاکستری کی شرم</p>
--	---

۲۸ "راکھ لی مرے خالنے ہی بیکسی کی شرم" کیونکہ دیا غیر میں میرا کوئی آئینہ نہ تھا اس لیے اگر

۲۹ دیاں بیکسی اور کس پھر ہی کی حالت میں موت آئی تو کچھ زیادہ دلت نہ ہوئے۔ لے کہ وطن سے دور

مارے جانے میں یکبسی کی غم زدہ گئی کیونکہ اگر وطن میں مارا جاتا تو یکبسی کی تکمیل نہوتی۔ ۱۲۔

رولیف "ن"

لوں دام بخت خستہ سے یک خواب خوش دے	غالب یہ خوف ہے کہ کہاں سے ادا کروں
✓ وہ فراق اور وہ وصال کہاں	وہ شبے روزاہ و سال کہاں
✓ فرصت کا روبرو شوق کسے	ذوق نگارہ جمال کہاں
دل تو دل وہ داغ بھی نہ رہا	شور سوداے خط و خال کہاں
ہفتی وہ اک شخص کے تصور سے	اب وہ رعنائی خیال کہاں
ایسا آسان نہیں ہو رونا	دل میں طاقت بگڑے جا کہاں
ہم سے چھوٹا تھا رشتہ عشق	وان جو جاوید گروہ میں ال کہاں
✓ فکر دنیا میں سرکھاتا ہوں	میں کہاں اور یہ وبال کہاں

مضمون ہو گئے قوی غالب

وہ عناصر میں اعتدال کہاں

کی دفا ہے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں	ہوتی آئی ہے کہ اچھڑن کو برا کہتے ہیں
آج ہم اپنی پریشانی خاطر ان سے	کہنے جاتے ہیں تو پردیکھتے کیا کہتے ہیں
اگلے دقتوں کے ہیں یہ لوگ انھیں کچھ نہ	جیسے وغمہ کو اندوہ رہا کہتے ہیں
دل میں آجائے ہر ہوتی ہر جزوت غم سے	اور پھر کوئی سناے کو رسا کہتے ہیں
ہے پر سرحد اداک سے اپنا مسجود	قبلے کو اہل نظر قبلہ شا کہتے ہیں
پاے افکار یہ جب سے تجھے رحم آیا ہے	خار زہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہیں
اک شر دلمین ہر اس سے کوئی گھبرا گیا ہے	اگ مطلوب ہے ہم کو جو ہر اس کہتے ہیں
دیکھتے لاتی ہر اس شوخ کی خوت کیا رنگ	اسکی ہر بات پر ہم نام خدا کہتے ہیں
دشمن سے یقیناً اب بیشہ کو بہن شاید	مر گیا غالب آتشہ کو کہتے ہیں

۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

۱۔ ہر گیارہ ایک قسم کی بوٹی جو جسکی چڑیہ شکل انسانی ہوتی ہو۔ مشہور ہے کہ جو شخص اُسے اپنے پاس رکھتا ہے اُس پر لوگ مہربان ہو جاتے ہیں۔ یہاں خار راہ کو دہر گیا اسیلے کہا کہ خار سے پیر زخمی ہوا۔ اور پاسے نگار پر محبوب کو رکھ آیا۔ ۱۲

۱۳۔ ہم لوگ کہ ہوا سے اگل مراد لیتے ہیں۔ بھلا ہم دیکے ایک شرم سے کیا گنہگار بن گئے ۱۳
۱۴۔ شہزادہ نواب مصطفیٰ خان شہنشاہ شاگرد حسن و حشمت غلام علیخان حشمت شاگرد حسن۔

۱۔ آہر دیا خاک اُس گل کی کہ گلشن میں نہیں	۱۔ ہے گریبان تنگ پیر اچھڑا من میں نہیں
۲۔ ضعت لے کر یہ کچھ باقی ہے تیر میں نہیں	۲۔ رنگے کر کر گیا جو خون کردا من میں نہیں
۳۔ ہو گئے ہیں جمع اجڑا ہے نگاہ آفتاب	۳۔ دے اُسکے گھر کی دیوار کے درون میں نہیں
۴۔ کیا کون تاریکی زندان غم اندھیر ہے	۴۔ پتہ نور پہنچتے کہ جسکے روزن میں نہیں
۵۔ رونق ہستی ہے عشق خانہ ویران سان	۵۔ انجن بے منع ہے گورق خرمین میں نہیں
۶۔ زخم سولہ نے سے چھ چارہ جوئی کا ہے طعن	۶۔ غم سمجھا ہو کہ لذت زخم سوزن میں نہیں
۷۔ بسکہ ہیں ہم اک بہار ازل کے اسے اسے ہے	۷۔ جلوہ گل کے سوا گرد اپنے درخیز میں نہیں
۸۔ قطرہ قطرہ اک جہر جی ہے بے ناسور کا	۸۔ خون بھی خدق دروست فارغ ہے تن میں نہیں
۹۔ نیکی سانی کی سخت قدیم آشامی مری	۹۔ مویہ ہے کی آج رنگ مٹا کی گردن میں نہیں
۱۰۔ ہوشا ر ضعت میں کیا ناتوانی کی نمود	۱۰۔ قد کے چھٹکے کی بھی گئی بس میں نہیں

۱۱۔ ہفتی وطن میں شان کیا غالب کہ ہو غریب میں قدر
۱۲۔ بے تکلف ہوں وہ شہت خض کہ گلشن میں نہیں

۱۳۔ جو گریبان (جلت) چاک گریبان کی لنگ کر دامن میں نمودہ تنگ پیر اچھڑا من میں نہیں
۱۴۔ گلشن میں جو گو یا کہ غریب عشق میں گریبان کی صلی اور مناسب بلکہ پاک ہو کہ دامن میں ہی پاس قرار پائی۔
۱۵۔ روزن جو پیر اچھڑا من کی جوشا عین مکان یار میں آتی ہیں اُن کی روشنی میں جو بہت سے درے
۱۶۔ نظر آتے ہیں اُنکی نسبت کہتا ہو کہ گویا اجڑا من نگاہ آفتاب جو درے یار کی زیارت کا شہادہ ہو۔
۱۷۔ یعنی ہمارا زخم کا سولہ اغرض چارہ جوئی انہیں ہے بلکہ اس لیے ہے کہ ہمیں زخم سوزن کی

۱۰۰ سہ سانی شراب پلانے میں بڑی فیاضی سے کام لیتا تھا اور اس پر غرور تھا لیکن میں ایسا
قلزم کشام تھا کہ میری بلا نوشی نے سانی کی نخوت مٹا دی اور شیشہ کی شراب سب ختم ہو گئی اگرچہ میں
میں بیچ بے کی "نخوت" کی صفات سے لایا ہوا کیونکہ رگ گردن کو غور سے تعبیر کیا کرتے ہیں ۱۱
۱۲۰ سہ یعنی صنعت چاروں طرہ سے تیز پرستولی ہو چھ تہہ کیونکہ اگر در کہہ چکے۔

صنعت کے مضمرات میں اکثر شعرا نے نہایت نازک اور لطیف مبالغہ آمیز مضامین سے کام
لیا ہے جو کہ میں کہتا ہے۔

اب تو ہر جا ناگہانی گل چہ تر سے بیا رکھ	صنعت کے باعث کہانہ نیاستہ اٹھا جائے
---	-------------------------------------

ایک اور فارسی شاعر کہتا ہے۔

ز صنعت تن عجیب حال ست بیمار بخت را	کہ تو اندک کشید از تاوانی بار صحت را
۱۰۰	۱۰۰
۱۱۰	۱۱۰
۱۲۰	۱۲۰

۱۳۰ یعنی اگر صرف ایک دہا ہو تو میں اسے اپنی قضا کہوں (یعنی اسطرح کہ اس کی مرگ گردن) لیکن یہاں تو
ہزاروں ادا میں ہیں ۱۲-۱۱-۱۰ ادا اور قضا میں رعایت لفظی ہو۔

۱۴۰ حلقے یعنی زلف کے حلقے جو چشمہ کے کشادہ سے مشابہ ہیں اور تار ہرے زلف گویا ان آنکھوں
کی سرسماں نگاہیں ہیں ۱۲

۱۵۰ سہ مجھ کو میرے گمان سے شرمندہ نہ کر مولا میں اور تجھ کو یوفا خیال گردن ۱۲

مہربان ہو کے ہلا لوشے چاہو جو وقت	۱۰۰
۱۱۰	۱۱۰
۱۲۰	۱۲۰
۱۳۰	۱۳۰
۱۴۰	۱۴۰
۱۵۰	۱۵۰

۱۰۰ سہ سانی شراب پلانے میں بڑی فیاضی سے کام لیتا تھا اور اس پر غرور تھا لیکن میں ایسا
قلزم کشام تھا کہ میری بلا نوشی نے سانی کی نخوت مٹا دی اور شیشہ کی شراب سب ختم ہو گئی اگرچہ میں
میں بیچ بے کی "نخوت" کی صفات سے لایا ہوا کیونکہ رگ گردن کو غور سے تعبیر کیا کرتے ہیں ۱۱
۱۲۰ سہ یعنی صنعت چاروں طرہ سے تیز پرستولی ہو چھ تہہ کیونکہ اگر در کہہ چکے۔
صنعت کے مضمرات میں اکثر شعرا نے نہایت نازک اور لطیف مبالغہ آمیز مضامین سے کام
لیا ہے جو کہ میں کہتا ہے۔
اب تو ہر جا ناگہانی گل چہ تر سے بیا رکھ
صنعت کے باعث کہانہ نیاستہ اٹھا جائے
ایک اور فارسی شاعر کہتا ہے۔
ز صنعت تن عجیب حال ست بیمار بخت را
کہ تو اندک کشید از تاوانی بار صحت را
۱۰۰
۱۱۰
۱۲۰
۱۳۰ یعنی اگر صرف ایک دہا ہو تو میں اسے اپنی قضا کہوں (یعنی اسطرح کہ اس کی مرگ گردن) لیکن یہاں تو
ہزاروں ادا میں ہیں ۱۲-۱۱-۱۰ ادا اور قضا میں رعایت لفظی ہو۔
۱۴۰ حلقے یعنی زلف کے حلقے جو چشمہ کے کشادہ سے مشابہ ہیں اور تار ہرے زلف گویا ان آنکھوں
کی سرسماں نگاہیں ہیں ۱۲
۱۵۰ سہ مجھ کو میرے گمان سے شرمندہ نہ کر مولا میں اور تجھ کو یوفا خیال گردن ۱۲
مہربان ہو کے ہلا لوشے چاہو جو وقت
صنعت میں ہلندہ اغیار کا شکوہ کیا ہے
نہیں ملتا ہی نہیں ہیکو سنگر در نہ
ہے کھل جاؤ بوقت ہے پرستی ایک بن
غیر ہون بناے عالم امکان نہ ہو

<p>زنگ الیگی ہماری فادہ مستی ایک دن بے صدا ہو جائیگا یہ ساز مستی ایک دن</p>	<p>فرض کی پتے تھے لیکن سمجھتے تھے کہ ان نغمہ ہائے غم کو بھی ایدل غنیمت جانیے</p>
<p>دھول دھپا اس سر پانا زکا مشیوہ نہیں ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دتی ایک دن</p>	
<p>۱۰ عالم اسکان یعنی دنیا و عورت ارج بناے عالم امکان نہ ہو کیونکہ ایک روز اس عالم امکان یعنی دنیا کا بھی فنا ہونا یقینی ہے۔ ۱۲</p>	
<p>۱۰ ایک چھپڑے دگر نہ مراد امتحان نہیں ۱۱ پرسش ہے اور بے سخن و بیان نہیں ۱۲ ناہربان نہیں ہر اگر مسر بان نہیں ۱۳ آخر زبان تو رکھتے ہو تم گرد بان نہیں ۱۴ ہر چند پشت گرمی تاب و توان نہیں ۱۵ لب پر کہ سچ زمزمہ الا مان نہیں ۱۶ دل میں بھڑکی چھوڑ کر خوشچکان نہیں ۱۷ ہے عابد دل نفس اگر آذر نشان نہیں ۱۸ سوگز زمین کے بے بیابان گران نہیں ۱۹ گویا زمین پر سجدہ ثبوت کا نشان نہیں ۲۰ روح القدس اگر چہ ہر زبان نہیں</p>	<p>۱۰ ہم پر جفاے ترک وفا کا کسان نہیں ۱۱ کس منہ سے شکر کیجئے اس لطف خاص کا ۱۲ ہم کو ستم عزیز ستمگر کو ہم عزیز ۱۳ بوسہ نہیں دے دیجئے دشنام ہی سہی ۱۴ ہر چند جانگدازی تم و خطاب ہے ۱۵ جان مطرب ترانہ ہل میں مزید ہے ۱۶ خیر سے چیر سینہ اگر دل نہ ہو دو نیم ۱۷ ہے ننگ سینہ دل اگر آتش کہ نہ ہو ۱۸ نقصان نہیں جنوں سے بلاسی ہو گھر خراب ۱۹ کہتے ہو کیا لکھا ہر تری سر نوشت میں ۲۰ پاتا ہوں اس سے داد کچھ اپنے کلام کی</p>
<p>جان ہے ہر لے بوسہ کیوں کہی غالب کو جانتا ہو کہ وہ نیچاں نہیں</p>	
<p>۱۰ یعنی ان کی جہان میں صرف چھپڑنے کے لیے ہیں امتحان وفا کی عوض سے نہیں ہیں کیونکہ ہماری وفاداری پر ان کو اعتماد ہو کہ ہماری نسبت وہ ترک وفا کا گمان نہیں کر سکتے۔ ۱۲ ۱۰ لطف خاص یعنی پرسش نہان جو گفتگو سے مستثنیٰ ہے یعنی جو انداز و اشارات سے ادا ہو۔ ۱۳ ۱۰ ہم کو ستم عزیز ہے اور وہ ستم کرتا ہو پس ثابت ہو کہ وہ ہم کو عزیز رکھتا ہو کیونکہ ہم کو وہی</p>	

ہر چند اس کا قبر جاگداز ہو اور ہم میں طاقت برداشت نہیں اس پر بھی ہم اس کے قبر سے

پناہ نہیں مانگتے بلکہ عتاب مزید کے خواہاں ہیں۔ ۱۲۔

روح القدس یعنی حضرت جبریل۔ اگرچہ وہ میرے برابر فصیح نہیں ہیں (معاذ اللہ)

تاج پوریا تا پہون برس سے انہ

۱۷۔ اے کیوں! ابھی جتنی ابھی نہ کہے گا بچان ہونے کی حالت میں کہے تو کہے جب یہ رہا نہ

ہو سکے گا کہ رہا ہے پوسہ جان (۱۵) نہ بخان (۱۶)

<p> مانع دشت لوروی کوئی تدریس بر زمین شوق اس دشت برین دوشه هر چه کو جهان حسرت لذت آزارهای جانی است رنج نومیدی جادید گوارا ر بهر سر کجها تا بهر جان زخم سر اچھا ہو جائے جب گرم رخت بیابا کی رگستاخی ہے </p>	<p> ایک چکر تو مے پانون میں زنجیر نہیں جامہ غیر از نگہ دیدہ تصویر نہیں جادہ راہ و فنا جز دم شمشیر نہیں خوش ہون گزنا ز بوی کفن نافر نہیں لذت سنگ باندا ز لغت سر نہیں کوئی تقصیر خیر غایت تقصیر نہیں </p>
---	--

فنا سب اپنا یہ عقیدہ قبول کرنا

آپ کے سہرہ ہر وقت ہر لمحہ

ساده جاده خیر از نگه دیده تصویر بنین " یعنی مردم به چه طریقی دیده تصویر کنی نگاه مردم

ہوتی ہے۔ ۱۳

یاد یہ کہ شوقِ مجدد کو اس نشتِ مین لئے جانا ہو جہاں ہر شخص مثلِ تصویرِ حیرت ہو جاتا ہو۔ ۱۲

۱۷۰ افسوس کرتا ہوں کہ چارہ راہ فنا جزد و شمشیر نہیں لے سکتا۔ — "کیونکہ وہ شمشیر دم بکھرتی ہے قائم

گردشی ہوا اور لذت آزار کی حسرت زدہ چاتی ۱۳-۱۴

۱۰۔ میرا نانا تاثیر کا احسان لینے کی دولت پسند نہیں کرتا۔ پس ”سبج نو میدی جاوید“

یہی گوارا رہے تو خوب ہے ۴

۱۲۵ بانٹاؤ تقریر نہیں یعنی بیان سے باہر ہے یا بیان نہیں ہو سکتی ۱۲۰
 ۱۲۶ خجالتِ تعمیر یعنی ادھکابِ قصو سے جھکن۔ جب کرم یا رگستاخی کی اجازت دے سفتی جھکن
 بہت بڑا قصو ہے۔

مست مرد کب دیدہ میں سمجھو نہ نگاہیں | مطلع | ہیں جمع سوید اسے دل چہر میں آہیں
 ۱۲۷ تہلی کو آنکھ کے دل کا سوید اقرار دیا۔ اور نگاہوں کو اُس دل کی آہوں سے مشابہ کیا۔ ۱۲۰

برشنگال دیدہ عاشق ہے دیکھا جائے | | کھل گئی ماسند گل سو جا سے دیوارِ حین
 ۱۲۸ الفٹ گل سے غلط ہے دعوے دارگی | | سر وہ باوصف آزادی گرفتارِ حین

عشق تا بھر سے نوید نہیں	۱۲۹	جان سپاری شجرِ بید نہیں	✓
سلطنت دستِ بدست آئی ہے	۱۳۰	جامِ مے خاتمِ جمشید نہیں	
ہے تجلی تری سامانِ وجود	۱۳۱	ذہ بے پر تو خورشید نہیں	×
رازِ معشوق نہ رسوا ہو جائے		در نہ مچانے میں کچھ بھید نہیں	
گردشِ رنگِ طرب سے ڈر ہے	۱۳۲	عنبرِ محرومی جاوید نہیں	

کہتے ہیں جیتے ہیں امید پر لوگ | | ہم کو جینے کی بھی امید نہیں

۱۳۳ کہتا ہے کہ عشق تا بھر سے تا امید نہیں ہو کہ نہ جاننا بازی جان سپاری کچھ شجرِ بید نہیں ہو جس کا
 کبھی پھل نہ ملے ۱۲۰ مطلب یہ ہے کہ عشق میں جاننا بازی و جان نشانی کا اثر کبھی نہ کبھی ضرور ہو گا۔

۱۳۴ "سلطنت دستِ بدست آئی ہے" یعنی جامِ شراب کی سلطنتِ جمشید سے زندون کو واسطہ ہوا واسطہ
 ہو چکی ہے۔ "جامِ مے خاتمِ جمشید نہیں" جو صورتِ جمشید کے پاس ہے اور اسی کے ساتھ
 مخصوص ہو۔

۱۳۵ جسطرح ذرے میں پر تو خورشید نظر آتا ہے اُسی طرح تمام موجودات عالمِ تریفات کے نظریں ۱۲۰
 ۱۳۶ ہم کو محرومی جاوید کا غم نہیں ہو کہ نہ کہ طرب سے بہتر ہے حین گردشِ رنگِ خوت لگا رہتا ہے۔
 یعنی چونکہ راحت کے بعد تلخ نہایت جان گذار ہو تا ہے اس لحاظ سے طرب سے محرومی جاوید ہی بہتر ہے
 یا یہ کہ گردشِ رنگِ طرب سے اس لیے ڈر ہے کہ محرومی کی حالت میں طرب کی جھلک سے بچ محرومی

کا احساس اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ ۱۲۔

۱۔	خیابان خیابان ارم دیکھتے ہیں	۱۔	جہان تیر نقش قدم دیکھتے ہیں
۲۔	سویلا میں سیر قدم دیکھتے ہیں	۲۔	دل آشفگانِ خال کج دہن کے
۳۔	قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں	۳۔	ترے سرو قامت سے اک قدر آدم
۴۔	تجھے کس قتنا سے ہم دیکھتے ہیں	۴۔	تماشا کر لے محو آئینہ داری
۵۔	کرشبہ کا نقش قدم دیکھتے ہیں	۵۔	سراغِ لغتِ نالہ لے داغِ دل سے
<p>بنالکِ فقر وں کا ہم بھیس عالت تماشا لے اہلِ کرم دیکھتے ہیں</p>			

۱۔ خیابان خیابان یعنی کثرت۔ ۱۱۔

۲۔ اُسکے ایک معنی تو یہی ہیں کہ ترے سرو قامت سے فتنہ قیامت کتر ہے۔ اور دوسرے یہ معنی بھی ہیں کہ تیرا قیامت سے بنوایا گیا ہے اس لیے وہ ایک قدر آدم کم ہو گیا ہے (یادگار غالب) یا یہ کہ فتنہ قیامت و فتنہ قامت دونوں موجود فی الواقع ہیں اور اس لحاظ سے برابر ہیں لیکن باعتبار وجود ظاہری سرو قامت بارے فتنہ قیامت بقدر ایک قدر آدم کم ہے۔
۳۔ تماشا کر تر حیرتِ تماشا کر یعنی دیکھ۔ دیوانِ غالب کے قدیم نسخے میں "تماشا کر" لکھا ہے اس حالت میں بھی محاورہ فارسی کے رُسے "تماشا کر" ہی کا مفہوم پیدا ہو گا۔
۴۔ نالہ دل کو شبِ رویا سا کرشب قرار دیا اور داغِ دل کو اُس کا نقش قدم۔ ۱۲۔

۱۔	کافر ہوں گزرتی ہو راحتِ عذاب میں	۱۔	ملتی ہے خوں سے نارِ التهاب میں
۲۔	شہاے ہجر کو بھی رکھوں گہ حساب میں	۲۔	کرتے ہوں کیا بتاؤں جہاںِ خراب میں
۳۔	آنے کا عہد کر گئے تے جو خواب میں	۳۔	تا پھر نہ اٹھا رہیں منہ آگے عمر بھیر
۴۔	میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں	۴۔	قاصد کے آگے آگے خط اک اور لکھ رکھوں
۵۔	ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں	۵۔	مجھ تک کب ان کی نیند میں آتا تھا درخام
۶۔	کیوں ہو گانِ ہوئی دستِ دشمن کے باب میں	۶۔	جو منکر و ناہو فریب اس کا کیا چلے
۷۔	ڈالے تم کو دم نے کس بیچِ دتاب میں	۷۔	میں مضطرب و مضل میں خونِ قریب سے

۱۲ خدا کو دوست اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نیکم دوست قرار دیا ہے۔ ۱۳

<p>مقرر ہو تو سنا تھو رکھوں تو حسرت کر کو میں ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کہ نہ کرو میں اے کاش جانتا نہ ترے رہ گذر کو میں کیا جانتا نہیں ہوں بھاری کسر کو میں یہ جانتا اگر تو اٹا تا نہ گھر کو میں پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں کیا پوچھا ہوں اس بہت بیدار کو میں جا تا اگر نہ ایک ناپنی جس کو میں سمجھا ہوں دل پذیر مستاع ہنر کو میں</p>	<p>حیران ہوں لکوردون کہ پٹوں جب کر کو میں چھوڑا نہ رشک لے کہ ترے گھر کا نام ہوں جانا پڑا قیب کے در پر ہزار بار ہے کیا جو کس کے باندھے میری بلا دے لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ نام ہے چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز دے کس خواہش کو اتھوں نے پریش دیا ستر پھر بے خودی میں بھول گیا راہ کو یار بچے بہ کر رہا ہوں قیاس اہل دہر کا</p>
---	--

غالب خدا کرے کہ سوار سہند ناز
دیکھوں علی بہا در عالی گھر کو میں

۱۴ یعنی اہل دہر مستاع ہنر کے قدر دان نہیں ہیں اوزین جوتے اوپر قیاس کر کے اہل دنیا کو مستاع ہنر کا قدر دان سمجھ رہا ہوں یہ غلطی ہے۔

<p>غیر کی بات بگڑ جائے تو کچھ دور نہیں شر وہ قتل مقتدر ہے جو مذکور نہیں لوگ کہتے ہیں کہ ہے پرہیز منظور نہیں ہم کو تقلید تنگ ظرفی منظور نہیں عشق بر عہدہ کی گون تن ریخو نہیں اُس عفت سے وہ کہتے ہیں کہ ہم خور نہیں تو تغافل میں کسی رنگ سے مخدور نہیں اے وہ بادہ کہ فشر وہ انگو نہیں بیر عیے بہ یہ حجت ہو کہ شہو نہیں</p>	<p>۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰</p>
--	--

لے غیر ذکر میرا یہ بدی کر رہا ہے حالانکہ بارگاہی کے ساتھ بھی میرا ذکر نہ تھا نہ نہیں ہے
 اس لیے غیری کی بات الخ

۱۱ غالب دنیا کے سوچم ہونے کو یہ قلوب بیان کرتا ہو کہتا ہو کہ لوگ کہتے ہیں کہ عالم شاہرستی مطلق
 کی کرتے اور ان سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ حیطہ شاہد کی کر نہیں ہوئی اسی طرح سے وجود عالم
 بھی سوچم ہے لیکن ہم کو یہ بھی منظور نہیں ہو کہ کوئی جب کہتے ہیں کہ "عالم شاہرستی مطلق کی کرتے"
 تو اگرچہ اس کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ عالم مندرم ہو لیکن "ہے" کا لفظ ہم ایک شے معلوم کے
 کسی طرح نہیں استعمال کرنا چاہتے۔ ۱۲

۱۳ شورش ہنگامہ شش کے لیے قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن تن و خون میں جو مرکز راہی طاقت
 نہیں پاتی ہو اس لیے قوت خرابی کو غماہ کر کے اظہار حسرت کرتا ہے۔ ۱۴
 ۱۵ یعنی اگر تو طعن نہیں کرنا تو ظلم ہی کر رہا حال تغافل نہ کر
 "تو تغافل میں کسی گناہ معذور نہیں کسی گناہ سے بے نیاز شیدہ شے سے تغافل بھی ہم کو پسند نہیں ہے۔ ۱۶

۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰

۱۰۱ کر کے کس مفہم سے ہو غریب کی شکایت غالب
 ۱۰۲ ہم کو بے مہر سی مارا ان وطن یاد نہیں
 ۱۰۳ اگر کہہ سیکے کہ اس سے پیداوار کی شکایت منظور نہیں ہے بلکہ تھا ضائع کے لیے

حسن طلب ہو کہ جب رہ میری فریاد سے تو اسے مجھ پر ظلم کرنا پھر یاد آجائے۔
 سہ ہم اپنی غصے تسلیم دنا کے سبب فریاد نہیں کرتے لیکن یہی سمجھتا ہو کہ ہمارا غموشی بیطاعتی و مجبور کی
 باعث سے ہو ہیں اے بر حال تسلیم دنا جو اپنی ضبط فریاد کی داد سے کبھی محروم ہیں۔ ۱۲
 سہ اگر گل لالہ چراغان سر رکھ زیاد نہیں تو ان کا رنگ نکلیں پریشان کیوں ہو کہ ہم میں سے طلبا ہو
 سہ "مزدہ لے مرغ کلا" ارین صیاد نہیں جو مرغ کو نفس میں بند کرنے گا۔ ۱۳
 سہ وہ ہر بات پر نہیں کرتا ہو لیکن اس نہیں کہے کہنے سے اس کے وجود میں کثرت ملتا ہو۔ ۱۴

دو دنوں جان سے کے مہ گھگھ یہ خوش ہا	یاں آپری یہ مشرم کہ نکلا کہ کیا کوہین
تھک تھک کے ہر ظلم پہ و چارہ گئے	یہ سہرا پتہ دیا ہیں تو ناچار کیا کہہ سن
کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہل نرم	ہو غم ہی جان گذار تو غمخوار کیا کہہ سن
ہو گئی ہے غیر کی مشیرین بیانی کا رگر	حق کا اس کو گمان ہم بے زبان ہو نہیں
قیامت ہے کہ سن لیلی کا دشت قیس ہیں	تجسبے وہ بولا ان کی تپا سے زمانے میں
دل نازک پراسکے دم آتا ہے مجھے خفا کہ	نکمر گرم اس کا فریاد کشتا کرانے میں
دل لگا کر لگا گیا ان کو بھی تنہا بیٹھنا	ہائے انہی یہ کسی کی ہم نے پائی داد یاں
ہیں نوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام	سہ مہر گردن ہے چراغ رکھزار بادیاں

سہ زوال آدہ کما دہ زوال مہر گردن دل چراغ رکھزار بادیاں ہے یعنی آمادہ زوال۔ ۱۵

یہ ہم جو حبس میں دیوار دور کو دیکھتے ہیں	ابھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں
وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے	کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
نظر لگے یہ کہیں اسکے دست و بازو کو	یہ لوگ کیوں کے زخم جگر کو دیکھتے ہیں
ترے جواہر طاف کلمہ کو کیا دیکھیں	سہ ہم اوج طالع لعل دگر کو دیکھتے ہیں
سہ اوج طالع لعل دگر کہ کتری کلاہ میں گئے ہوتے ہیں۔	

نہیں کہ جھک کو قیامت کا اعتقاد ہیں	سہ شب فراق سے روز جزا زیاد نہیں
کوئی کہے کہ شب مہین کیا بڑائی ہے	بلے آج اگر دن کو ابر باد نہیں
جو آؤں سامنے ان کے تو مہربان کہیں	جو جاؤں دان سے کہیں کو تو خبر باد نہیں

کبھی جو یاد بھی آتا ہوں میں تو کہتے ہیں	۱۷	کہ آج بزم میں کچھ فتنہ و فساد نہیں
علاوہ عید کے ملتی ہو اور دن بھی شراب		گدے کو چسپے خانہ نامہ راہ نہیں
جہان میں ہونم و شادی ہم ہمیں کیا کام		دیا ہے ہم کو خزانے وہ دل کہ شاد نہیں

تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب
 یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یا دشمن

۱۸ اس شعر کی ترکیب لفظی خوب ہے۔ کہتا ہے کہ قیامت کا مجھے اعتقاد ہے لیکن ساتھ ہی اس کے
 یہ بھی یقین ہے کہ وہ شبِ فراق سے زیادہ نہیں ہو۔ ۱۲
 ۱۹ یعنی مجھ کو وہ فتنہ و فساد سے تعبیر کرتے ہیں۔

تیرے توسن کو صبا باندھتے ہیں	۱۷	ہم بھی مضمون کی ہوا باندھتے ہیں
آہ کا گس نے اثر دیکھا ہے	۱۷	ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتے ہیں
تیری فرصت کے مقابل اے عمر	۱۷	برقی کو پا بہ جنا باندھتے ہیں
قید ہستی سے رہائی معلوم	۱۷	اشک کو بے سرو پا باندھتے ہیں
نشہ ازنگ سے ہے واشد گل	۱۷	ست کب بند قبا باندھتے ہیں
خلطیہاے مضامین مت پوچھ		لوگ نالے کو ربا باندھتے ہیں
اہل تدبیر کی دامانہ آسان		آبلوں پر بھی جنا باندھتے ہیں

۱۷ سادہ پرکار ہیں خوبانِ غالب
 اہم سے بیان دنا باندھتے ہیں

۱۷ ہم جو آہ کرتے ہیں یہ گویا اپنی ہوا باندھتے ہیں ورنہ اثر آہ کی حقیقت معلوم ہو۔
 ۱۷ باندھتے ہیں۔ یعنی شعر مضمون شعریں۔ چونکہ باندھنے کے معنی قید کرنے کے بھی ہیں اس لیے ایک
 چرٹھف مضمون پیدا ہو گیا ہو۔
 ۱۷ مصرعہ ثانی مصرعہ اول کی توضیح کرتا ہے۔ یعنی پھول کی دشت (کھلتا) نشہ ازنگ کی ہستی کی وجہ
 سے جو ہستی کے اثر سے اُس نے اپنے بند قبا کھول دیے ہیں۔ ۱۲ یعنی ظاہر میں اظہار و فاکرے
 ہیں مگر دل میں ہے۔ ۱۲

ترانہ سخت کہ آزار ہے کجبان ہند	دگر نہ ہر دم تو تو فرغ زیادہ رکھتے ہیں
داغ طرا ہوا ترے در پر نہیں ہون میں	سلا خاک ایسی زندگی پہ کہ پھر نہیں ہون میں
کیوں گردش ملام سے گھرا نہ جاسے دل	انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں بن میں
یار بے مانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے	لوح جہان پر حریف مکر نہیں ہوں میں
حد چاہیے سزا میں عقوبت کے واسطے	آخر کنا ہنگام ہوں کامسر نہیں ہوں میں
کس واسطے غم سز نہیں جانتے مجھے	لعل دوزخ و زرد گوہر نہیں ہوں میں
رکھتے ہو تم قدم مری آنکھ کو کون دلیق	بیت میں ہر وہاں سے اکثر نہیں ہوں میں
کرتے ہیں مجھ کو رخ و قند بوس کس لیے	ایسا آسمان کے کھلی بلبل نہیں ہوں میں

فلا کبے طیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا
وہ دن گئے کرکتے تھے تو کر نہیں ہوں میں

سلا داغ طرا ہوا داغ یعنی دل سے سنگ دے۔ ۱۲

سب کہاں کچھ لاؤ گل میں نمایاں ہو گئیں	خاک میں کیا صوفیوں ہوں گی کھینچاں ہو گئیں
یاد تھیں ہم کو بھی زنگار زنگت ہم آریاں	لیکن اب نقش و نگار طاق نسیاں ہو گئیں
تھیں ثابت النش گردوں کی کچرے میں	شیر کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عرواں ہو گئیں
قدیرین یعقوب کی گردن بوس کی خبر	لیکن آنکھیں دوزخ بوار زندان ہو گئیں
سب تیبیک اہل ناخوش بزدلان بصر سے	ہے بے لہجہ خورشید شمس کہ عوامہ کنعان ہو گئیں
جھے خون آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شام فراق	میں یہ مجھ کو کچھ کہہ دو جو میں دوزخ زان ہو گئیں
ان بریزدوں سے لین گئے خلد میں ہم انتقام	قدرت حق سے ہی حوریں اگر وان ہو گئیں
نیتہ انکس ہے داغ اُسکا ہوا میں اسکی ہیں	بیری لہیں جبے بازو پر پریشان ہو گئیں
میں مین میں کیا گیا گویا دیستان کھل گیا	بلبلین سن کر میرے نالے غزل خوان ہو گئیں
وہ نگاہیں کیوں ہوئی جاتی ہیں یارب لکے بار	جو مری کوتاہی قسمت سے شرکان ہو گئیں
بیکر سو کا میں نے اور سننے میں بھروسہ پختہ	میری آنکھیں بجیہ چاک گریبان ہو گئیں
وان گیا بھی میں تو ان کی کچھ کیوں کیا جواب	یاد تھیں مین دعا میں صرغ بان ہو گئیں

<p>جان فسترا ہے بادہ جبکہ ہاتھ میں جام آگیا ہم موصد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم سرج سے خور ہوا انسان لٹ جاتا ہونچ</p>	<p>سب لکیریں اٹھ کی گویا رگ جہاں ہو گئیں مٹیں جب مٹ گئیں اجڑے یان ہو گئیں مٹ گئیں بھگ پریش اتنی کراسان ہو گئیں</p>
<p>یون ہی گرد و تار ہا غالب لڑے اہل جہاں دیکھنا ان بیستون کو تم کہ ویرانی ہو گئیں</p>	
<p>لے نقش و نگار طاق نیان ہو گئیں یعنی فراموش ہو گئیں ۱۲۔ اس شعر کے الفاظ نہایت لطیف در گئیں ہیں اور یہ پوری غزل رچنے سے کاہلی درجے کا نمونہ ہے۔ لے کیونکہ زمان مصر نے اس کی پسند کی مطابقت کی اور خود بھی موصد ہو کر دلچا کو عشق حضرت یوسف میں معذور رکھا۔ ۱۳۔</p>	
<p>سے جو شکران ہو گئیں یعنی کو نامہ ہو گئیں اور نرم کی جہ سے میری جانب بے محابا نہیں اٹھتیں۔ غالب کہتا ہے کہ اس کو تاجی پر بھی وہ نگاہیں کون میرے دے پار ہوئی جاتی ہیں ۱۴۔ لے اس شعر میں جو اصل خوبی اور لطافت ہے وہ یہ ہے کہ گالیوں کے جواب میں دعا میں دینے کو ایک ایسی معمولی اور ضروری بات ہونا ظاہر کرنا ہو کہ گویا ہر شخص اس کو ضروری جانتا ہے۔ کیونکہ سب سے حمید۔ ہوان ہو کر دیکھتا ہے کہ بتاؤ ان کی گالیوں کا کیا جواب دوں گا۔ جب کہ دعا میں سب ہو چکے ہیں (یا دگار غالب)</p>	
<p>دیا گئی سے دوش پر زنا رہی نہیں دل کو نیا رحسرت دیدار کر چکے لے لہنا ترا اگر نہیں آسان تو سہل ہے بے عشق نہ کٹ نہیں سکتی ہے اور بیان خود رہ گئی کے ہاتھ سے سر دال دوش گنجائش حداثہ اختیار کر کسرت اڑنا اے زائے میرے خدا گمان</p>	<p>یعنی ہماری جیب میں لک تار بھی نہیں دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی نہیں دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں طاقت بقدر لذت کہ نہ ا رہی نہیں صحرایں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں بان دل میں منت سے ہوس یا بھی نہیں آخر نالے مرغ گرفتار بھی نہیں</p>

چال کر لے سے باز رہا پس گویا خستہ اجباب بچہ حبیب منظر
 ۱۱۰ مثالی یعنی شکوہ صورت پر افشان یعنی پر دن (نثر) اس مہر و ش کے جلوہ مثال کے آگے آئے
 میں جو ہر (اس طرح) پر افشان ہوئے جس طرح (نثر) اس مہر و ش میں ۱۱۰
 ۱۱۰ یعنی لب لبو کے لطف و عنایت چھوڑ کر فنا محبت کر رکھا ہے ۱۲۰

مڑے جہان کے اپنی نظر میں خاک نہیں مگر غبار ہوتے پر ہوا اڑا لے جائے یہ کس بہشت شامل کی آمد آمد ہے اچھلا اُسے نہ سہی کچھ بھی کو جسم آتا اخیال جلوہ گل سے خراب ہیں میکش ہوا ہوں عشق کی غارت گری سے فستادہ	سولے خون جگر سو جگر میں خاک نہیں وگر نہ تاب تو ان بال پر میں خاک نہیں کہ غیر جلوہ گل رہ گزرتی خاک نہیں ۱۱۰ اثر مرے نفس بے اثر میں خاک نہیں شراب خانے کے دیوار و در میں خاک نہیں سولے حسرت تعمیر میں خاک نہیں
---	---

ہمارے شعر میں اب صرت دل لگی کے احمد
 اچھلا کہ نہ مارہ عرق ہنر میں خاک نہیں

۱۱۰ چھٹی کو رحم آتا، یعنی اپنی حالت پر رحم آتا اور میں ناکہ کشی سے باز آتا۔ ۱۲۰

دل ہی تو ہے نہ سنگ خشت و نہ گھر نہ کون دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستان نہیں جب ہمال دل فرود صورت ہر سرور دشنہ وغیرہ جان ستان نادر بے پناہ قید حیات ہند غم اصل میں نون ایک ہیں حسن اور اس پر حسن نظر بے گلی ہوا ہوں کی ہر وان ہر غور و غور و نازان یہ حجاب پاس وضع ان ہر نہیں خلیا پرست جاؤ وہ یوں اسی	رو میں گے ہم نزار کوئی ہن ستائے کیوں بیشہ ہیں گدڑ یہ ہم غیر ہیں اٹھائے کیوں آپ ہی ہوں نظارہ سوز پرے میں پہچھہاے کیوں تیرا ہی عکس رخ سہی ساتے تیرے آئے کیوں موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں ۱۱۰ اپنے اپنے داسے غیر کو آواز ماسے کیوں راہ میں ہم ملین کہان ہنر میں ہلائے کیوں جسکو ہونے میں دل غور و ناز کی گلی میں جائے کیوں
--	--

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
 روئے زار زار کیا کیجئے اسے اسے کیوں

۱۲۔ جمال نظارہ سوزدہ حسن حسن کا نظارہ نہ ہو سکے۔

۱۳۔ رہ گئی ہوا ہوس کی شرم کیونکہ اگر محبوب کو اپنی عفت پر اعتماد اور غیر کی نسبت حسن ظن نہ ہوتا اور وہ غیر کا امتحان کرتا تو ساری حقیقت کھل جاتی۔ ۱۲۔

غنجہ نا شگفتہ کو دور سے رت کھا کہ یون	ہو سے کو چھپتا ہوں میں سے مجھے بتا کہ یون
پسش طرز دلبری کیجئے کیا کہ بن کے	اُسکے ہر اک اشارے سے نکلے ہے یاد ا کہ یون
رات کے وقت سے پیے ہاتھ رقیب کو پیے	آئے وہ یاں خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یون
غیر سے رات کیا بنی یہ جو کہا تو دیکھے	سامنے آن بیٹھا اور یہ دیکھت کہ یون
بزم میں اُسکے روبرو کیون نہ خوش بیٹھے	۱۴۔ اس کی تو خاشی میں بھی ہو بھی رہا کہ یون
میں نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے حتی	۱۵۔ شبن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھادیا کہ یون
مجھ سے کہا جو یار نے جلتے ہیں ہوش کس طرح	دیکھ کے میری بخودی چہنے لگی ہوا کہ یون
کب مجھے کوئے یار میں ہے کی وضع باگھی	۱۶۔ آئینہ دار بن گئی حیرت نقش پا کہ یون
گر ترے دل میں ہو خیال وصل پیش تو کا زوال	۱۷۔ موج محیط آب میں مارے ہے دست پاک کہ یون

جو یہ کہے کہ رحمت کیون کہ ہو رشک فارسی
گفتہ غالب ایک بار پڑھ کے اُسے سنا کہ یون

۱۸۔ اُس کی خاموشی کا کھنچا طلب ہے کہ تو کھلی غلوش بیچ۔ ۱۲۔

۱۹۔ یہ شعر لفظ ستم ظریف کے مفہوم کی تشریح کرتا ہے۔ ۱۲۔

۲۰۔ حیرت نقش پائے مجھ کو کوئے یار میں ہے کی وضع بتا دی تھی اپنی نثار دگی حیرانی کی مثال کر۔ ۱۲۔

۲۱۔ وصل سے شوق کو جو جاتا ہو دیکھ کہ موج جھگی یہی باہر زبان حال کہ رہی ہے موج کی حرکت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ وصل بھر سے علیحدہ ہو کر گناہے پر پہنچنے کے لیے دست پا مار رہی ہے۔ ۱۲۔

ردیف "و"

حسد سے دل اگر افسردہ ہو گرم مت شاہو ۱۴۔ کہ چشم تک شاید گرفت نظارہ سے نہ ہو

بہارِ حسرتِ دل چاہیے ذوقِ معاصی بھی	۱۷	بھرون یک گوشتِ دامن اگر آبِ بندہ دریا ہو
اگر وہ سرِ قدِ گرمِ حسرتِ ارم ناز آجائے		کھٹ ہر خاکِ گلشنِ قمری نالہ فرس ہو

۱۷ انسان کے دل میں حیرانہ اسی وقت تک نہ زیادہ جوش نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی نظر وسیع نہیں ہوتی۔ اس بنا پر حیرانہ اندر کی دل کا علاج یہ بتایا ہے کہ گرم تاشا ہو کر وسعتِ نظر حاصل کر۔

۱۷ بھون یعنی آلودہ کردن جب آبِ ہفتِ باہر دامن کا ایک گوشہ ہو گا دلِ قمری کیسے کیا کچھ درکار ہو گا۔

کے مین جا رہا تو نہ دو طعنہ کیا کہین	بھولا ہون کی صحبت اہلِ کشت کو
طاعتِ مین تار ہے نہ می انگین کی لا	دو رخ مین دالِ دو کوئی لیکر ہشت کو
ہونِ تحریف نہ کیوں ہر دم ٹوایے	طیرھا اگا ہے قلمِ سرِ نوشت کو

غالب کچھ اپنی سعی سے کتنا نہیں	۱۸	یعنی گنہگارِ قیامت میں لکھی ہے۔
خیر میں جیلے اگر نہ کھائے کشت کو		

دارِ ستر اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہو	۱۹	بچے ہمارے ساتھ عداوت ہی کیوں نہو
چھوڑا نہ مجھ میں صنعت نے دباگِ اختلاط کا		ہے دل پر بارِ نقشِ محبت ہی کیوں نہو
ہے مجھ کو تجھ سے تڑکرا غیبر کا گلا		ہر چند بر سبیلِ خفا میت ہی کیوں نہو
پیدا ہوئی ہے کہتے ہیں ہر درد کی دوا	۲۰	یون ہو تو چارہ غمِ لغت ہی کیوں نہو
ظالانہ بے کسی نے کسی سے معاملہ		اپنے سے کھینچتا ہونِ خجالت ہی کیوں نہو
ہے آدمی بچاے خود اک عشرِ خیال		ہم انجن سمجھتے تھے خلوت ہی کیوں نہو
ہنگامہ زبونی ہمت ہے انفعال	۲۱	حاصل نہ کیجے دہر سے عبرت ہی کیوں نہو
دارِ ستگی رہا نہ بیگانگی نہیں	۲۲	اپنے سے کر نہ غیر سے وحشت ہی کیوں نہو
مٹتا ہے فوتِ فرصتِ ہستی کا عزم کوئی		عمرِ عزیزِ صرتِ عبادت ہی کیوں نہو

اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہیں	۲۳	اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہو
-----------------------------------	----	--------------------------------------

۲۳ "ہر درد کی دوا" جو خود دہر غالب اس مقولے کے خلاف کہتا ہے کہ اگر یہ بالکل صحیح ہو تا تو لازماً

آتا ہے کہ تم الفت کا بھی علاج موجود ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے اور درخشن لا دو ہے۔

۱۱۔ دوسروں کا اقرار قبول کرنا اور آسان امتیاز دینی بہت کی دلیل ہو سکتا ہے بہت عورت بھی اس میں گرفتار ہیں۔

۱۲۔ اگر فتنہ ترک تعلقات کر کے زادی حاصل کی ہو تو اس کے یہ بھی نہیں ہیں کہ تو دارِ استغنی کا غدار رکھ کر

لوگوں سے دھت کرنے لگے اور اگر کرتا بھی ہے تو اپنے سے دھت کرنے کو دوسروں سے ۱۳۔

۱۔ نفس میں ہونے والا اگر اچھا بھی جائیں میری بین کو	۱۔ مرا ہونا بڑا کیا ہے تو اس بھان گلشن کو
۲۔ نہیں اگر ہمدی آسان ہو یہ شک کیا کم ہے	۲۔ نہ دی ہو تو خلا یا آئے دے دوست دشمن کو
۳۔ نہ نکلا اٹکھ سے تیری کہ آئنا اس جرات پر	۳۔ کیا سینے میں جس نے جو چکان گان خون کو
۴۔ خدائے باقون کو کہ رکھتے ہیں کشاکش میں	۴۔ کبھی میرے گویاں کو کبھی جان کے امن کو
۵۔ اچھی ہم قتل کہ کا دیکھنا آسان سمجھتے ہیں	۵۔ نہیں دیکھنا اور جیسے خون میں تیرے من کو
۶۔ ہوا پھر جا جو میرے پاؤں کی زنجیر شینے کا	۶۔ کیا بیتاب کان میں جنبش جو میرے آہن کو
۷۔ خوشی کیا کھیت پر میرے اگر سوار بار آئے	۷۔ سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈھے ہو اچھی شوق خرمین کو
۸۔ وفاداری بظراستواری اصل ایمان ہے	۸۔ مرے تجاہد میں تو کبھی میں گاؤں برہمن کو
۹۔ شہادت تھی ہی ہمت میں جو دی تھی غیہ جھگڑ	۹۔ جہان تلوار کو دیکھا بھگا دیتا تھا گردن کو
۱۰۔ نہ لٹتا دن کو تو کہ ات کو یوں بے خبر سوتا	۱۰۔ رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں بہرن کو
۱۱۔ سخن کیا کہ نہیں سکتے کہ جو بار ہوں ہوا ہر کے	۱۱۔ جگر کیا ہم نہیں کھتے کہ کھو دین جا کے معدن کو

مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہیں غالب

فرید دن جسم دیکھنے دار اب وہیں کو

۱۲۔ مرا ہونا بڑا کیا ہے الخ کیونکہ میں نفس میں ہوں اور لطف چمن میں ان کا حصہ اور نہیں بن سکتا۔ ۱۳۔

۱۴۔ یہ بات کہ مجھ کے ساتھ رقیب کی ہمدی آسان نہیں ہے لیکن میرے لیے یہی رشک کیا کم ہے کہ میں

دوست کا آرزو مند ہوں اور غیر بھی ہے۔

۱۵۔ ”جانان کا دامن“ اگر صحیح ترجمہ ہے ”دامان جانان“ کا لیکن فصیح نہیں ہے تعجب ہے کہ غالب نے

۱۶۔ استعمال جائز رکھا۔ ۱۷۔

۱۸۔ بہت خانے میں مرزا بہمن کی استواری عہد اور وفاداری کی دلیل ہے اور چونکہ پہلی ص

ایمان ہے اس لیے اُسے کیے ہیں دُشمن کرنا چاہیے ۱۷

دھوتا ہوں جب میں پیو کو اُس سیم تن کے پانو دی سا دگی سے جان پڑوں کو کہن کے پانو بھاگے تھے ہم بہت سوا اُسی کی ہنر ہے یہ مرہم کی جستون پھسل ہوں جو درد درد اندھے ذوق دشت نور دی کہ لکڑی ہے جوش گل بہار میں یاں تک کہ طریت شب کو کسی کے خواب میں کیا نہ ہو نہیں	رکھتا ہے ضد سے لکھنے کے باہر لگن کے پانو ہم بہات کیوں نہ لوٹ گئے پیر زن کے پانو ہو کر اسیر داتے ہیں اہ زن کے پانو تن سے سوا نگاہ میں اس خستہ تن کے پانو ٹپتے ہیں خود بخود مرے اندر کہن کے پانو اُڑتے ہوئے بگھتے ہیں مرغ چین کے پانو دکھتے ہیں آج اُس بجا ناکہ بدن کے پانو
--	---

غالب مرے کلام میں کیوں کر مزا نہ ہو
پتیا ہوں دھوکے خسر و شیرین سخن کے پانو

دانی اسکو مول دل ہو تو یان بن ہوں تیرا لپٹے کو دیکھتا نہیں ذوق ستم تو دیکھ سے تاکہ یعنی جب تک کہ دُشمن اس کا ذوق ستم تو دیکھ کو نہیں دیکھتا یعنی اپنی صورت آئینہ دیدہ بچر کا آئینہ ہنودہ اپنے	یستی یہ میری آہ کی تاثیر سے نہو آئینہ تاکہ دیدہ بچیر سے نہو سے تاکہ یعنی جب تک کہ دُشمن اس کا ذوق ستم تو دیکھ کو نہیں دیکھتا یعنی اپنی صورت آئینہ دیدہ بچر کا آئینہ ہنودہ اپنے
--	---

وان ہو چکر جو خوش آتا ہے ہم سے ہم کو دل کو میں اور مجھے دل مجھوتا رکھتا ہے ضعف سے نقش پے موہے طوق گردن ریشک ہم طرحی درد داغ بانگ حزن جان کر بچے تنافل کہ کچھ امید بگلی ہو نر اڑانے کے جو وعدے کو مکر چاہا دل کے خون کرنے کی کیا وجہ لیکن ناچار تم وہ نازک کہ خوشی کو فغان کہتے ہو کھڑے آنے کا باعث نہیں کھلتا یعنی	صدر آہنگ زمین بوس قدم ہے ہم کو کس قدر ذوق گرفتاری ہم ہے ہم کو تیرے کوچے سے کہاں طاقت ہم ہے ہم کو نالہ مرغ سحر تیغ دودم ہے ہم کو یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہم کو ہنس کے بولے کہ نہ سر کی قسم ہے ہم کو پاس بے رد نفی دیدہ اہم ہے ہم کو ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو ہوں سیر و تاسا سودہ کم ہے ہم کو
--	--

مقطع سلسلہ شوق نہیں ہوئے شہسوار عزم میر خجفت و طوف حرم ہے ہر دم کو

لیے جاتی ہے کہیں ایک توقع قابل

جادو کہ کشش کاف کرم ہے ہم کو

۱۱۔ صدر یعنی سوار مطلب یہ ہے کہ ہمارا عشق برباط زمین بوسی قدم ہو۔ اپنے قدیون کی اس طرح

عزت اس لحاظ سے مناسب ہے کہ انھیں کے ذریعے کو چہ محبوبیت آنا ہوا ۱۲۔

۱۳۔ جان کر کچھ تعاقب کر کے امید بھی ہو کیونکہ جان کر تعاقب کرنا بھی ایک قسم کا انقضائے بہانہ ہے

۱۴۔ ہنس کے بولے کہ ترے سر کی قسم ہے ہم کو کہ تیرا سر ضرور اڑا دیں گے۔ لطف مضمون اس شعر کا

قابل غور ہے ۱۵۔

۱۶۔ دیکھ دو کہ چون کہیں کیا وجہ یہی کہ بغیر خوشنما فی کے آنکھیں بے رونق تھیں اور ہم کو یہ ماننا گوار نہ تھا

۱۷۔ تم جاؤ تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو

۱۸۔ بچتے نہیں ہوا خندہ روز حشر سے

۱۹۔ کیا وہ بھی سیکندہ کش دین اثنا میں

۲۰۔ اچھا ہوا نقاب میں ہوا ان کی ایک تار

۲۱۔ جب سیکندہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید

۲۲۔ شستہ دین جو بہشت کی تعریف میں ہے

۲۳۔ غالب بھی کرتے ہو تو کچھ ایسا ضرور میں

۲۴۔ دہنیا ہو یارب اور مرا بادشاہ ہو

۲۵۔ ہوا خندہ یعنی پرش میر سے قتل کی بابت برد حشر تم سے پرسش ضرور ہوگی۔ یعنی اگر قابل

قرار پائے گا اس وقت بھی تم تے ابو رگواہ اس کی پرسش ضرور ہوگی۔ پس تم کسی طرح پرسش

روز حشر سے نہیں بچ سکتے۔

۲۶۔ کسی کی یعنی کسی کی نظر ان کی مرتا ہوں یعنی رشک بگمانی کے باعث۔

۲۷۔ کئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو

۲۸۔ ہلکے ذہن میں اس فکر کا ہے نام حال

۲۹۔ کہے سے کچھ نہ ہوا پھر کہو تو کیونکر ہو

۳۰۔ کہ گرتو تو کہاں جائیں ہو تو کیونکر ہو

ادب ہے اور یہی شکمش تو کیا کیجیے
تھیں کہو کہ گزرا صنم پرستوں کا
اُجھٹے ہوئم اگر دیکھتے ہو اُکینہ
جسے نصیب ہو روزیہ میرا سا
ہمین پیراں سے امید اور اُتھیل ہاں ہی
غلط نہ تھا ہمیں خلیہ پرگسان تسلی کا
بتاؤ اس مژہ کو دیکھ کر کہ جھ کو تیرا

حیا ہے اور یہی گو گو تو کیونکر ہو
توں کی ہو اگر ایسی ہی تو تو کیونکر ہو
جو تم سے شہر میں ہوں ایک تو کیونکر ہو
وہ شخص دن نہ کے رات کو تو کیونکر ہو
ہماری بات ہی پوچھیں نہ دُور تو کیونکر ہو
نہ مانے دیدہ دیوار جو تو کیونکر ہو
یہ نیش ہو رگ جان میں فرو تو کیونکر ہو

مجھے جنوں ہنیں غالب دے بقول حضور
سُراق یار میں سکین ہو تو کیونکر ہو

لے لے سے یعنی اُتھو چرنے پر بھی کچھ نہ ہوا ۱۲

کسی کو دیکھ دل کوئی نواسج تھاں کیوں ہو
دانی خود چھوڑے ہم اپنی دھن کیوں ٹرین
کیا غنوارے رسوا لگے ہنگام جس جہت کو
وفا کسی کہاں کا عشق جیسے بھوڑا ہٹیرا
نفس میں جھڑے دوا دھین سکتے نہ ڈرہم
یہ کہہ سکتے ہو ہم دل میں نہیں ہر تیرا
غلط ہو جذبہ دل کا شکوہ دیکھو شرم کس ہے
مفتن آدمی کی حساد ویرانی کو کیا کم ہے
یہی ہر آنا تو تانا کس کو سکتے ہیں
کہا تم نے کہ کیوں ہو غیر کے لٹنے میں سوانی

نہو جب دل ہی سینے میں پھر تھیں زبان کیوں ہو
سبکے بنکے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو
نہ لائے تاب جو غم کی دہ میرا زردان کیوں ہو
تو پھر لے رنگ دل تیرا ہی رنگ آستان کیوں ہو
گری ہے جبہ کل بجلی وہ میرا آستان کیوں ہو
کہ جب دل میں تھیں تم ہو تو اکھوں نہان کیوں ہو
دیکھو گے تم اپنے کو کشاکش درمیان کیوں ہو
ہوے تم دوست جسکے دشمن اس کا آستان کیوں ہو
عذو کے ہوئے جب تم تو میرا امی کیوں ہو
بچا کہنے ہر سچ کہتے ہو پھر کیوں نہ بان کیوں ہو

مسکرا اچھا ہنا ہے کام کیا طمنوں سے تو غالب
تسے بے ہر کہنے سے وہ کچھ جس سر زبان کیوں ہو

تم مجھ سے تو کہ نہیں سکتے ہو کہ ہم تیرے دل میں نہیں ہیں لیکن یہ بتلاؤ جب میرے دل میں تھیں

تم ہو تو پھر تم میری نظروں سے کیوں نہان ہو۔ پہلے مصرعہ میں استفہام اکراہی ہے۔ ۱۲۔

۱۱۔ یعنی تمھاری دوستی ہی کیا کم فتنہ ہے۔ ۱۲۔

۱۳۔ اس شعر کی ترکیب نیا بیت لے کر ہے اور یہ پوری غزل حسن کلام اور لطیف سخن کا نمونہ ہے۔ ۱۳۔

رہیں اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو بے درو دیوار سا آگ گھر بنایا جا ہے پڑیے گریہ یار تو کوئی نہ تو پیار دار	ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زبان کوئی نہ ہو کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاس بان کوئی نہ ہو اور اگر مر جائیے تو تو نہ خوان کوئی نہ ہو
--	---

ردیف ہائے ہونہ

از ہر تابہ ذرہ دل دل ہے آئینہ	۱۱۔	طوطی کو شش بہشت مقابل ہے آئینہ
ہے سبزہ زار ہر درو دیوار غم کدہ	۱۲۔	جس کی بہاریہ پو پھر اسکی خزانہ پو پھر
ناچار بے کسی کی بھی حسرت اٹھائیے	۱۳۔	دخواری رہ دستم ہر مان نہ پو پھر

۱۱۔ آفتاب سے لے کر ذرے تک ہر شے مانند دل ہے اور دل بے صورت آئینہ کہے پس گویا طوطی کو ہر بہشت آئینہ مقابل نظر آتا ہو یعنی آئینے خانے کی طرح ہر طرف اپنی ہی شبیہ نظر آتی ہے۔

۱۲۔ ہے سبزہ زار اناج، یعنی برسات گریہ و رانی مصلحت آگاہ گھر میں ہر سو سوز و رانی تماشاکر
۱۳۔ شتم ہر مان اس محاظ سے کہا کہ ان کی موجودگی کے باعث اسے نیکی کی بھی حسرت اٹھانا پڑتی ہو کہ نہ کہ جب لوگ ہمراہ ہیں تو ہم اپنے کو نیکی بھی نہیں کہہ سکتے۔ ۱۳۔

ردیف یائے تجمانی

صد جلوہ رو بردہ جو خرگان اٹھائیے	۱۱۔	طاقت کہاں کہ دید کا احسان اٹھائیے
ہے سنگ پر برات سماں جنون عشق	۱۲۔	یعنی ہنوز منت طفلان اٹھائیے
دیوار بار منت مزدور سے ہے غم		۱۳۔ خاندان خراب اپنے احسان اٹھائیے

یا میرے زخم رشک کو رسوا نہ کیجئے ۱۱۵ یا پردہ تبسم نہ پاں اٹھائیے

لئے طاقت کمان کہ دید کا احسان اٹھائیے، کیونکہ آنکھ اٹھاتے ہی سیکڑہ دن جلوہ ہاسے یا پیش نظر

ہو جائینگے جن کے دیکھنے کی ہم میں تاب نہیں ہے۔ ۱۱۶

۱۱۷ برات بمعنی اصطلاحی "کاغذ نوشتہ کہ بوجہ آن خزانہ زبردست آید" ۱۱۸ یعنی چونکہ نشانہ سنگ

طفلان ہونا لوازمات دیوانگی سے ہے، اس لیے گویا جنوں میں بھی منت کشی کا جھگڑا باقی رہا۔

۱۱۹ اگر آپ اپنے تبسم نہ پاں کا پردہ نہیں اٹھاتے ہیں تو میرے زخم رشک کو بھی رسوا نہ کیجئے۔

کیونکہ خیر کے ساتھ آپکے تبسم ہاسے نہ پاں کے ہوتے ہوئے میرا رشک بجا ہو۔

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیے	۱۲۰	بھون پاس آنکھ قبلہ جا چاہیے
عاشق ہونے میں آپ بھی لکھنوی		آخر تم کی کچھ تو رکازات چاہیے
سیکھے ہیں سرخون کے لیے ہم صیدی		تقریب کچھ تو ہوسر ملاقات چاہیے
مے سے غرض نشاط ہے کس لب سیاہ کو		اک گونہ بخودی مجھے من لبت چاہیے
ہے رنگ لالہ و گل و سرین جلد جلا		ہر رنگ میں ہمارا کائنات چاہیے
سر پائے تم پر چاہیے ہنگام بخودی		روئے قبلہ وقت مناجات چاہیے
یعنی کیسب گردش پیا نہ صفات		عارف ہیشہ سست ذات چاہیے

۱۲۱ لغو دنا ہے اصل سے غالب مفعول کو

خاموشی ہی سے نکلے ہو جوبات چاہیے

۱۲۲ آنکھ کو خرابات اور ابرو کو طاق مسجد سے مشابہ کیا ہو لیکن بھون کا لفظ بہت لغو ہے۔ ۱۲۳

۱۲۴ خاموشی کو اصل اور تام باتوں کو فروغ قرار دیا، "نکلے ہے جوبات چاہیے" ذومعنی نفرو ہے

ایک تو یہ خاموشی سے ہر بات نکلتی ہو کیونکہ خاموشی کو فکر سے تعلق ہے اور اس لیے وہ اصل ہے

تام باتوں کی دوسرے یہ کہ جوبات چاہیے وہ خاموشی ہی سے نکلتی ہے۔ یہاں "بات نکلتی" ہو یعنی

محاورہ مثلاً ہوا جا رہا تھا مثلاً کہتے ہیں کہ "فلاح کی دیوانگی میں بھی ایک بات نکلتی ہے۔ ۱۲۴

بساط عجز میں کیا ایک دل یک قطرہ خون دکھائی

ہے اس شوخ سے آرزو ہم چند سے نکلتے سے

سورہ تہا ہو بانہ از چکیدن سرخون وہ بھی

تکلف طریف تھا ایک نذرانہ جنوں دکھائی

خیال مرگ کب تسکین دل آزرده کو بخنجه	۱۰	مے دام تنہا میں ہوا رک صید زبون ہ بھی
نہ کرتا کاش نالہ بھگ گیا معلوم تھا ہدم		کہ ہوگا باعث افزائش درد ورنہ بھی
نہ اتنا بڑش تیغ جفا نہ از دستہ راؤ		مے دیکھے قیامی بین ہو اکس کوچ توں بھی
لے عشرت کی خواہش ساقی گردن کھینچا		لے بیٹھا ہو اکس و جاہ جام و از گونہ بھی

مے دل میں ہو غالتیق وصل شکوہ ہجران
خداوہ دن کرے جو اس سے بین یہ بھی کہوں بھی

۱۰ یعنی بھلا اور فناؤں کے (دور سے) میں غلے مرگ سے کہیں بڑھ کر ہیں ایک خواہش مرگ بھی جو
پس ظاہر ہے کہ خیال مرگ سے دل آزرده کو کیا تسکین ہو سکتی ہے ۱۲

ہے بزم بتان میں سخن آزرده لبون سے	۱۰	تنگ آئے ہیں ہم ایسے خوشا طلبیوں سے
ہے دور تیغ جب سر پرستانی صبا		یک بار لگا دو دم سے میرے لبون سے
مندان در سیکدہ گس تلخ ہیں زاہر	۱۰	نہار نہ ہونا طرف ان پہ لبون سے
بیدار و فادیکہ کہ جاتی رہی آخسر	۱۰	ہر چند مری جان کو تھار لبون سے

۱۰ بتان خوشا طلبی ہم ایسے تنگ آئے ہیں کہ سخن لبون آزرده ہو یعنی باندہ کر کے کو بھی شہید ہوتا
۱۰ طرہ ہونا یعنی ٹھہر گنا یہ پڑنا ناخوارہ ہو جاہ تروک ہو ۱۲

۱۰ جاتی رہی یعنی جان جاتی ہے اگر چاس کو لبون سے بہت کچھ کر لیا تھا ۱۲ مطلب یہ ہے
کہ میری جان لبون ہی پر را کرتی تھی اس لیے اس کو لبون سے محبت ہو گئی تھی لیکن بیدار و فاد
نے آخر کار دونوں کو جدا کر دیا

تا ہم کو شکایت کی بھی باقی نہیں جا		سن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کر سکتے
غالب تر احوال سنا دین گے ہم ان کو		وہ سن کے بلالین یہ اجارا نہیں کرتے
کہ میں تھا کیا کہ ترا غم اسے غارت کرتا		وہ جو کہتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سو ہے
غم دنیا سے گرا بیٹھی فرصت نہ تھا بکلی	۱۰	فلاک کا دیکھنا تقریب میرے یاد آنے کی
کھلے گا کس طرح مضمون مے کو پکا یارب	۱۰	قسم کھاتی ہے اس کا کرنے کا غد کے جلنے کی
لپٹا پریشان میں بخت لاکش کا آسان ہے		لے شکل ہے حکمت دل میں زغم چھپانے کی

انھیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آتا تھا	اٹھتے تھے سیر گل کو دیکھنا شوخی ہانے کی
سہاری سادگی بھی التفات ناز پر مرتا	ترا آمانہ تھا ظالم مگر تہید جانے کی
لکھ کو بید حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی	مری طاقت کہ ضامن تھی تو نیکے زاٹھانگی

کہوں کیا خوبی او ضلع اپنا سے زبان غالب	
بدی کی اُس نے جس سے ہمنے کی تھی بار ہائیں	

۱۶۔ فلک بزم گرم شہور ہے اور تو بھی جفا کار ہے۔ اس لیے آسمان کو دیکھ کر تو یاد آجاتا ہے۔ ۱۶۔
 ۱۷۔ وہ میرے خط کو جلا دیا کرتا تھا اور اس طرح پر میرے سوز غم کا حال اس پر ظاہر ہو جاتا تھا
 افسوس کہ اب اس نے خط کا جلا نا بھی موتوں کر دیا۔ ۱۷۔

حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھے آرزو غری	۱۸۔	دل جوش گرمین ہو ڈوبی ہوئی سامی
اُس شمع کی طرح سے جس کو کوئی بجھانے	۱۹۔	میں بھی جلے ہوں میںی ہوں داغ ماما می

۱۸۔ ”ڈوبی سامی“ وہ کا تھا جس سے لگان دھول مجھے کی امید نہ ہو۔ دل کو ڈوبی سامی
 اس لیے کہا کہ جوش گرمین ہو۔ دل کو ڈوبی سامی
 ۱۹۔ میں داغ ماما می یعنی اپنے نقص کی بنا پر داغ بدل ہوں۔ ۱۹۔

کیا تنگ ہم شرم زدگان کا جہان ہے		جس میں کہ ایک بھٹہ مورا آسمان ہے
ہے کائنات کو حرکت تیرے دق سے		پرتو سے آفتاب کے ذرہ میں جان ہے
حالانکہ ہے پیلی خار سے لالہ رنگ	۲۰۔	غافل کو میرے شیشے پتے کا گمان ہے
کی اُس نے گرم سینہ اہل ہون میں جا	۲۱۔	آئے نہ کیوں پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے
کیا خوب تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا	۲۲۔	بس چپ ہو ہوا سے بھی ٹھنڈی نہ بان ہے
بیٹھا ہے جو کہ سایہ دیوار یا زمین	۲۳۔	افران ہوئے کشور ہندوستان ہے
ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا	۲۴۔	کس سے کہوں کہ داغ جگر کا نشان ہے

۲۵۔	ہے اپنے اعتماد و دستا داری اس قدر
	غالب ہم اس میں خوش ہیں کہ ناہر بان ہے

۲۶۔ میرا شیشہ لبر ز شرب ہونے کے سبب سے مخمخ نہیں ہے بلکہ ضرب سنگ سے زخمی کر دیا ہو۔ ۲۶۔

۱۱۔ اہل ہوس کا سینہ چونکہ آتش شوق سے خالی ہوتا ہوا اس لیے اس کو ٹھنڈے مکان سے
تعبیر کیا۔ ۱۲۔

۱۳۔ کشور ہندوستان کی فارسی ترکیب میں اعلان نون غالب کے وقت ملک جائز تھا انبا جائز ہے۔
۱۴۔ غم سے جو داغ پیدا ہوا تھا وہ جگر کو کھا گیا۔ اب کسی کو اس بات کا یقین نہیں آتا ہے کہ یہ
داغ اُسی جگر کی نشانی ہے۔ ۱۵۔

۱۶۔ مضمون اس شعر کا خوب ہے لیکن مصرعہ ثانی میں ”دہ“ یا اس کے کسی ہم معنی لفظ کے بغیر نصاب صحیح نہیں
ہو۔ کہتا ہوں کہ ہم اسکے ستم سے بھی خوش ہیں اس لیے کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اسے ہماری
دفا داری پر اعتماد ہے اور وہ جانتا ہو کہ ہر کسی حال میں ترکِ محبت نہ کرینگے۔ ۱۷۔

<p>در دے میرے ہے جگہ کو بھاری ہلے تیرے ل میں گرد تھا آشوب غم کا حوصلہ کیوں کی غمخواری کا تھکوا یا تھا خیال غم پھر کا تو نے بیان نہ باندا تھا تو کیا نہر لگتی ہے مجھے آب و ہوا سے زندگی گل نشانیہے نازِ جاوہ کو کیا ہو گیا شرمِ رسوائی سے جا چھینا نقابِ خاک میں خاک میں ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی ہاتھ ہی تیغِ آزا کا کام سے جاتا رہا کس طرح کاٹے کوئی شہارے تا بنگال گوشِ محرومِ پیام و چشمِ محرومِ جمال</p>	<p>کیا ہوئی ظالم تیری غفلت شعاری ہلے تو نے پھر کیوں کی تھی میری نگاری ہلے دشمنی اپنی تھی میری سندی ہلے ہلے غم کو بھی تو نہیں ہے پامداری ہلے ہلے یعنی تجھ سے بھی اسے ناسازگاری ہلے ہلے خاک پر ہوتی ہو تیری لالہ کاری آگے ختم ہے اُلفت کی کچھ پڑھ اُری ہلے ہلے اچھٹ گئی دنیا سے راہ و رسمِ یاری ہلے ہلے دل پہ اک لگنے نہ پایا زخمِ کاری ہلے ہلے ہے نظرِ خورکدہِ اخترِ شعاری ہلے ہلے ایک ل تیرا امید داری ہلے ہلے</p>
---	--

عشق نے کپڑا نہ تھا غالب بھی وحشت کا رنگ
رہ گیا۔ تھا دل میں جو کچھ ذوقِ خواری ہلے ہلے

۱۸۔ چونکہ زندگی نے تجھ سے دفا نہ کی اس لیے میں بھی اس سے بیزار ہوں اور یہ پوری غمزدگی
مرثیہ محبوب ہے۔ ۱۹۔

گرنگی بین عالم ہستی سے یاس ہے	۱۰	تسکین کوئے نوید کہ مرنے کی آس ہے
لیتا نہیں مرے دل آوارہ کی خبر	۱۱	اب تک نہ جانتا ہوں کہ میرے ہی پاس ہے
کچھ بیانیہ سر پر تپ تم کہاں تک		ہر موسمے بدن پر بان سپاس ہے
ہے وہ غرور حسن سے بیگانہ و فاس		ہر حیدر اسکے پاس دل حق شناس ہے
بی حقیقت شبہ بہتاب میں شراب	۱۲	اس بے غمی مزاج کو گری ہی داس ہے

ہر اک مکان کو ہے طین سے شرف شد
مجنون جو مر گیا ہے تو جنگل ادا اس ہے

۱۰۔ مرنے سے چونکہ تسکین ہو جلتی کی اس لیے امید مرگ پر تسکین کو لوید دیتا ہوں۔ ۱۱۔ اب تک نہ جانتا ہوں کہ میرے ہی پاس ہے "حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ میرا دل اسکے پاس ہے میرے پاس نہیں۔" ۱۲۔ یہ کہ میرے اعتقاد سے باہر ہو گیا ہوں۔ ۱۳۔ اس شعر میں شبہ بہتاب کے ساتھ بے غمی مزاج اس عایت سے آیا ہے کہ بے غمی مزاج کی طرح شبہ ماہ سرد ہوتی ہے۔ اس لیے اس کا مزاج بھی مرطوب معلوم ہوتا ہے۔ ۱۴۔

گر خاموشی سے فائدہ اٹھائے حال ہے	۱۰	خوش ہوں کہ میری بات بگھٹی محال ہے
کس کو سناؤں حسرت اظہار کا گلہ	۱۱	دل فرد حج و حج زبا نہاے لال ہے
کس پر شک میں ہے آئینہ پر دانا ہے خدا	۱۲	رحمت کہ خدا خواہ تب بے سوال ہے
چہ ہے خدا خواہ سستہ دہ اور دشمنی	۱۳	لے شوق نفع لے یہ تھکے کیا خیال ہے
تسکین لباس کعبہ علی کے قدم سے جان	۱۴	ناہ زین ہو نہ کہ ناٹ غزال ہے
وحشت پہ میری عرصہ آفاق تنگ بھٹا		دریا زین کو عسرق انفعال ہے

ہستی کے مت قریب میں آ جاؤ اس
عالم تمام حلفتہ دام خیال ہے

۱۰۔ اگر خاموشی سے یہی فائدہ ہو کہ اس سے اٹھائے حال میں مدد ملتی ہے تو میں خوش ہوں کہ
۱۱۔ کہ کوئی بات کہہ دوں کہ کوئی میری بات سمجھ نہیں سکتا۔ ۱۲۔
۱۳۔ کہ کوئی بات کہہ دوں کہ کوئی میری بات سمجھ نہیں سکتا۔ ۱۴۔

۱۲۔ گئی پس گویا دل زبان ہاے لال کی در جمیع و خیر ہے یعنی شکوہ دن کا ایک دفتر ہو۔ ۱۳۔ (نثر) اے خدا رحمت جو لب بے سوال کی عذر خواہ ہو اس پرے میں آئینہ پر داز ہے۔ یعنی جو لوگ راضی برضے آئی ہیں اُن پر رحمت کے نازل ہونے میں کیا دیر ہو۔ ۱۴۔ مکمل یعنی "شرمندہ شوق" سے کہتا ہو کہ اپنے اس خیال پر شرمندہ ہو بھلا وہ اور دشمنی کرے گا۔

ظالم ہرے گمان سے مجھے مفصل نہ چاہ (ج) میں اور خدا نہ کہ وہ مجھے بی وفا کہوں
 ۱۵۔ (نثر) لباس کعبہ کو علی کے قدم سے مشکین جان (دور نہ کہیں) تات زمین ہو نہ کہ ناک ال
 ۱۶۔ خیال یعنی دہمسم ۱۲

تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو
 دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخسر
 ۱۷۔ آخر یعنی بعد چند روز کے نہ یہ گریہ سحری رہے گا۔ آہ نیم شبی ۱۲

ایک جا رحوت وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا
 جی جلے ذوق فنا کی ناستامی پر نہ کیوں
 آگ سے پانی میں بجھتے وقت اٹھتی ہو صدا
 ہے وہی بستی فرہ کا خود عذر خواہ
 بجھتے مٹ کہ تو ہمیں کتنا تھا اپنی زندگی
 آکھ کی تصویر سرناسے پہ کھینچی ہے کہ تا
 ۱۸۔ ظاہر کا غدر تیرے خط کا غلط بردار ہے
 ۱۹۔ ہم نہیں جلتے نفس ہو چند آتشبار ہے
 ہر کوئی در اندگی میں نالے سے ناچار ہے
 جسکے جلوے سے زمین تا آسمان سرشار ہے
 زندگی سے بھی مراحجی ان فنون بیزار ہے
 تجھ پہ کھل جائے کہ اُس کو حسرت دیدار ہے

۲۰۔ گویا رحوت وفا رحوت غلط تھا جو تیرے خط کے کاغذ پر خود بخود مٹ گیا۔
 ۲۱۔ معلوم ہوتا ہو کہ ہمارا ذوق فنا ناقص یعنی ناقص ہو کیونکہ باوجود نفس کی آتشباری کے
 ہم ایک بار جلیں کرنا کیوں نہیں ہوسکتے۔

پینس میں گزرتے ہیں جو کو چے سے وہ میرے
 مری ہوئی فضلے حسرت آباد تھا ہے
 خزان کیہ فصل گل کہتے ہیں شکوہ کوئی ہو ہم
 وناے زبان ہے انانی ورنہ اب ہم
 ۲۲۔ گندھا بھی گمراہ دن گوید لئے نہیں نیتے
 ۲۳۔ جس کہتے ہیں نالہ وہ اسی عالم کا عقاب ہے
 وہی ہم ہیں نفس ہو اور اقم بال و پر کا ہے
 از فرزد دلہا سحرین کا کس دیکھنا ہے

<p>۱۰۔ لافانی شوخی اندیش تاب بخت نوبیدی</p>	<p>۱۱۔ لافانی شوخی اندیش تاب بخت نوبیدی</p>
<p>۱۲۔ لافانی شوخی اندیش تاب بخت نوبیدی</p>	<p>۱۳۔ لافانی شوخی اندیش تاب بخت نوبیدی</p>
<p>۱۴۔ لافانی شوخی اندیش تاب بخت نوبیدی</p>	<p>۱۵۔ لافانی شوخی اندیش تاب بخت نوبیدی</p>
<p>۱۶۔ لافانی شوخی اندیش تاب بخت نوبیدی</p>	<p>۱۷۔ لافانی شوخی اندیش تاب بخت نوبیدی</p>
<p>۱۸۔ لافانی شوخی اندیش تاب بخت نوبیدی</p>	<p>۱۹۔ لافانی شوخی اندیش تاب بخت نوبیدی</p>
<p>۲۰۔ لافانی شوخی اندیش تاب بخت نوبیدی</p>	<p>۲۱۔ لافانی شوخی اندیش تاب بخت نوبیدی</p>
<p>۲۲۔ لافانی شوخی اندیش تاب بخت نوبیدی</p>	<p>۲۳۔ لافانی شوخی اندیش تاب بخت نوبیدی</p>

میرے ہونے میں ہو کیا سوا فی	۱۰	اسے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی	(۱۰)
ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے	۱۱	غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی	
اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو		آگئی اگر نہیں غفلت ہی سہی	
علم ہر چند کہ ہے برق حشرام		دل کے خون کو نیکی فرست ہی سہی	
ہم کوئی ترک وفا کرتے ہیں		نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی	
کچھ تو ہے اسے فلک نا انصاف		آہ و فزاید کی خصمت ہی سہی	
ہم بھی تسلیم کی خود ادا لیں گے		بیہ نیازی تری عادت ہی سہی	

یار سے چھڑ چلی جاے اسد
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

۱۰	کہہ کر میں پاک دامن ہوں ۱۲	۱۱	اچھا اگر غیر کو تجھ سے محبت ہو تو یہی سہی ہم کو بھی اپنے ساتھ کچھ دشمنی نہیں ہو کہ تیرے پاس قل کے ہوتے ہوئے بھی دعویٰ محبت کیے جا لیں اور تکلیف نہ تک برداشت کریں۔
۱۰	ہے آرمیدگی میں نگو ہش حیا نگھے	۱۱	صبح وطن ہے خندہ و زراں منسا نگھے
۱۰	ظہور ٹھہرے اس معنی آتش نفس کو چھی	۱۱	جس کی صدا ہو جلوہ برق منسا نگھے
۱۰	ستانہ طے کروں ہوں رہ داری خیال	۱۱	تا باز گشت سے نہ رہے دھسلے نگھے
۱۰	کرتا ہے بس کہ باغ میں فوجے حیا بیان	۱۱	آنے لگی ہے نکمت گل سے حیا نگھے
۱۰	کھاتا کسی پہ کیوں مرے دل کا ملامت	۱۱	شعرون کے انتخاب نے رسوا کیا نگھے

۱۰ کہہ کرش معنی ملامت یعنی وطن میں چونکہ مجھ کو آرام حاصل ہے اس لیے صبح وطن را با صبا اپنی سہیلی کے آگوا میرے لیے خندہ و زراں نا ہوا اور میری آرام طلبی پر مجھ کو ملامت کر رہی ہے۔ ۱۲۔
۱۰ یعنی میں اس درجہ جو خیال ہو جانا چاہتا ہوں کہ پھر مجھ کو ہوش میں آنے کی خواہش اتنی نہ رہے۔
۱۰ چونکہ تو نکمت گل کی موجودگی میں باغ میں بے حیا بیان کرتا ہے اس لیے مجھ کو نکمت گل سے بھی حیا آنے لگی ہے۔ ۱۲۔

۱۰	زندگی اپنی جب میں شکل سے گزیرے غالب	۱۱	ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے
----	-------------------------------------	----	--

۱۷	اس بزم میں مجھے نہیں بتی حیا کیے دل ہی تو ہے سیاست بان سے ڈر گیا رکھتا پھرون ہون خرقہ و سجادہ رہن سے بے صدف ہی گزرنی ہر ہو گر چہ خضر مقدور ہو تو خاک سے پوچھو ان کے لئے لیلہ نرس روز تھمتین تر اس شایہ عہد صحت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو خند کی ہے اور بات مگر خوشی نہیں
۱۸	بیٹھا رہا اگر چہ اشارے ہوا کیے میں اور جائون دے تیرے بن صدائے دلت ہوئی ہے دعوت آب و ہوا کے حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کیے تو نے وہ گجھا لے کر ان مایہ کیا کیے کس دن جات سر ہزارے چلا کیے بے لگا ہے بوسہ بغیر انتخاب کیے بھولے سے اُس نے سیکڑوں وعدے فاکے

غالب محقق کہو کہ بے گاہ جواب کیا
مانا کہ تم کہہ سائے اور وہ مٹا کیے

۱۷ بیٹھا رہا یعنی بے حسی سے اگرچہ اختیار میری جانب اور اسے وطن اٹھا کے کہتے رہے۔
۱۸ تو یعنی سو کی خوشی کی بنا پر اُس نے بھولے سے سیکڑوں وعدے دفا کیے۔ ۱۲
یاد کہ اس کی دوسری بات ہو کہ وہ خند سے وعدہ دفا کرے لیکن اُس کی عادت جبری نہیں ہو یعنی
یہ آج رہ اپنے ہضم کو بھول جاتا ہر سیکڑوں وعدے دفا کرتا ہر۔ ۱۲

۱۷	رفتارِ مشرق قطع رہ نہ خطب ہے پنلے سے ہے سر و نشاط بہارے زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے نبات کا جاداد بادہ فوشی رندان ہے شش حیات
۱۸	اس سال کے حساب تو بقیہ آفتاب ہے بال تدر و جلوہ موجِ شرباب ہے نے بھاگنے کی گون آقاہت کی تاب ہے غافل گمان کرے ہے کہ گیتی خراب ہے
۱۹	نظارہ کیا حسرت ہو اس برقِ حسی کا میں نامزد دل کی تسلی کو کیا کروں
۲۰	حوش بہار جلوے کو جبکہ نقاب ہے مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کا سیلاب ہے

گذرا حسرتِ پیغامِ بارے
قاصد یہ مجھ کو رشکِ سواں جواب ہے

۱۷ قاصد ہر کہ سال کا حساب گردشِ آفتاب سے کیا جاتا ہو لیکن غالب کہتا ہے کہ عمر گریزان کے

سال کا حساب برق سے کیا جاتا ہو گویا اس کے سال کی مقدار وقت ایک ہزار چھ سو سال ہے۔
 سہ جاواد یعنی جاہلاد گیتی خراب یعنی رسولے زمانہ مطلب یہ کہ غافل یہ خیال کرتا ہو کہ زمانہ
 بادہ نوش رسولے زمانہ ہیں حالانکہ عالم ان کی بادہ نوشی کی جاہلاد ہو یعنی بصورتے بخرانی
 و فارع البالی۔

سہ جس برق حسن کا یہ عالم ہو کہ جو سن بہار اس کے جلوے کے لئے نقا کی مانند ہو اس کے
 نظارے کی کون تاب لاسکتا ہو۔ ۱۲

دکھنا قسمت کہ آپ اپنے پریشک آجائے	۱۔	میں اسے دکھوں بھلا کر چھٹے سے کیا جائے گا
ہاتھ دھو دل سے یہی گری کر اندیشے میں ہے	۲۔	آگینہ تندی صہبا سے گھلا جائے ہے
غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے	۳۔	گر حیا بھی اس کو آتی ہو تو شرما جائے ہے
غشوق کو یہ نت کہ ہر دم نامہ کھینچے جاسے	۴۔	دل کی نہ حاست کہ دم لینے سے کھیر جائے ہے
درد چشم برتری بزم عرب سے داہ داہ	۵۔	نغمہ ہو جاتا ہو دان گر نالہ میرا جائے ہے
گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق	۶۔	پر ہم ایسے کھولے جاتے ہیں کردہ یا جائے ہے
اس کی بزم آرائیاں سن کر دل رنجواں	۷۔	مثل نقش مدعائے غیر بیٹھا جائے ہے
ہو کے عاشق وہ بری فسخ اور نازگ بن گیا	۸۔	رنگ کھلنا جائے ہے جتنا کڑوا جائے ہے
نقش کو اس کے مصور بھی کیا کیا ناز ہیں	۹۔	کھینچتا ہے حسب قدر اتنا ہی کھینچتا جائے ہے

سایہ میرا مجھے مثل دود بھاگے ہے اسد
 پاس مجھ آتش بجان کے کسٹ ٹھیرا جائے ہے

سہ اپنے اشمائے رشک کو بیان کرتا ہو کہ مجھے یہ بھی گوارا نہیں ہو کہ خود میں اسے دکھوں۔ ۱۲
 سہ گری اندیشہ کو تندی صہبا سے اور دل کو آگینے سے مشابہ کیا ہو۔ ۱۲
 سہ یہ گر حیا بھی اس کو آتی ہو یعنی غیر کی گستاخی اور خواہش بجا سے نہ تو شرما جائے ہے یعنی غیر
 یا اس کے ساتھ تکرار کر لے سے۔ زیادہ گار غالب
 سہ نالہ نغمہ ہو جاتا ہو یعنی تری بزم عرب کی تاثیر سے۔ ۱۲
 سہ طرز تغافل یعنی طرز تغافل عاشق جو اخلاص عشق کی غرض سے رہتا ہے۔ شاعر کہتا ہو اگر حقہ

ہم عجیب کے سامنے اس طور سے رہتے ہیں کہ اس سے بالکل بے تعلق معلوم ہوں لیکن ہماری از خود فطرت سے اس پر سارا حال دل ظاہر ہو جاتا ہے۔ ۱۲

۱۵۔ بیٹھا کا تعلق دو لفظوں سے ہو یعنی ایک تو بیٹھا نقش و عاے غیر کا یعنی برآئیاں عاے تیسکا دوسرے بیٹھا دل عاشق کا بے طاقتی و مایوس کے سبب سے۔

۱۶۔ اس کی تصویر مصور سے بھی ناز کرتی ہو کہ جس قدر مسور سے کھینچتا ہو اسی قدر وہ اُس سے اگر چاہتی ہے۔ ۱۷۔ نقش کے ساتھ کھینچتا جائے ہو، خاص لطف رکھتا ہے۔ ۱۲

گرم فریاد رکھا شکل نہالی نے مجھے	۱۵۔	تربیان بچہ بین ہی برد لیا لی مجھے
زیہ نقد دو عالم کی حقیقت معلوم	۱۵۔	لے لیا چھپے میری بہت عالی نے مجھے
کثرت آرائی وحدت ہو تیار ہو	۱۵۔	کردیا کا فزان صفا خیالی نے مجھے
ہیں گل کا تصویر میں بھی کھٹکنا	۱۵۔	عجب آرام دیا بے پروا بالی نے مجھے

۱۵۔ گرمی فریاد کے باعث سے شبانے ہر کی سردی سے محکومان ملی۔ ۱۲

۱۵۔ میری بہت عالی نے مجھ کو مجھ سے لے لیا یعنی میری بہت عالی نے یہ گوارا نہ کیا کہ میں نقد دینا یا نہ عشق کے عوض میں یک جاؤں جن کی مقدار بے حقیقت اور میری خریداری کے لیے کافی نہیں ہے۔ ۱۲

کارگاہ ہستی میں لالہ داغ سامان ہے	۱۵۔	برق خرمین احت خون گرم دہقان ہے
غیمہ تاشگفتہ تارک عافیت معلوم	۱۵۔	باوجود دل جمعی خواب گل پریشان ہے
ہم سے رنج بے تابی کس طرح اٹھا یا جانے	۱۵۔	داغ بخت دست عجز شعلہ خرمین تلان ہے

۱۵۔ دہقان کی سعی گل کے حق میں اُسکے یعنی گل کے خرمین احت کے لیے برق کا کام دیتی ہے۔ دیکھو وہ لالے کے درخت پر اس قدر کوشش کرتا ہو لیکن اُس کا نتیجہ صرف یہ ہوتا ہو کہ گل لالہ داغ بدل ہو جاتا ہے۔ ۱۲

۱۵۔ تاشگفتہ یعنی کھلنے کے وقت تک برگ یعنی ساز و سامان معلوم یعنی معدوم۔ خواب گل پریشان

یہ کہ اس پر اس کی جانب ہو کہ اُس کی پنکھڑوں میں کچھ جاسے کا مادہ پیمان ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ کھینے کے وقت تک غصے کے ایذا آرام و عافیت کا بانی رہنا نامکن ہو۔ کیونکہ ظاہر میں اگرچہ اس کی صورتی صورت سے اُس کی دل جمعی کا خیال ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اسکی پنکھڑوں میں

پریشانی کا مارہ پہنان ہوتا ہے

۱۳۰ جب دل اور غلہ بزبان حال اظہار کر رہے ہیں اور بے تابی کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تو بھلا ہم سے رنج بیتابی کیونکر اٹھے گا۔ ۱۳۱ شعلہ کا جس بد مزاج ہونا اور دل کی مشابہت پشت درست غلہ سے ظاہر ہے۔ ۱۳۲

اگ رہا ہو درو دیوار سے سبزہ غالب	ہم یہاں ہن ہن ہن اور گھر میں ہمارا آئی ہے
سادگی پر جسے جانی کی حسرت دل میں ہے	۱۳۳ بس نہیں جلتا کہ پھر خجرت قائل میں ہے
دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کسا	۱۳۴ میں نے یہ بنا نا کہ گویا بھی میر دل میں ہے
گرچہ ہے کس کس پر لائے وے با این ہمہ	۱۳۵ ذکر میرا مجھ سے بہتر ہو کہ اس محفل میں ہے
بس سچویم نا امید می ہوں کہ میں طبع لے گی	۱۳۶ یہ جو اک لذت ہمارے می بیجا صلہ میں ہے
لیج نہ کیوں کھینچے دامانگی کو عشق ہے	۱۳۷ اٹھ نہیں سکتا ہمارا جو قدم منزل میں ہے
جلوہ زار آتش و دوزخ ہمارا دل سہی	۱۳۸ نقتہ شور قیامت کی آگ و گل میں ہے

۱۳۹	ہے نل شوریدہ غالب طلسم تیج و تاب
۱۴۰	رخسہم کو بینی تمنا یر کہ کس شکل میں ہے

۱۳۱ ہمارے دل میں اسکی سادگی پر جانے کی حسرت ہو لیکن پھر بس نہیں جلتا کیونکہ اس کے ہاتھ میں خنجر ہے اس لیے پوری کشتہ خنجر ہونا پڑے گا۔ ۱۳۲ ایہ کہ اس کی سادہ لوحی پر پھر جانے کی حسرت ہو جو ہم کو خنجر سے نسا چاہتا ہزار ہا نہیں جانتا کہ ہمیں بے خنجر ہی شہید کر سکتا ہو۔ ۱۳۳ کسی کے حسن بیان کی اس سے بہتر تعریف نہیں ہو سکتی کہ جوابات قائل کے منہ سے نکلے وہ اس کے دل میں اس طرح اذیائے اس کو شہد ہو کر رہا ہے۔ ۱۳۴ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے می بیجا رہا لیکن پھر اس میں ایک قسم کی لذت ملتی ہو پس اسے ہجوم ۱۳۵ ایدری بس کر کہ امین تیری وجہ سے یہ لذت بھی خاک میں نہل جائے۔ ۱۳۶ ہم کو چونکہ دامانگی سے ایک قسم کا عاشقانہ تعلق ہے اس لیے ہمارا جو قدم اٹھ نہیں سکتا (یعنی جو دامانہ ہے) وہ گویا منزل میں ہے (یعنی اپنے مقصد کو پہنچ گیا ہے) پس ہم رنج راہ کیوں کھینچیں۔ ۱۳۷

عہ غائب کا شوریدہ دل ایک بیچ و تاب کا طلسم ہو جس تو ابی تنہا پر رحم کرو اس کو غائب کی
دل سے بچنے سے نہ کہ وہ (دعا) اس طلسم بیچ و تاب کی کشمکش سے رہائی پائے ۱۲۔ اس شعر میں زمانے
تنہا کے برائے کے ضمن میں کوئی طرح سے ادا کیا ہو۔ ایسے مینا زام جو ابھی شہر بھی سینے سے

دل کا کول میں جو کچھ ہے سب آپ کا	دل بیچھے گھر سے ارمان نکال کے
<p>دل سے تری نگاہ جگہ تک اتر گئی شمع ہو گیا ہر سینہ خوش لذت فراق وہ بادشاہ شہانہ کی سرستیان کسان اڑتی پھر رہے خاک مری کو سے یارین دیکھو تو دلفریبی انداز نقش پا ہر پو ابوس نے حسن پرستی بشار کی نظائے نے بھی کام کیا وان نقاب کا فردا و دی کا فقر تم یک بار مسٹ گیا</p>	<p>دو لون کو رنگ ادا میں ضامنہ کر گئی تکلیف پر وہ داری رحیم جگہ گئی اٹھتے بس کہ لذت خواب سحر گئی بائے اب لے ہلو بس بال و پر گئی موج غرام بار بھی کیا گل کٹر گئی اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی مستی سے ہر نگہ ترے ٹچ پر کھسک گئی کل تم گئے کہ ہم یہ قیامت گزر گئی</p>

اما زمانے کے اسد اندھان تھیں
 وہ دلوں کے کسان وہ جوانی کدھر گئی

لے کہتا ہے کہ تھا اسے جاتے ہی خود رنگی و خود فراموشی کے یہ حالت ہو گئی کہ آج اور کل کی
 مطلق قینہ درہی، اور ایسا ہی قیامت کی نسبت بھی گرا جاتا ہے کہ وہ ان ماضی و مستقبل دونوں میں بدل
 بڑا نہال ہو جائیں گے۔ پس تم کیا گئے گویا قیامت گزر گئی۔ قیامت گزرنے کے دونوں میں
 نہایت سختی کا زمانہ گزرا اور خود قیامت کا آجانا۔ ۱۳ (یادگار غالب)

<p>تسکین کو ہم دروین جو ذوق نظر لے لے اپنی گلی میں محمد کو نہ کہ دفن بعد قتل لے سنی گری کی شہر کو دروز آج بہ لے آج سے نو کچھ کام نہیں لیکن اے ندیم لے تم کہ بھی ہم کھائیں کہ بھون لے کیا کیا لے</p>	<p>حوران خلد میں تری صورت گر لے میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا خطر لے ہر شب پیہا ہی کرتے ہیں تیرے بعد رے میرا سلام کہو اگر نامہ برے لے فرست کشاکش غم نہان سے گرے لے</p>
---	---

لازم نہیں کہ حضرت کی ہم پیروی کریں

جاننا کہ اگر بزرگ ہمیں ہم سفر ہے

اسے ساکنان کو چاہے دلدار دیکھنا

تم کو کہیں جو غالب آشفہ سر ہے

۱۱۔ اگر ہم کو یہ امید ہو کہ حوران بہشت میں کوئی صورت تیری ہی سی ملے گی تو ہم تسکین دل کا عشرہ نہ کریں کہ خیر ذوق نظر تو حاصل ہو۔ رہی تسکین دل کا بغیر ترے ممکن نہیں ہو۔

۱۲۔ میرے تپے سے یعنی میرے بدن کے تپے سے۔

۱۳۔ ساقی گری کی ترم کر دینی سے یا نذرانہ حوصلہ دو۔

۱۴۔ نامہ بر سے بر اسلام کہو یعنی بطور طمع کے کہ وہ کیا خوب ہمارا کام کیا۔

۱۵۔ اپنے جی میں ہم نے ٹھاتی اور ہے
سوز غم کے نہاتی اور ہے
پر کچھ اکیس سرگرائی اور ہے
کچھ تو پیمان زبانی اور ہے
وہ بلائے آسمانی اور ہے

کوئی دن گر زندگانی اور ہے
آتش دو توحین یہ گرمی کہان
بار ہادی بھی ہیں ان کی خوشبین
دیکھ خطا منہ دیکھتا ہے نامہ بر
قاطع اعمار ہیں اکشر نجوم

ہو چکین غالب بلا میں سب نام

ایک مرگ ناگمانی اور ہے

۱۶۔ یعنی اگر کچھ اور زندگی ہوئی تو ہم ترک محبت کی کوشش کریں گے۔

۱۷۔ قاطع اعمار یعنی عمرون کے کاٹنے والے۔ وہ بلائے آسمانی اور ہے یعنی وہ سنگم نجوم قاطع اعما

سے بھی بڑھ کر ہے۔

کوئی صورت نظر نہیں آتی
۱۸۔ منید کیون ات بھر نہیں آتی
اب کسی بات پر نہیں آتی
پر طبیعت ادھر نہیں آتی
در نہ کیا بات کر نہیں آتی

کوئی امید بر نہیں آتی
موت کا ایک ن معین ہے
آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
جاننا ہوں ثواب طاعت و زہر
ہر کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں

کیوں پیچون کہ یاد کرتے ہیں	میسری آواز گر نہیں آتی
داغ دل گر نظر نہیں آتا	یہ بڑھی لے چارہ گر نہیں آتی
ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی	کچھ ہمارے ہی خبر نہیں آتی
مرے ہیں آرزو میں مرنے کی	یہ موت آتی ہے پر نہیں آتی

کبھی کس منہ سے جاو گئے غالب
شعر نم کو گر نہیں آتی

۱۔ نیند کے لفظ پر زور دیکر پڑھنے سے مطلب یہاں ہوتا ہے یعنی موت کا البتہ ایک دن معین ہے
 اگر وہ اس دن آئے گی آخر نیند کیوں نہیں آتی یہ کیا یہ بھی موت ہو گئی کہ وقت معین ہی آئے گی ۱۲۰
 ۲۔ چارہ گرد داغ دل کے وجود کو شبہ نہ سمجھتا ہو۔ شاعر اس سے غالب ہوا کرتا ہو کہ اگر تھکا داغ دل
 نظر نہیں آتا تو کیا اس کی بوسے سوختہ بھی نہیں آتی۔ پھر اشتباہ کا سبب کیا ہو۔
 ۳۔ موت آتی ہے یعنی آرزو سے مرگ میں ۱۲۰

دلِ نادان نہ گئے ہوا کیا ہے	۱۔ آہستہ در دہ کی دو کیا ہے
ہم ہیں شداقی اور وہ بیشر	۲۔ یا آہی یہ ماجسدا کیا ہے
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں	کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے
جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود	بھسریہ ہنگامہ رے خد کیا ہے
یہ بری چہ لوگ کیسے ہیں	غمسزہ و عشوہ دوا کیا ہے
فکرن زلفِ عنبرین کیا ہے	گنگہ چشمِ سرسا کیا ہے
سب کو دیکھ کر کہاں ہوا آئے ہیں	ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے
ہم کو ان سے وفا کی ہے امید	جو نہیں جانتے وفا کیا ہے
ان بھلا کر ترا بھلا ہو گا	ادب درویش کی صدا کیا ہے
جان تم پر نیشا کرنا ہوں	میں نہیں جانتا دوا کیا ہے

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

لے کر یا اچھی عشق کے کوچے میں قدم رکھا ہوا در معشوق و عاشق میں جو راز دنیا کی باتیں ہوتی ہیں
 ان سے نادانقت ہو اس لیے یاد جو اپنے مشتاق ہونے کے معشوق کے یزار ہوتے پر تعجب
 کرتا ہے (یادگار غالب)

<p>کہتے تو ہوں سب کہ بہت غالب ہو آئے ہوں کچھ کثر نزع میں ہاں جذب بہت ہے صانع و شعلہ و سیلاب کا عالم ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگیں گے تکیرین جلاوت سے ڈرتے ہیں نہ وہ غلط سے جھگڑاتے ہاں اہل طلب کون سے قطعہ پایافت اپنا نہیں دھندلیہ کہ آرام سے ٹھہریں کی ہم نفسوں نے اثر کر گئے ہیں تقدیر پر</p>	<p>۱۵ ایک تہہ گھبرا کے کہو کہ فی کہ دود آئے کچھ کہ نہ سکوں پرہ مے پوچھنے کو آئے آنا ہی سمجھ میں مری آنا نہیں گوا آئے ۱۶ ان منہ سے گر بادہ و شنیہ کی دوا آئے ہم تہہ ہوئے ہیں اسے جس میں ہیں خا آئے دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہوا کہھو آئے اس دین میں بار تر گئے ہی کو ہوا آئے ۱۷ اچھے بہت آپ اس سے مگر کچھ کو ہوا آئے</p>
---	--

اس سخن ناز کی کیا بات ہے عن البت
 ہم بھی گئے دان اور تری تقدیر کو رک گئے

۱۸ یہ تو تم سب عاکر تہ ہو کہ خدا کے وہ بہت غالب ہو آئے لیکن میری یہ تمنا چاہتی ہو کہ ایک بار
 تم سب گھبرا کے کہو کہ وہ آگئے۔ ۱۲
 ۱۹ بادہ خوشی کی صفت بیان کرتا ہے کہ اسکی دوسے البت تکیرین بھاگ جائیں گے ورنہ ان کو فی
 دوسری صورت ان کے طلعت کی نہیں ہو۔ ۱۲
 ۲۰ اثر گئے میں یعنی اثر گئے کے باب میں مگر جھنڈ دوا آئے کیونکہ اس پر میرے رونے کی انہی
 ثابت ہو گئی۔ ۱۲

<p>پھر کچھ اک دل کو بہت اری ہے پھر جگر کھوونے لگا ناخن قبلہ مقصد تنکا و نیاز چشم دلال جس سوائی</p>	<p>۱۵ سینہ جویے زخم کاری ہے آہ فصل لالہ کاری ہے پھر وہی پردہ عاری ہے دل خریدار ذوق خواہی ہے</p>
---	--

دہی صد رنگ ناز فرسائی	دہی صد گونہ اشک باری ہے
دل ہولے خرام ناز سے پھر	محشر ستان بے قراری ہے
حب لوہ پھر عرض ناز کرتا ہے	روز بازار جان سپاری ہے
پھر اُسی بے دلت پر مرتے ہیں	پھر یہی زندگی ہماری ہے
پھر کھٹلا ہے در عدالت ناز	گرم بازار فوج برداری ہے
ہو رہا ہے جہان بین اندھیر	زلزلت کی پھر ہر شتہ داری ہے
پھر دیا پارہ جگر نے سوال	ایک فریاد آہ دزاری ہے
پھر ہوئے ہیں گواہ عشق طلب	اشک باری کا حکم جاری ہے
دل و مژگان کا جو تقدیر تھا	آج پھر اُس کی رو بکاری ہے

بجودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

۱۱۔ دہی پردہ عاری حسین محبوب جلوہ گر ہے۔

۱۲۔ یعنی جلوہ یار پھر بر سر ناز ہو اور جان سپاری عشق کا بازار گرم ہے۔

جنونِ محنت کش تسکین دہوگر شادمانی کی	۱۔	نمک پاش غرائشِ دل ہو لذتِ زندگانی کی
کشا کش ہائے ہستی سے کرے کیا سی آزادی	۲۔	ہوئی تو بخیر مریح آب کو فر صحت روائی کی
پس از مزن بھی پوانہ زیارت گاہ طفلان آ		شرار رنگ نے تربت پر میری گلفشانی کی

۱۔ قاعدہ ہے کہ تکلیف کی حالت میں اگر تھوڑی دیر کو راحت مل جائے تو تکلیف راحت کے مقابلے
کی وجہ سے تکلیف کا احساس اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اسی بنا پر کہتا ہوں کہ بہنے شادمانی کی۔

۲۔ حیرت شادمانی کر دم یعنی کسی قدر لذتِ زندگانی حاصل کی تو اُس سے ہمارے جنون پر خوش
تسکین کا الزام عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ اُس سے تو زخمِ دل پر اور بھی نمک پاشی ہو جاتی ہے۔

۳۔ کشا کش ہائے ہستی سے کوئی آزاد نہیں ہو سکتا مثلاً مریح آب ہی کو ایسے کہ اسکی روانی سے
بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ آزاد ہے لیکن غور سے دیکھئے تو روانی ہی کی وجہ سے وہ پابندِ نظر آسکتی

کیونکہ روانی مریح سے بخیر کی صورت خود ار ہو جاتی ہے۔

نکو ہش ہے سزا فریادی بیدار دلبر کی	۱۰	سبدا خندہ دندان ناہو صبح مشہ کی
رگ لیلی اکو خاک دشت مجنون بلبل کی بچنے	۱۰	اگر بونے بجائے دہقان لوگ نشتر کی
پیر پردانہ شاہیر بادبان کشتی سے تھا	۱۰	ہوئی مجلس کی گرمی سے دانی دور ساغر کی
کرون بیدار ذوق پریشانی عرض کیا قدت	۱۰	کطاعت اور لگی اٹھنے سے پہلے میرے شہر کی
کہا نیک دن اس کے خیمے کے پیچھے قیامت سے	۱۰	مری قیمت میں یارب کیا نہ تھی دیوار پھر کی

۱۰ چونکہ تم بارگہ فریادی کی سزا ملاست ہو اس لیے کیا عجیب کہ صبح عشر بھی خندہ دندان رہا ہو
 (یعنی آما دہ ملاست ہو) اس واسطے کہ اس ن بیدار یار کی فریاد کی جائے گی اور آئین عشق میں
 یہ امر قابل ملاست ہے۔

۱۰ اگر دشت مجنون میں دہقان اٹنے کے بجائے نشتر کی لوگ بونے تو اتحاد حسن و عشق کے اثر سے
 لوگ نشتر کی خنجر رگماے لیلی کو بھی محسوس ہو۔ ۱۲ جس طرح لیلے کی فصد کے ساتھ مجنون کی فصد
 خود بخود کھل گئی تھی۔

۱۰ چونکہ دور ساغر کی روانی گرمی مجلس پر منحصر تھی اور گرمی عقل سوز پر پردانہ پر اس لیے پیر پردانہ
 گویا کشتی سے کا بادبان پھیر کر اسی کی وجہ سے دور ساغر کو بستی سے ظہور میں آیا۔ ۱۲
 ۱۰ پریشانی یعنی اُٹانے سے پہلے ہی میرے شہر سے طاقت پر داڑ جاتی رہی اب ذوق
 پریشانی کی بیدار بیان سے باہر ہو کر اُٹا نا چاہتا ہوں لیکن اُٹ نہیں سکتا۔ ۱۲

بے اعتدال یوں کہ یک سب میں ہم تھے	۱۰	جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوئے
پہنان تھا دام سخت قریب آشیان کے	۱۰	اُٹنے دیا سے تھے اگر رفتار ہم ہوئے
ہستی ہماری اپنی فضا پر دلیل ہے	۱۰	بان یک مے کر آپ ہم اپنی قسم ہوئے
سختی کثان عشق کی پوچھے کیا خبر	۱۰	وہ لوگ رفتہ رفتہ سدا لیا الم ہوئے
تیری وفا سے کیا ہوتا فانی کہ دھرمین	۱۰	تیرے سوا بھی ہم پہ ہمت سے تم ہوئے
گتھے تھے جنون کی حکایات خون چکان	۱۰	ہر چند اس میں اٹھتا ہے مسلم ہوئے
اور سی تیری تندہی جو چمکے بیم سے	۱۰	انجیل نالہ دل میں مرے رزق ہم گئے
اہل ہوس کی نسخ ہو ترک نبرد عشق	۱۰	جو بانوں اٹھ گئے وہی ان کے علم ہوئے

<p>نامے عدم میں چند ہمارے سپرد تھے</p>	<p>جو وہاں نہ کھنچ سکے سو وہ بان کے دم پہنچے</p>
<p>بھول ہی اس قدر ہم نے گدائی میں دل لگی</p>	<p>سائل ہوئے تو عاشق اہل کرم ہوئے</p>
<p>لے لے گویا اپنی بہتی کوٹھا قرار دیا جس کا وجود برے نام صرف قسم کھانے کے لیے باقی ہو۔ لے لے اُن کے غصے کے خوف سے ناز دل کا دل ہی میں ٹٹا ہو کر گیا اور اپنے محل سے ۱۲ رقی ہم بہت دن کیلنگر لے لے اٹھ گئے دوستی لیے ہیں۔ ایک پائوں اٹھ گئے لعلوت شکست فرار کو حالت میں خود سرے اٹھ گئے۔ معمولی معنوں میں یعنی ملتے ہوئے اور گویا علم فصیح ٹھہرے۔ ۱۲ لے لے (نثر) عدم میں چند نالے ہمارے سپرد تھے اُن میں سے جو نالے بان نہ کھنچ سکے وہ دنیا میں ماس کی شکاری ظاہر تھے۔ غالب اپنے سراپا نہ ہونے کو اس پہلو سے بیان کرتا ہو کہ میرا ہر نفس گویا مالہ ۱۲</p>	
<p>جو لقا داغ دل کی کرے شعلہ پاسبانی</p>	<p>لے لے تو فسر دگی نہ مان ہے بہ کہیں نیز بانی بھجھے اُس سے کیا توقع بزمانہ جو اتنی یونہی کھکھی کو دینا نہیں خوب درد نہ کہتا</p>
<p>لے لے اگر محبت کی گرمی داغ دل کی حفاظت نہ کرے تو فسر دگی (جو خاموشی و محرومی سے پیدا ہوتی ہو) اس داغ کو مٹائے۔ ۱۲ بے رباچی کا لفظ قطعہ کی عادت بان کے خانے سے مشابہ ہے۔ لے لے یعنی دعا کرتا کہ عدم کو میری سی زندگی نصیب ہو جو سراپا مصیبت ہے۔ ۱۲</p>	
<p>حکمت کدے میں میرے خب غم کا جوش ہے</p>	<p>لے لے اک شمع ہے دلیل سحر و جوشش ہے نے خرد و دھال نہ نظر ارہ جمال لے لے لے کیا ہے حسن خود آرا کو بے حجاب گوہر کو عقد گردن خوابان میں دکھینا دینا زیادہ جو صلہ ساتی نگاہ مست</p>
<p>لے لے غم کا جوش بہتی اندھیرا ہی نہ دھیرا ہو۔ گویا سحر پایہ ہواں ایک دلیل صبح کی بودیر ہے یہی کچھ ہوتی شمس راہ سے کہ پانچ صبح کو ٹپک جایا کرتا ہے لطف اس مضمون کا یہ کہ جس کو دلیل صبح شمع زیادہ خود ایک بے بوج سبب تار کی کے ہیں دکھنا چاہیے کہ جس گھر میں علامت صبح کو دیت</p>	

ہو وہ گھر کتنا تاریک ہو گا ۱۲۔ (از عود ہندی یہ تبدیلی عبارت از راقم)
 ۱۳۔ آشتی چشم و گوش ہو، کو نکہ دونوں عمر و زمین مکان کو فزادہ وصال نصیب ہے تاکہ کو نظر اہ جمال ۱۲۔
 ۱۴۔ ایسی حالت میں کہ شربت حسن خود آنا کو بے حجاب کر دیا ہو اسے شوق چھوٹے بھی اجازت ہو کہ ہوش عوس
 یا صبر ضبط کو کچھ دیر کے لیے چھوڑے ۱۲۔
 ۱۵۔ عقل خیال کو کئے کہ بے خردش قرار دیا ہو جہاں دیدار بادہ ہوا در حوصلہ بمنز لا ساقی اور نگاہ بمنز لا
 ہو ۱۲ حوصلہ کو ساقی رس لیے کہا کہ تصور یا کس حالت میں عاشق کو اختیار ہے کہ بعد حوصلہ اپنی
 نگاہ عشق کو شرب دیدار سے سستی اندوز کرے ۱۲۔

قطب

<p>۱۔ تازہ وار دان بساط ہوائے دل دیکھو ٹھٹھے جو دیدار محبت سے نگاہ ہو ساقی چسملوہ دشمن ایساں واکھی یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ بساط لطف خرام ساقی و ذوق صلیہ چنگ یا صبح دم جو دیکھتے اگر تو زمین داغ فراق محبت شب کی جلی ہوئی</p>	<p>۲۔ نہارا اگر تھیں ہوس نائے دوش ہے میری سنو گوش نصیحت پرش ہے مطرب ہنس ہنر نہ کیوں دوش ہے دامان باغبان گفت گل فز شش ہے یہ جنت نگاہ وہ فردوس اگر شش ہے نے وہ سرور و سوز پرش شش ہے اک سمع رہ گئی ہے سودہ بھی خوش ہے</p>
--	--

آئے ہیں غیب سے یہ ضامن خیال میں غالب صبر رخسار نوائے سروش ہے

<p>۱۔ کہ مری جان کو قرار نہیں ہے رستہ ہیں جنت حیات ہر کے پرتے گر یہ مٹا لے ہے تیری بزم سے چھوٹے ہم سے عہد ہو گان پیش خاطر دل سے اٹھا لطف ہو جائے معافی قتل کا میرے کیا ہو عہد تو بے</p>	<p>۲۔ طاقت بیدار انتظار نہیں ہے نشہ باندا زہ خسار نہیں ہے ہاسے کہ رنے پر اختیار نہیں ہے خاک میں عشاق کی غبار نہیں ہے غیر گل آئینہ ہمار نہیں ہے دلے اگر عہد استوار نہیں ہے</p>
--	--

تو نے قسم میکشی کی کھائی ہو غالب
تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے

۱۰۔ بہار کی منو اسی وقت تک ہر جہت تک کہ گل قائم ہو لیکن چونکہ قیام گلنگشتی گل ناپا ندار ہے
اس لیے بہار بھی ناپا ندار ہے۔ پس اس سے بہتر ہے کہ دل سے جلوہ دے معافی کا لطافت اٹھایا جائے
کیونکہ لطافت سخن کی بہار بے خزان ہو۔ ۱۲۔ یا یہ کہ صلیح گل حسن بولد کا آئینہ ہوتا ہے اسی طرح دل میں
حسن معافی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ ۱۳۔

بچہ ہم غم سے بے تاب نہ ہو کہ غم کوئی مجھ کو حاصل ہو
تو نے دھرم سے مطلب ہے لذت زخم خون کی

۱۰۔ کہ تار دامن تار نظر میں فرق شکل ہو
سمجھو کہ کپاس دوسے دیوانہ غافل ہے

۱۰۔ وہ گل جس گلستان میں جلوہ فرمائی کرے غالب
چنگنا غنچہ گل کا صدر سے خندہ گل ہے

۱۰۔ اس مضمون کا ایک شعر اور بھی مرزا نے لکھا ہے۔

زخم سوانے سے مجھ پر چارہ جوی کا بچون
غیر سمجھا ہے کہ لذت قسم بوزن میں نہیں

۱۰۔ پادرسن ہو رہا ہوں بسکہ میں صحرانورد
دیکھنا حالت مے دلی ہم اغوشی کے وقت
ہوں سراپا ساز آہنگ شکایت کچھ نہ پوچھ

۱۰۔ میں کہ صحرانوردی کا عادی تھا اس لیے مجھ کو (بریلے) ایوسی و مجوری اس طرح پر پادرسن
بٹھنا سخت تکلیف دہ ہے پادرسن ہونے کی حالت میں چونکہ سرنگون بیٹھے ہیں اور نگاہ زاد کی جانب
ہوتی ہو۔ اس لیے آئینہ زاد کا استعارہ استعمال کیا۔ اس آئینے کا جو ہر وہ کانٹے ہیں جو پاؤں
میں چبھتے ۱۲۔

جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آؤ
سارے کی طرح سانچہ پھر میں سحر و صنوبر

۱۰۔ جان کا لب لبوت دیوار میں آئے
تو اس قدر دل کش سے جو گلزار میں آئے
جب کنت جگر دیدہ خونبار میں آئے
کچھ تجھ کو شکایت کی اجازت کہ ستر

طوطی کی طرح آئینہ گفتار میں آئے
اک آبدیاد ادبی پرستار میں آئے
آغوشِ خمِ صفتِ زنا میں آئے
کیون شاہر گل باغ سے بازار میں آئے
جب اک نفس اچھا ہوا ہزار میں آئے
اے دے اگر معرض اظہار میں آئے

اس چشمِ فسون گر کا اگر پاسے اشارے
کانٹون کی زبان سوکھ گئی پیاس سے ارب
مجاؤں تک کیوں شک سے جبے تن تارک
خار تار ناموس نہ ہو گر ہوس زور
تب پاک گریبان کا مزہ دل تارن
آتشکدہ ہے سینہ مرار از نہان سے

گنجینہ معنی طلسم اس کو بچھلے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آئے

لے اس ہندو کش سے یعنی اس قدر کش کے ساتھ "ترجمہ ہو" بایں قدر دلکش "کا ۱۲

اس سے میرا سر خورشیدِ جال اچھا ہے
جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو اچھا ہے
ساغرِ جم سے مرا جامِ سفال اچھا ہے
وہ گدا جس کو نہو جسے سوال اچھا ہے
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے
اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے
جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے
کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مال اچھا ہے
شاہ کے باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہے

حسنِ مدگر چہ بہ ہنگام کمال اچھا ہے
بوسہ تیرے نہیں اور دل پہ ہے ہر خط نگاہ
اور بار بار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
یہ طلب ہے میں تو فراس میں سوا ملتا ہے
ان کے دیکھنے سے جو آجانی ہو نہ رونق
دیکھئے پاتے ہیں عشاق تو بن سے کیا نہیں
ہم سخنِ نیشے نے فریاد کہ شیریں سے کیا
قطرہ دریا میں جو لباسے تو دریا ہو جاسے
خضر سلطان کو رکھے خالق اگر بر سر سبز لے

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالب خیال اچھا ہے

لے خضر سلطان فرزندِ بہادر شاہ ظفر لے ایک آم کے بیڑ کا نام بھی تھا

استخوانِ دھڑی دانی ہو تو یہ بھی سہی
شوقِ گلچینِ تہستانِ سانی سہی

نونی کر مرے مرنے سے تسلی سہی
خارِ خارِ المِ حسرتِ دیدار تو ہے

ایک دن گزرتا ہوا جرم سناقتی نہ سہی	۱۰	اے پریشان خیمے مچھ گاتے ہی نہی
اگر نہیں شمع سیہ خانہ لیلی نہ سہی	۱۱	انفس نفیس کہ جو چشم و چراغ صحر
نور نہ غم ہی سہی لغتہ شاہی نہ سہی	۱۲	ایک رنگے پتھوت ہے گھر کی دلق
اگر نہیں ہیں مے اشعار میں حتی نہ سہی	۱۳	دستاریش کی تنانہ صلے کی پروا

عشرت صحبت خوابان ہی عینیت بجز	۱۴	اے اگر شوق تسلی کے گلستان کا گلچین نہیں ہو یعنی اگر شوق کو تسلی حاصل نہیں ہوتی تو نہ سہی
نہ ہونی غالب اگر عطر طبعی نہ سہی	۱۵	پلے حسرت دیدار کا لچ کافی ہے۔

۱۰۔ شہر اگر نفیس قیس (جو چشم و چراغ صحر ہے) شمع سیہ خانہ لیلی نہیں ہو تو نہ سہی ۱۲۔
سیہ خانہ لیلی "غیمہ سیہ لیلی" کی مناسبت سے کہا تھا لیس اس شعر میں عشق کی شان استغنا کا اظہار کیا ہے۔

عجب نشاط سے جلاو کے چلے ہیں ہم آگے	۱۰	اگر اپنے سائے سے ہر بانوں سے ہو دو قدم آگے
تھانے تھلے چلے جا خراب بادہ الفت	۱۱	فقط خراب لکھا بس چل رہا مسلم آگے
غم زمانہ نے جھاڑی نشا ط عشق کی سی	۱۲	وگرنہ ہم بھی اٹھاتے تھے لذت الم آگے
خدا کے واسطے ادا اس جنون شوق کی دینا	۱۳	اگر اس کے در پہ ہو بچتے ہیں نامہ بر سے ہم آگے
یہ ہم جو پریشانیاں اٹھائی ہیں ہم نے	۱۴	تھانے سے آئیوں طرہ ہر خم خندہ آگے
دل جگر میں پریشان جو ایک جہ خون ہے	۱۵	ہم اپنے زخم میں سمجھتے تھے اسکو دم آگے

قسم جنازے پہ آنے کی میری کھانے ہیں غالب	۱۰	قسم جنازے پہ آنے کی میری کھانے ہیں غالب
ہمیشہ کھانے تھے جو میری جان کے قسم آگے	۱۱	ہمیشہ کھانے تھے جو میری جان کے قسم آگے

۱۰۔ سر کے شوق شہادت کو ظاہر کرنا ہو کہ وہ (جیسا کہ سامنے میں ہوتا ہے) بالوں بھی اودھم کے ہر ۱۲۔
۱۳۔ ہر دعائیں دعا کا خیل کمال ہے کیونکہ پریشان ہونا زلت کی صفت ہے۔ ۱۴۔

شکوے کے نام سے بے ہر غلہ ہوتا ہے	۱۰	یہ بھی موت کہہ کر جو کہنے تو گنا ہوتا ہے
پر ہون میں شکوے سے یوں آگ کہ جیسے باجا	۱۱	اک نذر چھیرے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے
گو سمجھنا نہیں چرسن تلافی دیکھو	۱۲	شکوہ جو رسے سر گرم جیتا ہوتا ہے

عشق کی وہ میں ہر حرج کو کب کی وہ چال کیوں نہ ٹھہریں ہر فن نادک بیلہ کہ ہم خوب تھا پہلے سے نہ ہوتے جو ہم اپنے بخوار نالہ جاتا تھا پر سے عرش سے سیر اور اب	سب سے وجہ سے کوئی آبلہ پا ہوتا ہے آپ اٹھا لاتے ہیں گرتے خطا ہوتا ہے کہ بھلا چاہتے ہیں اور برا ہوتا ہے لب تک آتا ہے جو ایسا ہی ہوتا ہے
---	--

قطب

خاتمہ سیرا کہ وہ ہے بار ہر بزم سخن لے شہنشاہ کو اکب سپہ دہر علم ساتھ قلم کا حاصل جو سر ہم کھینچے ہر چہینے میں جو یہ ہر سے ہوتا ہی ہلال میں جو گستاخ ہوں آئین غزل خوانی میں	شاہ کی میج میں یوں نغمہ سرا ہوتا ہے تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے تو وہ لشکر کا تیرے نعل بہا ہوتا ہے آستان پر ترے مہ نامیہ سا ہوتا ہے یہ بھی تیرا ہی کرم ذوق فسر ا ہوتا ہے
--	---

رطب و غلاب نگھے اس طرح تو فانی میں معاش
آج کچھ درد مے دل میں سوا ہوتا ہے

لے یہ بھی تہ کو کہ وہ بے ہنر شکوے کے نام سے خفا ہو جاتا ہو کیونکہ کیا کہنا بھی تو شکوے میں افسوس
لے اگر چہ وہ کو یہ خبر نہیں ہو کہ اسکا سر گرم تھا ہونا ایک طرح پر سن تلافی ہو جائیگا بقول غالب

نالہ جز حسن طلب ہے تم ایسا نہیں	ہے نقائصے جفا شکوہ پیدا نہیں
---------------------------------	------------------------------

اس پر بھی "شکوہ جو سے سرگرم جفا ہوتا ہے"

ہر ایک بات پہ کہتے ہو دم کہ تو کیا ہے نہ شعلے میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تم سے چپک رہا ہے ہر نہ پر لہو سے پیرا ہن جلا ہے جسم جہان دل بھی جل گیا ہو گا بگون میں دوڑا لے پھرنے کے ہم نہیں قائل	تھیں کہو کہ یہ انداز گفت کو کیا ہے کوئی شاد کہ وہ شیخ تمنہ نو کیا ہے وگر نہ خوف بد آموزی عدو کیا ہے ہماری حبیب کو اب حاجت تو کیا ہے اگر دیتے ہو جواب را کہ جہتو کیا ہے جب نگھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر کیا ہے
--	--

وہ چیز جسکے لیے ہم کہہ ہو بہشت عزیز پیون شراب اگر تم بھی دیکھ لوں دوچار رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی	ہو لے بادہ گل فام شکستہ کیا ہے یہ شیشہ قمع و کوزہ و سب کیا ہے تو کس اسیر پہ کیے کہ آرزو کیا ہے
--	--

ہو ہے شہ کام صاحب بھرے ہے اترانا وگر نہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے	
--	--

۱۰ رقیب جو میری بدگوئی کرتا ہوا اسکا مجھے اندیشہ نہیں البتہ رشک اس کا ہرگز نہ ہجسہ ہنگام ہوتا ہو۔

✓ میں کھینچھٹرون اور پھر کمین تھر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو میری قسمت میں غم گزرتا تھا	چل نکلتے جو سے پیے ہوئے کاٹکے تم مرے لیے ہوتے دل بھی یارب کی لیے ہوتے
---	---

آہی جاتادہ راہ پر غلب کوئی دن اور بھی جیسے ہوتے	
--	--

غزلین نخل میں پوسے جام کے خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ خطا کھین گے گر چہ مطلب کچھ نہو رات پی کریم پہ سے اور صبر دم دل کو آنکھوں نے ستایا کیا مگر شاہ کی بوسل صحت کی خبر	ہم رہیں یوں شہ لب پیغام کے ہتکھڑے ہیں چرخ نیلی فام کے ہم تو عاشق ہیں تمھارے نام کے دھوکے دیئے جارہے احرام کے یہ بھی حلقے ہیں تمھارے دام کے دیکھئے کب نہ پھر میں خام کے
---	---

عشق نے غالب نکلت کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے	
--	--

پھر اس انداز سے ہبسا آئی دیکھو لے ساکنان خطہ خاک کہ زمین ہو گئی ہے ستارہ سبز سے کوجب کمین چک نہ رہی	کہ ہوے مہر و متشا فانی اس کو کہتے ہیں عالم آرائی روش سطح چرخ میتا فانی بن گیا رہے آب پر کانی
--	---

سبزہ دھگل کے دیکھنے کے لیے	چشم زگرس کو دی ہے بینائی
ہے ہوا میں شراب کی تاشیر	لے بادہ نوشی ہے بادہ پیائی
لیون نہ دنیا کو ہو خوشی عتاب	
شاہ دیندار نے سشفایائی	

لے جب ہوا میں شراب کی تاثیر ہے تو بادہ پیائی کا رہے فالمدہ ہے ۱۲

تغافل دوست ہوں بیلز داغ غفر خالی ہے	لے اگر پہلو تھی کیجئے تو جا میری بھی خالی ہے
رہا آباد عالم اہل ہمت کے نہ ہونے سے	لے بھرتے ہیں جہتدر جام دسبویتخانہ خالی ہے

لے میرے جھکا درجہ ہیان تک بڑھا ہوا ہو کہ میں تغافل کو دوست رکھنے لگا ہوں پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ اگر آپ پہلو تھی کر سیکے تو گویا میرا پس کرین گے کیونکہ میں تغافل اور پہلو تھی کو دوست رکھتا ہوں بمصدق سے حکم ستم عزیز سنگر کو ہم عزیز نامہ بیان نہیں ہو اگر مرہبان نہیں

قاعدہ ہے کہ تغافل میں لوگ عام طور پر اپنی منوہ اور فضا طراپتے ہیں لیکن بعضے لوگ بقصد کمال کفر نفسی یہی چاہتے ہیں کہ ان کی آؤ بھگت نہ ہو۔ ایک بات در بھی قابل غور ہو کہ اگر تغافل محبوب میں اور لوگوں کے ساتھ کوئی اُس سے سچی محبت رکھنے والا بھی ہو تو یہ بات یقینی ہو کہ محبوب اور دن سے مخاطب ہوگا اور اس سے تغافل کرے گا۔ اہل دل برداشتن ہے کہ تغافل انتفات سے بہتر ہے ۱۲

لے یعنی اہل ہمت کے نہ ہونے سے عالم آباد رہا۔ کیونکہ اہل ہمت دنیا کو بیچ سمجھ کر اس کی جانب انتفات نہ کرتے اور دنیا دیران ہو جاتی۔ دوسرا مصرعہ

شالیدہ ہو ۱۳

کب نہ سنتا ہے کہانی میری	اور پھر وہ بھی زبانی میری
خلش غمزدہ خون ریز نہ پوچھ	لے دیکھ مخونا پر نشانی میری
کیا بیان کر کے مراد میں گے یار	لے اگر آشفہ بیانی میری
ہوں ز خود رفتہ بیدار خیال	لے بھول جانہ نہ نشانی میری
متقابل ہے مقابل میرا	لے رک گیا دیکھ روانی میری
قدر سنگ صبر و رکھتا ہوں	لے سخت ارزان ہو گئی میری

<p>گر دیا بد نہ بیستابی ہون دہن اس کا جو نہ معلوم ہوا</p>	<p>۱۳</p>	<p>بصرہ شوق ہے بانی میری کھل گئی اچھڑاتی میری</p>
<p>کر دیا ضعف نے عاجز غالب</p>	<p>۱۴</p>	<p>ننگ میری ہے جوانی میری</p>
<p>۱۵ یعنی میری خوشنما بہ نشانی کو دیکھ کر اس کے غم و خون ریز کی فطرت کی کیفیت واضح ہو جائے گی ۱۲ ۱۳ میں محض خیال کا از خود رفتہ ہوں اور از خود رفتگی ہی میری نشانی یا پہچان ہو ۱۴ ۱۵ "مقابل ہو" یعنی یہ تقصیر مقابل ہو مطلب یہ ہے کہ حریت میری جوانی (ردوائی طبع) کو دیکھ کر در حقیقت قائل ہو گیا ہو، لیکن ظاہر میں محض اپنی بات کی پیچ کے لیے یہ تقصیر مقابل کیے جاتا ہو ۱۶ راقم نے اس شعر کے یہ معنی لکھے تھے لیکن نیکو عود ہندی میں مرزا صاحب کا ایک خط مولوی عبدالحق صاحب شاکر کے نام منظر سے گذرا جس میں اس شعر کے تعلق لکھا ہے :- "تقابل لفظاً و کون نہ جانے گا نور ظلمت شادی غم - رنج و راحت - و جو دو عدم لفظ مقابل اس مصرعے میں یعنی رنج ہے جیسے حریت کہ معنی درست کے بھی مستعمل ہے مفہوم شعر یہ ہے کہ ہم اور دوست از رشے خود عادت ضد ہم دیگر ہیں - وہ میری طبع ردائی دیکھ کر گرگ گیا - ۱۲ ۱۳ گد باد یعنی گولا جو بولے تیرے سے پیدا ہوتا ہو - شاعر اپنے گوراء بیتابی کا گرد باد قرار دیتا ہے جو صرصر شوق سے پیدا ہوا ہے ۱۴</p>		
<p>نقش ناز بیت طناز باغوش رقیب تو وہ بد خو کہ تیر کو تماشا جانی</p>	<p>۱۵</p>	<p>پائے طاؤس پئے خاتمہ مانی مانگے غم وہ افسانہ کہ آشفتمہ بیانی مانگے</p>
<p>وہ تب عشق تمنا ہے کہ پھر صفت شمع ۱۶</p>	<p>۱۷</p>	<p>شعلہ تابنض جگر ریشہ روانی مانگے ۱۷ ۱۸ یعنی آغوش رقیب میں اس بیت طناز کی تصویر بنا کے لیے خاتمہ مانی کے بجائے پائے طاؤس کی ضرورت ہے ۱۹ طاؤس حسین ہوتا ہو لیکن پائے طاؤس بدنامی ہے اس لیے طبع سے نقش شمس ناز بیت طناز خوب ہے لیکن "یاغوش رقیب" ٹھیک نہیں پائے طاؤس کے قلم کی اسی مناسبت سے ضرورت ظاہر کی گئی ۲۰ "وہ تب عشق تمنا ہے کہ پھر صفت شمع" - آج تب عشق تمنا دارم - کا معنی جھکنا ہے کہ عشق کی تمنا ہو کا شمع</p>

<p>گلشن کو بری صحبت از بسکہ خوش آئی ہے وان لنگر استغفار دہم ہے بندی پر از بسکہ سکھاتا ہے غم ضبط کے انداز سے</p>	<p>ہر غنچے کا گل ہوتا آغوش شالی ہے یاں نالے کو اور الٹا دعائے سہائی ہے جو داغ نظر آیا اک چشم ہنسی ہے</p>
<p>۱۳ تا کہ دکر تا ہے ۱۳</p>	<p>۱۴ ۱۴</p>
<p>جس حسیہ کی ہو سکتی ہو تیر سر رو کی اچھا ہو سر نکشت حسائی کا تصور کیون ڈرتے ہو عشاق کی بے وصلگی سے دفن نے کبھی نہ لگایا ہو جگر کو</p>	<p>لکھو بجو یا رب اسے قسمت میں حد کی دل میں نظر آتی تو ہے اک بو نہ ہو کی یاں تو کوئی سننا نہیں فرما دس کی خجہ سر نے کبھی بات نہ پوچھی ہو جگر کی</p>
<p>صد حیف و نہ ناکام کر اک عمرے غالب حسرت میں ہے ایک بت عہدہ جو کی</p>	
<p>۱۵ ۱۵</p>	<p>۱۵ ۱۵</p>
<p>سیاہ پشت گرمی آئینہ نے ہے ہم آغوش گل کشودہ برائے دواع ہے</p>	<p>۱۶ ۱۶</p>
<p>۱۷ ۱۷</p>	<p>۱۷ ۱۷</p>
<p>۱۸ ۱۸</p>	<p>۱۸ ۱۸</p>
<p>۱۹ ۱۹</p>	<p>۱۹ ۱۹</p>
<p>۲۰ ۲۰</p>	<p>۲۰ ۲۰</p>
<p>۲۱ ۲۱</p>	<p>۲۱ ۲۱</p>

سکھ اودھ کا بھی لاشا را چاہیے	چاکر ست کر حیب بے ایام گل	سکھ
منہ چھپا جا ہم سے چھوڑا چاہیے	دوستی کا پردہ ہے بیکانگی	سکھ
کس قدر دشمن ہو دیکھا چاہیے	دشمنی نے بری کھو یا غیب کو	سکھ
یار ہی ہو گناہ آ را چاہیے	اپنی سوائی میں کیا چلتی ہو	سکھ
اما امید ہی اسکی دیکھا چاہیے	منہ مرنے پہ ہو جس کی امید	سکھ
چاہئے والا بھی اچھا چاہیے	غافل ان مردہ طلحوں کو واسطے	سکھ

چاہئے ہیں خوب رویوں کو اسد
آپ کی صورت تو دیکھا چاہئے

سکھ کہتا ہے کہ تم مجھ سے خصوصیت کے ساتھ نہ چھپانا چھوڑو یعنی جیلر سب کے ساتھ بے شکوت
بے حجاب اور بیکانہ دار رہتے ہو اسی طرح سے میرے ساتھ بھی رہو کیونکہ اس قسم کی بیکانگی دوستی کا پردہ
ہوتی ہو یعنی اُس سے لوگوں کو محبت کا حال معلوم نہیں ہونے پاتا
سکھ دیکھنا چاہئے کہ رقیب میرا کس وجہ دشمن ہے کہ میری دشمنی کے پیچھے آپ بھی تباہ ہو گیا کیونکہ
مجھ پر اس سے بھی بگڑا ہوا ہے

میری رفتار سے بھاگ ہے بیابان مجھ سے	ہر قدم دوری منزل ہو نہایان مجھ سے	سکھ
ہے فکر رشتہ بغیر ازہ مرگان مجھ سے	درس عزوان تاشا بہت نفل خوشتر	سکھ
صورتِ دود سا یہ گریزان مجھ سے	دشت آتش نل سے شب نہائی میں	سکھ
کس قدر ضائع آئینہ ہے بران مجھ سے	غم عشاق نہو سادگی آموزستان	سکھ
صورتِ رشتہ گوہر ہے چراغان مجھ سے	اثر آبلہ سے جادہ صحرائے جنون	سکھ
ہر ہے سلیے کی طرح میرا شبستان مجھ سے	بخود ہی بستر تنہید فراغت ہو جو	سکھ
ہونگہ مثل گل شمع پریشان مجھ سے	شوق دیدار میں گر تو مجھے گردن مارے	سکھ
سایہ خورشید قیامت میں ہو نہایان مجھ سے	بیکسی ہاے شب ہجر کی دشت ہے	سکھ
آئینہ داری یک دیدہ حیران مجھ سے	گوش ساغر صند جلوہ رنگین تجھ سے	سکھ
ہو کہ افغان خن و فغان گلستان مجھ سے	نکہ گرم سے آگ لپکتی ہو	سکھ

اسے اپنی وفات کی ناکامی کا بیان بخل کرتا ہو کہ ہر قدم پر بجائے نزدیک ہونے کے منزل مقصود دور ہوتی جاتی ہے۔ ۱۲

۱۳ ظاہر ہے کہ درشتہ شیرازہ مرگان غیر محسوس ہوتا ہو پس مطلب ہے ظہیر کہ کتاب دیدار کے عذوان کا درس یا (سجذات متعالات) محبوب کے دیدار کا لطیف اسی حالت میں کہ ہم اسے دیکھیں اور اسے ہمارے اس دیکھنے کا علم ہو۔ ۱۳

۱۴ یعنی یہ مناسب نہیں ہو کہ عشاق کے غم میں محبوب ترک آرائش کر کے سادگی اختیار کرے اور آئینہ دیکھنا چھوڑے اور اس طور پر خادہ آئینہ دیران ہو جائے۔ ۱۴

۱۵ آئیے کو گو ہر روشن اور جادہ صحرانہ رشتہ لگو ہر سے مشابہ کیا ہو۔ ۱۵
۱۶ ہلہ بطریق پیچیدی (جس کو سبتر تہید فرخت ہونا نصیب ہے) میرا شہستان چھو پر چو طرح سائے کا شہستان سائے سے پر ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ بر بنائے خودی میں مثل سایا پائی جاوے پر کیا ہم پڑا ہوا ہوں۔ ۱۶

۱۷ شمع کا گل جیہ کلتر ایا نا ہو تو اس کے اجزا پریشان اور برہم ہو جاتے ہیں غالب کہتا ہے کہ اگر تو مجھے گردن مائے تو میری نگاہ بر بنائے شوق دیدار گل شمع کے اندر پریشان ہو جائے یعنی ایک نگاہ کی کئی نگاہیں ہو جائیں۔ ۱۷

۱۸ بقول شاعر کسی کا لب لہ لڑی زور سے میں ساتھ دیتا ہو تاکہ تاریکی میں یہ بھی جلا دیتا ہو انسان سے
۱۹ برابر کے کیا خوب بیخ ہر عکس لکھے ہیں مطلب یہ ہو کہ جلوہ حسن کا تعین تجھ سے ہو اور حیرت عشق کا مجھ سے۔ ۱۹

<p>کیا ہے بات جہان بات بنائے نہ بنے اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن کے نہ بنے کاش یون بھی ہو کہ بن ہیے ستائے نہ بنے کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپا ہے نہ بنے ہاتھ آوین تو اُنھیں ہاتھ لگائے نہ بنے بزدل چھوڑا ہے وہ اُس نے کہ اٹھائے نہ بنے</p>	<p>نکتہ چین ہے غم دل اسکو ستائے نہ بنے میں بلاتا تو ہون اس کو گرے چہرہ دل کھیل سمجھا ہو کہین چھوڑ دے بھول جائے غیر پھر تائے لیے یون ترے خط کو کہ اگر اس نرا کت کا جزا ہو وہ بچلے ہن تو کیا کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے</p>
--	--

<p>موت کی راہ نہ کیوں کہ بنائے نہ رہے بوجہ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے</p>	<p>۱۵ تم کو پا ہوں کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے کام وہ آن پڑا ہے کہ بنا لے نہ بنے</p>
<p>عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے</p>	<p>✓</p>
<p>۱۷ موت کی راہ دیکھنے سے کیا فالمرہ کردہ تو خواہ خواہ کہے ہی گی۔ مجھ اسی خواہش کرنا چاہیے اگر تم نہ آؤ تو مجھے جانتے بھی نہیں پڑے۔ ۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰</p>	<p>۱۷</p>
<p>۱۸ چاک کی خواہش اگر دشت بے گیانی کرے جلوے کا تیرے وہ عالم جو نہ کرے خیال ۱۹ ہے شکست سے بھی دل تو میرا بے شکست ۲۰ سیکہ اگر چشم نہ باز یا ہے شکست ۲۱ خط عارض سے لکھا ہو زلف کو الفت نے عہد ۲۲ ۱۸</p>	<p>۱۸ صبح کے مانند زخم دل گریبان کی کرے ۱۹ زبردہ دل کو زیارت گاہ سیرانی کرے ۲۰ آگینہ کوہ پر سرخس گران جانی کرے ۲۱ سوئے شیت دیدہ ساغر کی مرگانی کرے ۲۲ ایک دم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے</p>
<p>۲۳ ۱۸ غریبی کی حالت میں اگر دشت کو گریبان چاک کرنے کی خواہش پیدا ہو تو میرا زخم دل صبح مانند گریبان بن کر چاک ہو۔</p>	<p>۲۳</p>
<p>۲۴ ہم کہہ چکے ہیں خواہش کریں کہ وہ رنگ دل تغافل شعار ہماری دل شکنی ہی کرے اور وہ اس پر ہم ہر توجہ نہ ہو۔ ۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰</p>	<p>۲۴</p>
<p>۲۵ اگر سیکہ محبوب کی مست ناز انکھ سے شکست پئے تو ساغر میں جو مال پڑیں وہ گو یا زبردہ ساغر کے لیے یلکین بن جائیں اور چشم دساغر جو چشم یار ہو جائے وہ لدا علم۔</p>	<p>۲۵</p>
<p>۲۶ خط عارض سے یعنی بذریعہ خط عارض۔ عارض یا پیر جو خط نمایان ہوا ہے وہ ایک عہد نامہ ہے جو الفت نے زلف کو لکھ دیا جو کہ میرے حق میں پریشانی کو جو کچھ کرنا ہو کرے مجھے مست نظر۔</p>	<p>۲۶</p>
<p>۲۷ وہ آکے خوب میں تسکین اضطراب تو دے کرے ہو قتل لگا وٹ میں تیرا و دینا دکھا کے جنبش لب ہی مست مگر ہم کو</p>	<p>۲۷ دے مجھے تپش دل مجال خواب تو دے تری طرح کوئی تیغ تلک کو آب تو دے دے جو بوسہ تو تھپتے کہیں جواب تو دے</p>

پلاٹے اوکے سے بیاتی جو ہم سے نفرت ہے
 پیالہ اگر نہیں دیتا ہے خیر اب تو دے

پلاٹے اوک سے سیاقی جوہم سے نفرت ہے

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے
 کہا جو اُس نے ذرا میرے پاؤں داب تو دے

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پانوں پھول کے

<p>تیش سے میری تفت کھینکھینک ہوتا رہتا ہے</p> <p>سرشک سرسبز ادا دہ نور العین دامن ہے</p> <p>خوشا اقبال بخوری عیادت کو تم آئے ہو</p> <p>لطفوان کاہ ہوش اضطراب شافتم نہا لی</p> <p>ابھی آئی ہو تو بالمش سے اسکی نہت شکیں کیا</p>	<p>مرا سر پہ بالین ہے مرا تن بارگاہِ تیرے</p> <p>دل پہ دست پاتا دہ بر خورِ الہِ تیرے</p> <p>فرخ شمع بالین طالع بیدار بستر ہے</p> <p>شعاع آفتاب صبح محشر تار بستر ہے</p> <p>ہمارے دیر کو خواب زینغا غار بستر ہے</p>
--	--

پیش سے میری ہفت شکمکش ہزارا بیترے

دائیں دستے یا اتحاد پر خود ابرہہ

شکست بر صحرای داد و نور این دامن

فرستاد شمع نور طالع در دست

مُشَاقِقَاتُ الْبُخْرَى عَادَتُ كَوْنَهُنَّ

شعرا و آداب و محققان

لقد انا كاهن في هذا البيت استأثرت

مجلس ۱۰۰

۱۰۰۰ آریستوٹل

کہوں کیا دل کی حالت کیا ہے ہجر یارین غالب
کہ بے تابی سے ہر اک تار بستر خالی بستر ہے

کہون کیا دل کی حالت کیا ہے، سحر یا رمن غالب

کہے "اے میرے ایک سالہ بچہ!"

کہے "اے میرے ایک سالہ بچہ!"

اسے تھامے آگے کی وجہ سے طالع بیدار بستر فرغ شمع بالین ہر طالع بیدار کی درخشاں شمع بالین کی روشنی سے بھی بیٹھ گئی ہے۔ ۱۲

سے نکالے آئے گی وجہ سے طالع بیدار بستر فرغ شمع بالین پر یعنی طالع بیدار کی خوشنودی شمع بالین

کی روشنی سے بھی پردہ کٹی ہو۔ ۱۲

مسکے پر بیٹے اضطراب شام فراق ہر تار سے شعاع آفتاب قیاس سے مشابہ ہو۔ ۱۲

۱۲۔ کتبہ برنیائے اضطراب شام فراق ہر تار سیر شعاع آفتاب پر قیاس ہے مشابہ ہو۔ ۱۲

اسے ابھی بالمش سے محبوب کیسے تبرکی خوشگاتی ہر یعنی شب حاصل کو گزرتے ہوئے کچھ نہایت نام

۱۰ اکھ مالیش سے محبت کے گہرے ہونے کا ثبوت ہے، یعنی شمس اور کوکب سے ہونے کی طرف اشارہ

فمنه ما استعمله في الخلق من غير ان يخلق له

فمنه ما استعمله في الخلق من غير ان يخلق له

١٤٥٠

<p>خداوند شایسته است که بگوید نه چو که در این عالم که ای رفته در غایت</p>	<p>سه</p>	<p>خزور و دستش آفت بر روی زمین نه چو اگر از دستش آفت بر روی زمین نه چو</p>
--	-----------	---

11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 1040 1041 1042 1043 1044 10

سورۃ النور

سورۃ النور

کے گردن والے غور و خفا پھول تھے۔ مطلب یہ کہ محبوب کو میری مدد تھی۔ اس لیے یہ افسانہ

گزارش کار

فہرست کتب و رسائل

فہرست کتب و رسائل

[illegible]

در روز چهارم دی ماه سال ۱۳۰۲ هجری قمری در روز شنبه

میں نے یہی اس قدیم نجوم گل نہ ہر کہ سرواں میں پوشیدہ چھپا ہے سوہ

فردا

فرماندهی

1946

1944

کیون بولے ہیں باغبان تو ہے	۱۷	گر باغ گدا سے نہیں ہو
ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے	۱۷	پر تجھ سی کو کوئی شے نہیں ہو
ہاں کھا کیومت فریب ہستی		ہر چند کہیں کہے نہیں ہو
شادی سے گدہ کہ غم نہ ہوئے		اردی چونہ ہو تو ہے نہیں ہو
کیون رد قیج کلکے ہے زاہد		۱۲ ماہ ہمارے ۱۲
		۱۲

۱۷	ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے عتاب
	آخر تو کیا ہے اے "نہیں ہے"

۱۷ یعنی تو جن کی باغ میں موجودگی ثابت کرتی ہو کہ باغ بھی گدا سے ہو کیونکہ تو جنوں سے
کشکول گدا کی اور کدے شراب پیتا ہو۔ ۱۲
۱۷ تجھ سی یعنی تیرے مانند۔ ۱۲

۱۷ رد بیت خزل میں الفاظ "نہیں ہو" نہیں ہو "کو بار بار لانے کے سبب قالیے اور ہ شوخی اپنا
نام ہی نہیں ہو" قرار دے لیا ہو اور دریافت کرتا ہو کہ جب ہستی کی نسبت تو کہتا ہو کہ "نہیں ہو"
اور عدم کے باب میں بھی تیرا یہی قول ہو کہ "نہیں ہو" تو اے "نہیں ہے" یعنی اے غالب یہ
تو بتا کہ آخر پیر ہے کیا ہو۔ ۱۲

۱۷	نہ پوچھ سوا مرہم سراجت دل کا	۱۷	اگر اس میں بیزا الماس خود عظم ہو
	بہت نون میں غافل نے تیرے سدا کی	۱۷	وہ اک نگہ کہ بظاہر نگاہ سے کم ہو

۱۷ بیزا الماس سے زخم اور بھی بڑھ جاتا ہو بیزا الماس کو زخم دل کا مرہم کہ کر اپنی ایذا دہتی کا
اظہار کیا ہے۔ ۱۲

۱۷ پہلے غافل نادان تھا یعنی بیزا سے پرگاہی تھا لیکن اب انشتہ ہو چکا وہ حقیقت التفات
کرتا چاہیے اگرچہ بظاہر مرہم اس کو ایسا لگے سگین۔ ۱۲

۱۷	ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے	۱۷	مرتے ہیں نے ان کی تمنا نہیں کرتے
	دیر درہ انھیں خیر ہے بظاہر ہستی	۱۷	ظاہر کا یہ پروا ہو کہ پروا نہیں کرتے
	یہ باعث نوید سی ارباب ہوس ہے	۱۷	غالب کو بڑا کہتے ہو اچھا نہیں کرتے

سہ وہی مضمون ہو کہ میں اُسے دیکھوں بھلا کب پھر سے دیکھا جائے ہو؟ یہ انتہائے رشک ہے کہ اپنے اوپر بھی رشک آتا ہو۔ ۱۲

سہ وہ جو غیر سے بے شکستہ ہوتے ہیں اس سے غرض یہ ہو کہ لوگوں کو یہ نہ معلوم ہو سکے کہ ان کو قریب کے ساتھ کوئی خاص تعلق بھی ہے گویا ان کا پردہ نہ کرنا ایک پردہ ٹھیکرا جس سے غیر کے ساتھ اُنکے رابطہ نہانی کا راز پوشیدہ رہتا ہو۔ ۱۳ یہ وہی مضمون ہو کہ سہ

دوستی کا پردہ ہے بیگانگی	منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے
--------------------------	------------------------------

سہ یعنی غالب کے سے عاشق صادق کو جب تم جڑا لیتے ہو تو رقیب بواہیں کو پھر تم سے کیا امید رہے گی۔ ۱۴

کسے ہے بادہ سے اپنے کسبِ ننگِ فروغ	خطِ پیالہ سرا سب گناہ گنجین ہے
کبھی تو اس دلِ شوریدہ کی بھی دانے	کہ ایک عمر سے حریرِ پرستِ بالین ہے
بجائے گرنے سے نالہائے بلبلِ نزار	کہ گوشِ گلِ نمِ شبنم سے پیرِ آئین ہے

استد ہے نزعِ مین چل بے دنا برا سے خدا	مقامِ حرکِ حجاب و وداعِ تمکین ہے
---------------------------------------	----------------------------------

سہ شراب تیرے اپنے کسبِ ننگِ کرتی ہو پس گویا! وہ گھین ٹھہرا اور خطِ ساغر نگاہِ گلِ چین۔ ۱۵
 سہ نہ شبنم کو اسکی سفیدی کے اعتبار سے پتہ نہ تھا۔ یہ وہی گوشِ گل کو بند کیے ہوئے ہے۔ ۱۶

کیوں نہ ہو چشمِ تیراں جو تغافلِ کیوں نہ ہو	یعنی اس بیچارہ کو غلامی سے پہنچا کر ہے
مرنے مرنے دیکھنے کی آرزو رہ جائیگی	دلے ناکامی کو اس سا فرماؤ خیر تیرے

عارضِ گل دیکھ روئے یار یا د آیا	جوشِ فضلِ بہاری اشتیاقِ انگیز ہے
---------------------------------	----------------------------------

و یا ہے دل اگر اس کو بشر ہے کیا کیسے	ہو ارقیب تو ہونا میرے کیا کیسے
یہ ضد کہ آج نہ آوے اور کئے بن ہے	تضائے عنکوبہ میں کس قدر ہے کیا کیسے
رہے ہیں کہ مجھے کہہ کر کوئے دوسرا	اگر نہ کیسے کہ دشمن کا گھر ہے کیا کیسے
سے کہ شمع کیوں ہے رکھا ہر دم کو خرب	کہ میں کیسے ہی اٹھیں سب خبر ہے کیا کیسے

<p>سچی کہتے ہیں بازار میں ہر پیشہ حال تختیں نہیں ہے سر رشته دفا کا خیال اُنھیں سوال پر زعم جنوں ہو کیوں لڑیے حد منزلے کمال پہنچنے کی کیا بجھے</p>	<p>کہہ کے کہ سر رکھ رہے کیا کیسے ہمارے ہاتھ میں کچھ ہے گوہ کیا کیسے ہمیں جواب سے قطع نظر ہے کیا کیسے مستم بہاے متاع ہنر ہے کیا کیسے</p>
--	--

<p>کہا ہے کس نے کہ فالتب برا نہیں لیکن سوائے اس کے کہ آشفہ سر ہے کیا کیسے</p>
--

۱۲۔ دیا جو دل یعنی نامہ بر نے اس کو یعنی محبوب کو۔
 ۱۳۔ اصل آگے صرور لگ کر آج جب ہم چاہتے ہیں تو صد کی وجہ سے نہیں آتی۔
 ۱۴۔ محبوب ہے پوچھتا ہے کہ ہمارے ہاتھ میں کچھ چیز ہے کیسے کہ وہ کیا چیز ہے۔
 پہلے صریح میں اس شے یعنی سر رشته دفا کا نام بھی ظاہر کر دیا ہے جس سے مقصد یہ ہے کہ محبوب
 دفا سے اس درجہ ہنگامہ نہ کرے کہ بتا دے پر بھی اُس کو یہ نہ معلوم ہو سکے گا کہ ہمارے ہاتھ میں سر
 دفا ہو۔

<p>دیکھ کر ہر پردہ گرم دامن افشانی مجھے بن گیا تیغ نگاہ پار کا سنگ فسان کیوں نہ ہو بے اتفاقی اس کی ہر صبح ہے میرے غم خانے کی نعمت جب تم ہونے لگی ہنگام ہوتا ہے وہاں نہ ہوتا کا فیکہ دلے دان بھی شوق شہر نے دم لینے دیا دھڑکنے کا دنا بجھے یہ کیا انداز ہے دن نشا جا آ فصل ہر ساری داہ وہ</p>	<p>۱۔ اگر کسی صاحبہ اتن میری عریانی مجھے مرصا میں کیا مبارک ہو گراں جانی مجھے ۲۔ جاننا ہے جو پر شہا ہے نہانی مجھے ۳۔ کہہ دیا بھلا اسباب ویرانی مجھے اس قدر ذوق نولے مرغ بستانی مجھے لیکن تھا گور میں ذوق تن آسانی مجھے ۴۔ تم نے کیوں سوچی ہو کیسے گھر کی بانی مجھے پھر ہوا ہے تازہ سولے غزل خوانی مجھے</p>
---	---

<p>دی مرے بھائی کوئی سنا زمر و زمر کی میرزا یوسف ہے تائب و صفت ثانی مجھے</p>

۱۵۔ دامن افشانی سے ترک تعلقات نہادی مراد ہو مطلب یہ ہے کہ ترک تعلقات کسی طرح ممکن نہیں ہے

میں سمجھتا تھا کہ عریانہ کہ تعلقات لباس سے آزاد ہو جائیں گے لیکن بحالت عریانی بھی جسم کی پابندی باقی رہی اور کامل آزادی نصیب نہ ہوئی۔ ۱۲

۱۳۔ محبوب کو خوب معلوم ہو کر اس کی بے اعتنائی جھکو ناگوار نہ ہوگی ایسی باعث سے وہ اظہار بے التفاتی میں بے پاک ہو ۱۲ پر سن پنہان وہ پر سن جو پذیر لقا نہ ہو۔

۱۴۔ یعنی غمخانی کی دیراتی کے اسباب میں سے ایک سبب میری ذات کو بھی قرار دیا یا یہ کہ اسباب کے بجائے جھکو اسباب پرانی ۱۳۔ ۱۴۔

۱۵۔ یعنی ہر وقت انتظار میں میری نگاہ دردانہ سے پر لگی رہتی ہے۔ ۱۲ "کیجیے" کے ساتھ "تم" اب ناچار ہو۔

یاد ہے شادی میں بھی ہنگامہ یارب مجھے	۱۵۔	سجڑا ہر ہوا ہے خندہ زیر لب مجھے
ہے کشاد خاطر دہستہ در رہن سخن	۱۵۔	تھا طلسم قفل امجد خانہ کتب مجھے
یارب اس شغفگی کی ادکس سے چاہیے	۱۵۔	رہشک آسائش پر ہر زندانیوں کیاب مجھے
طبع ہے ششاق لذت ہے حسرت کیا کروں	۱۵۔	آرزو سے ہے شکست آرزو طلب مجھے

دل لگا کر آپ بھی غائب مجھ سے ہو گئے
 عشق سے آنے لگے مانع میرا صاحب مجھے

۱۶۔ جسطرح دہشتہ سے صوفی خندہ نمایاں ہوتی ہے لیکن ان پر ذکر "یارب" ہوتا ہے اسی طرح سے مجھے شغل شادی میں بھی ہنگامہ فرمادیا رہتا ہے یارب کے لفظ میں ایام ہے۔ ۱۶۔

۱۷۔ قفل امجد ایک قریب کا قفل ہوتا ہے جو حسین بہت سی پھر کیاں ہوتی ہیں جن پر شغل و قفل ہے ہر وقت ہرین اس قفل کے کھولنے کے لیے یا ہر ضروری ہوتا ہے کہ اس کی پھر کیاں گھا کر اس طور پر کہ کسی عالمگیر کی آئینے

حرفوں سے دل کر ایک مقرر شدہ لفظ بن جائے گو یا قفل امجد کا ہونا لفظ مقررہ کے لئے ہے مگر تو نے ٹھہرا یا بالفاظ دیگر یوں کہیے کہ قفل امجد کا ہونا در رہن سخن ٹھہرا۔ ۱۳۔ غالب اپنی خاطر دہستہ کو بھی اس قفل امجد

مشابہ کر کے کہتا ہے کہ میری گرفتہ خاطر کی کا علی شغل شعور سخن ہو۔ ۱۴۔ جو کہ میں حسرت لباس کی لذت کا ششاق ہوں اس لیے میری آرزو سے شکست آرزو ہوا ہے کہ کوئی بغیر شکست آرزو کے لذت حسرت کیے نہ کر ل سکتی ہو۔ ۱۲۔

خداوند شاہ بین اہل سخن کی آزمائش ہے
 فدو گیسو میں قیس کو کہ کن کی آزمائش ہو
 کر نیلے کو کہ کن کے حوصلے کا امتحان آخر
 نسیم مصر کو کیا پیر کنگان کی ہوا خواہی
 دہ آبا نریم میں دیکھو نہ کہ پھر کہ غافل تھے
 سہنے ل ہی میں تیرا چھا جگر کے پار ہو بہتر
 نہیں کچھ سچو و زار کے پھندے میں گیرانی
 پڑا رہے دل وابستہ بتائی سے کیا حاصل
 رگ لپے میں جب تیرے نہر غم تب دیکھئے کیا ہو

چمن میں غنچ خنوداں چمن کی آزمائش ہے
 جہان ہم میں ہون دار درین کی آزمائش ہے
 ہنوز اس خستہ کے نرے تن کی آزمائش ہو
 اُسے یوسف کے بوسے چمن کی آزمائش ہو
 شکبہ صبر اہل انجمن کی آزمائش ہے
 غرض شست بستہ دکن کی آزمائش ہے
 وفاداری میں شیخ و برہمن کی آزمائش ہے
 مگر پھر تاب زلف پر شکن کی آزمائش ہے
 ابھی تو طوطی کا دم دہن کی آزمائش ہے

دہ آدین کے مرے کھر وعدہ کیسا دیکھنا غالب
 نے قنوں میں اب جرخ کن کی آزمائش ہے

نسیم مصر جو بوسے یوسف اپنے ہمراہ لائی ہو وہ حضرت یعقوب کی ہوا خواہی کی بنا پر نہیں ہو بلکہ
 اس لیے ہے کہ بوسے پیرا ہن بوسے کی آزمائش کرے کہ پیر کنگان پر اس کا اثر کیا شک ہوتا ہو ۱۳۔
 اس لبت پر شکن کے سچے دھم ایسے نہیں ہیں کہ دل ان سے رہا ہو سکے دل وابستہ کنی بار اس
 امر کا تجربہ کر چکا ہو۔ اب جو یہ بات یوں تو یہ معلوم ہوتا ہو کہ شاید پھر اسے تاب زلف پر شکن کی
 آزمائش ہو ۱۲

سہ نہانہ یعنی اُن کے آنے کا فتنہ ۱۲

کبھی ٹکی بھی سکے جی من گرجا ہے مجھ سے
 خدا باغدیر دل کی مگر تاثر اٹھی ہے
 وہ بدخوا و دیر ہی داستانِ عشق طولانی
 اُدھر وہ بیگانی ہوا دھیرہ ناتوانی ہے
 سینچنے دے مجھے اے نامیدی کیا قیامت
 سکھتے ہر طرف نظائر کی میں بھی سی لیکن

جہاں میں کر کے اپنی یاد شرجا ہے مجھ سے
 کہ جتنا ٹھنپتا ہوں اُدھر جتنا چلے ہے مجھ سے
 عبارت مختصر قاصد بھی گھر چلے ہے مجھ سے
 نہ پوچھا جائے ہمارے نہ بولا جائے ہے مجھ سے
 کہ دامن خیال یا رتھوٹا چلے ہے مجھ سے
 دہ دیکھا چلے کت ظلم دیکھا جا ہے ہے مجھ سے

ہوسے ہیں پاتون ہی پہلے برعشق میں نہی
 نہ بھاگ جائے ہو مجھے نہ ٹھہرا جائے ہے مجھے

قیامت ہے کہ ہوتے مدعی کا ہمسفر غالب

وہ کا فرج خدا کو کبھی نہ سونپا جائے ہو مجھ سے

زلیکہ مشق تماشا جنون علامت ہے ۱۱
 اکشا دوست مژہ سیلی قیامت ہے

نہ جانوں کیوں کہ مٹے داغ طعن بدعمری ۱۲
 بچھے کہ آئینہ بھی در طرہ علامت ہے

برہج و تاب ہوس سلک عاقبت مست نور ۱۳
 نگاہ عجز سرشتہ اسلامت ہے

وفا قابل و دعوائے عشق بے بنیاد ۱۴
 جنون ساختہ و فصل گل قیامت ہے

۱۵
 چو مکر تاشا نے حسن کی مشق جنون کی علامت ہے اس لیے بروقت تماشا یلون کا کھلنا اور بند

ہونا گویا سیلی علامت کا پڑنا ہو۔ ۱۲

۱۶
 خدا جانے طعن بدعمری کا نشان کیونکر مٹے گا یعنی تو لاکھ آرائش و زیبائش کرے مگر اس داغ

بدعمری کے ہوتے ہوئے جب تو آرائش کے لیے آئینہ دیکھتا ہو تو وہ بھی تیرے لیے در طرہ علامت ہو گا

۱۷
 ہو۔ ۱۲۔ آئینے کی تشبیہ در طرہ سے ظاہر ہے اور آرائش چو مکر اختیار کے دکھانے کے لیے کی جاتی ہو

اس لیے اس سے بدعمری لازم آتی ہو۔

۱۸
 یعنی سلامتی عاجزی اور کم ہوشی اسی میں ہر دور نہ ہوس کے ساتھ عاقبت کا وجود ممکن نہیں ۱۲

۱۹
 محبوب اور قسب کے معاملے کا ذکر دیو طعن کرتا ہے کہ یہ بلا مستم ہے کہ محبوب تو آادہ و فنا ہو

اور دعوائے عشق چھوٹا ہو یہ تو اسی قسم کی بات چوئی کہ بہار تو دھڑکی آئی ہو لیکن جنون میں

بنیاد ط ۱۲

لاغر آئنا ہوں اگر تو نیم میں چائے مجھے
 میرا دمہ دیکھ کر گری کوئی بھلا دے مجھے

۲۰
 کیا تعجب ہو کہ اس کو دیکھ کر جائے رحم
 وہاں تلک کوئی کسی جھیل سے ہو چکا ہے مجھے

۲۱
 مستعد نہ دکھلائے نہ دکھلا پر باندا زحمتا
 کھول کر پردہ خدا اکھین رہی دکھلائے مجھے

۲۲
 یاں تلک میری گرفتار تھی وہ خوش چہرین
 ابراف گریختاؤں نوشانے میں اٹھائے مجھے

۲۳
 باز عیو اظہالی ہے دنیا مرے آگے
 ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

۲۴
 اک کھیل ہے اور تلک سلیمان سے دیک
 اک بات ہے اعجاز میا مرے آگے

جزو ہم نہیں ہستی اشیا مرے آگے	جزو نام نہیں صورت عالم مجھے منظور
لگتا ہے جبین خاک پہ دریا مرے آگے	ہوتا ہے نہان گردین صحرا مرے ہوتے
تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے	ست پوچھ کہ کیا حال ہو رہا ترے پیچھے
بیٹھا ہے بُت آئینہ سیما مرے آگے	سچ کہتے ہو خود دین خود آرا ہون کیون
رکھ دے کوئی پیادہ صہبا مرے آگے	بھری کیے انداز گل افشانی گفتار
کیونکر کون لو نام نہ ان کا مرے آگے	نفرت کا گمان گزے ہو دین شک گدرا
کعبہ کے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے	ایمان مجھ روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
عبود کو بُرا کہتی ہے بیلی مرے آگے	عاشق ہوں پہ معشوق فریبی ہے مرا کام
آئی شب ہجران کی تمنا مرے آگے	خوش ہونے میں پرصل میں یون نہیں جاتے
آتا ہے ابھی نیکے کیا کیا مرے آگے	ہے سوچ زن ایک قلم خون کاش ہی ہو
لہنے دو ابھی ساغرو مینا مرے آگے	گو ہا تو کو جنبش نہیں آنکھوں میں دم ہے

ہمیشہ وہم مشرب وہم را ز ہے میرا
غالب کو بُرا کیوں کہو اچھا مرے آگے

۱۰ مرے ہوتے یعنی پھر صغیر گروے ہوتے مرے آگے یعنی چھ اشک بار کے ہوتے۔
۱۱ یعنی جلیق تو میرے آگے کش حیا دشوئی کے ہاتھوں دل تنگ مجبور ہو کر بیٹھا ہو اسی طرح میں
تیرے پیچھے تنگ دل اور پریشان رہتا ہوں۔ ۱۲
۱۳ ہجر میں وہ ہجر میں اکثر مر جانے کی آرزو کیا کرتا تھا اور دکا فودل کی شب میرے آگے آئی یعنی
ایں صورت سے کہ میں شادی مرگ ہو گیا۔ ۱۴

تھیں کو کہ جو تم یون کو تو کیا کہے	کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے
مجھے تو خوش ہے کہ جو کچھ کو بجا کہیے	۱۰ یہ کیوں طعن سے پھر تم کہ ہم شکر ہیں
دیکھا ناز کو پھر کیوں نہ آشنا کہیے	وہ شتر سہی پر دل میں جیبا تر جاسے
وہ زخم تیغ ہے جبکہ دل کشا کہیے	۱۱ نہیں ذریعہ راحت جراثیم پریشان
جو ناسزا کہے اُس کو نہ ناسزا کہیے	جو رسمی بنے اُس کے نہ مدعی بنیے

کہیں مصیبت ناسازی دوا کہے	کہیں حقیقت جان کا ہی مرعہ لکھے
کہیں حکایت صبر گر نیر پا کہے	کہیں شکایت رنج گران نشین کہے
کہے زبان تو صبح کو مرخا کہے	کہے نہ جان تو قاتل کو خون بہا دیکھے
کہے روانی روش دوستی ادا کہے	کہے نہیں بیکار کو اُلفت نہ ہو بیکار تو ہے
کہے طراوت چمن و خوبی ہوا کہے	کہے نہیں بہار کو فرصت نہ ہو بہار تو ہے

سفینہ جب کہ کنارے پہ آگیا غالب
حسد اسے کیا ستم رنجور ناخدا کہنے

۱۱۔ یعنی اگر تم بطور طعن کہو گے کہ "تو بیکار پر بھی میں حسب عادت کہوں گا کہ بجائے" اس وقت تھانہ ہوندا ۱۲۔
۱۳۔ اپنی انداد دستی کا اظہار کرتا ہوا اور نرم تیغ کو زخم تیر تیج دیتا ہوا کیونکہ نرم تیغ بڑا اور کشادہ ہوتا ہے۔
۱۴۔ یعنی اگر محبوب کو ہم سے اُلفت نہیں ہو تو اس سے اس کی محبوبی میں کیا فرق آ سکتا ہو۔
مطلب یہ ہے کہ اس کے محبوب سے چشم پوشی کر کے صرف قابلِ تفریق باتوں کو لینا چاہیے۔
اس کے بعد دلی شاعر کا مفہوم بھی یہی ہو ۱۲۔

دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے	روئے سے اور عشق میں بیاک ہو گئے
تھیں یہ بھی جو حساب سو پون پاک ہو گئے	صرف ہمارے ہی ہوئے آلات میکشی
ہائے طلبہ دین کے تو پا لاک ہو گئے	رسوا سے دھو گویا آوارگی سے تم
پڑے ہیں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے	کہتا ہے کون مارا ٹیپیل کو بے اثر
آپا ہے آگ کے خض خاشاک ہو گئے	پوچھے کہ کیا ویر و عدم اہل شرد کا
نی ایک ہی ہنگامہ کہ بس خاک ہو گئے	رہے گئے اس سے بے تحاشی کا ہم مجھ

اس رنگ سے عطا فی علی اس نے سدا کی بخش
دستِ شمع بھی جس کو دیکھ کے غم ناک ہو گئے

۱۵۔ دو حساب یعنی اس پر کہ غریب کے حساب سے کہان سے کہے۔ دوسرے کہ غریب کے کا جھگڑا
کون لکھے۔ سوئے غریب کے اس طرح یہ ہے کہ آلات میکشی کو فرصت کہنے کے برابر ہو ۱۲۔

<p>نشہ شاداب رنگ ساز است طاب ہم نشین است کہ کہ بر ہم کر نہ بر ہمیش و است</p>	<p>۱۱۰ شیشہ سے سرد ہونے پر جو شاداب نغمہ ہے ۱۱۱ والہ تو میرے نامے کو بھی اعتبار نغمہ ہے</p>
<p>۱۱۲ اس حال میں کہ تیرے کو رنگ سے شاداب اور ساز کو نشہ طاب سے سرشار ٹھہرایا۔</p>	<p>۱۱۳ یعنی میری ناکہ کشی پر ہی ہر دم بار کا موجب نہیں ہو سکتی کیونکہ کلاس کی محفل عیش میں جا کر میلا مال بھی نہیں جاتا ہے۔ ۱۱۴</p>
<p>۱۱۵ عرض ناز شوخی و دغوان برائے خند ہے ۱۱۶ ہے عدم میں غنیمت محو عبرت انجبا مگل ۱۱۷ کھفت انس کی کو عیش بیابی حرام ۱۱۸ سوزش باطن کے ہیں احباب منکر ورنہ بیاں</p>	<p>۱۱۹ دعوے جمعیت احباب جاے خند ہے ۱۲۰ ایک جہان زانو تا مل در قلعے خند ہے ۱۲۱ ورنہ دغوان دل افشون بنائے خند ہے ۱۲۲ دل محیط گریہ و لب آفتاب خند ہے</p>
<p>۱۲۳ سوز دلوں سے آتش خشک ہو جائے تین اور دل کا محیط گریہ ظاہر نہیں ہونے پاتا۔ ورنہ حال یہ ہے کہ اگرچہ "لب آفتاب" خند ہے مگر لیکن دل محیط گریہ ہے۔ یعنی اگرچہ بظاہر میں خوش ہوں لیکن میرا باطن تھلائے غم ہے۔</p>	<p>۱۲۴ حسن بے پردہ خریدار متاع جلوہ ہے ۱۲۵ تاکجا اے آگہی رنگ تماشا با حقن ۱۲۶ خریدار متاع جلوہ یعنی خواہشمند جلوہ گری۔ و نہ کہ اختراع جلوہ یعنی اس بات کی فکر کہ جلوہ گری کی خواہش کس طور سے پوری ہو جائے کہ اس منکر کیلئے اختراع جلوہ کا زانو قرار دیا اس لحاظ سے کہ پودت آرائش آئینہ استعمال کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ حسن باوجودیکہ</p>

لیے پروا ہوتا ہو لیکن جلوہ گری کی فکر اس کو بھی رہتی ہو چنانچہ آئینہ گویا اس خواہش جلوہ گری کا لالو سے فکر پڑتا ہو۔ ۱۲

۱۵ چشم واگر دیدہ آغوش سے مشابہ ہو جو جلوہ ناپا مدار کو رخصت کرنے کے لیے کھلی ہے۔ غالب
 ۱۶ آسکا ہی سے پوچھنا ہو کہ تو کب تک حضرت تاشاب جلوہ ظاہر ہے گی۔ ۱۲

جب تک ہاں زخم نہ پیدا کرے کوئی	۱۵	انگل کہ تجھ سے راہ سخن ڈاکرے کوئی
عالم غبار و وحشت بخون ہے سرسبز	۱۵	کب تک خیال طرہ لیدا کرے کوئی
افسردگی نہیں طرب تاشابے التفات	۱۵	ہاں دردین کے دلیں مگر جا کرے کوئی
روئے سے لے ندیم ملاست نہ کر شے	۱۵	آخر کبھی تو عقدہ دل ڈاکرے کوئی
چاک جگر سے جب رہ پریش نہ وا ہوئی	۱۵	کیا فائدہ کہ جب کو رسوا کرے کوئی
لخت حکمت ہے رگ ہر خار شاخ گل	۱۵	تا چند باغ بیانی صبر آکرے کوئی
ناکامی بنگاہ ہے برق نظر راہ سو	۱۵	تو وہ نہیں کہ جھکو تاشا کرے کوئی
ہر سنگ دشت ہے صدف تو ہر شکست	۱۵	نقصان نہیں جوفن سے جو سو آکرے کوئی
سر بہ ہوئی نہ وعدہ صبر آذما سے سر	۱۵	فرصت کہاں کہ تیری تشا کرے کوئی
ہے وحشت طبیعت ایجا دیاس خیر	۱۵	یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی
بیکاری جنون کو ہے سر پٹیکہ شغل	۱۵	جب ہاتھ ٹوٹا جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

حسن و سرور سخن و رہے اسد
 پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

۱۵ سراپا دردین جانے سے ممکن ہو کہ اسکے دلیں جگہ ہو سکے ورنہ افسرہ خاطر ہو کر بیٹھ رہنے سے
 التفات پار کی امید فضول ہے۔

۱۵ یعنی جب چاک جگر سے کچھ حاصل ہوا تو اب گریبان دردی سے بھر سوائی اور کیا ہاتھ آئے گا۔ ۱۲
 ۱۵ صحرا میں چونکہ میرے دل جگر کے فکر ہے ہر کانٹے میں جھدے پڑے ہیں بس لیے ہر خار میں گل
 کی اور جنگل میں عین کی صورت نمایاں ہو گئی ہے۔ غالب کہتا ہے کہ اس صحراے گلشن ناک
 کب تک کوئی اچھائی کرے۔ ۱۲

لکھ جنوں سے معاملہ کرنے میں نقصان نہیں کیونکہ ہر سنگ دھشت (جو لڑکے دیوانوں کو مارے ہیں)
 گویا ایک صدف ہے جس سے گوہر شکست حاصل ہوتا ہے اور اس صدف کی سوسندھی کی حقیقت ظاہر ہے
 ہے ایجاد کی طبیعت میں جو دھشت ہے وہ باس خیر ہے یعنی ہم خوشی طبع لوگ باس کا ہوا کیا کرتے
 ہیں اور اس طرح پر گویا ایسے ہونے پر مجبور ہیں

<p>ابن مریم ہوا کرے کوئی شرع و آئین چھوڑے کوئی چال پیسے لڑی لمان کا تیر بات پر دان زبان گشتی ہے بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا نہ سونو گرہرا کرے کوئی روک لو گر غلط چلے کوئی کون ہے جو نہیں اور حاجت مند کیا کیا خضر نے سکندر سے</p>	<p>میرے دکھ کی دوا کہے کوئی اچھے تامل کا کیا کرے کوئی دل میں ایسے کے جا کرے کوئی وہ کہیں اور سنا کرے کوئی کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی نہ گنو گرہرا کرے کوئی بخش دو گر خطا کرے کوئی کس کی حاجت داکرے کوئی اب کسے رہنا کرے کوئی</p>
---	---

جب قلعہ ہی اٹھ گئی غالب
 کہن کسی کا گلہ کرے کوئی

اے ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی
 میرے سب نزاکت میرے ہونے کا جانی کرنا گوارا نہ کرنا ہو

بہت سی عمر گیتی شرب لم کیا ہے
 بھاری غلہ درویش جائے ہیں ہم کیا ہے

سخن میں خاتمہ غالب کی آگش افشانی
 یقین ہر دم کو بھی یقین اب اس میں ہم کیا ہے

اے یقین و یقین پر جو اراطہ ہر ذی بچہ پرست ہے
 باغ پاکر خفتانی تیرے لڑنا جو تھے

جو ہر تیغ بے سر چترمہ دیکر معلوم	۱۰	ہوں میں وہ سبزہ کہ نہ ہر آب گاتا ہے بچے
مردھا جو تماشائے شکست دل ہے	۱۱	آئینہ خانہ میں کوئی لیے جاتا ہے بچے
نالہ سیرایہ یک عالم و عالم کف خاک	۱۲	آسمان بھینہ قمری نظر آتا ہے بچے
زندگی میں تو وہ محفل سے اٹھائیتے تھے		دیکھوں اب مر گئے پر کون اٹھاتا ہے بچے

۱۳ مطلب یہ ہے کہ صلیح جو ہر تیغ کی غمزدگوار کو نہر آب میں بچھالے سے ہوتی ہو اسی طو پر میری مرشت غم غصے سے ہے۔ ۱۲

۱۴ حصول مردعاسے دل ٹوٹ گیا تو مرد عادل کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں کا تماشہ دیکھ رہا ہو۔ دل آئینہ بھانجنا ہے تو تلو بہت آئینے پیدا ہو گئے اور آئینہ خانہ میں گیا (مولوی علی حیدر صاحب)

۱۵ قمری کا رنگ خاکی ہوتا ہو اس لیے آسمان کو یہ قمری کہا جس میں ایک مشت خاک کے سوا (یعنی عالم کے سوا) جسے الرحمن بھی کہتے ہیں اور کچھ نہیں ہو۔ ۱۲

رو نہ ہی ہوئی ہو کو کسبہ شہر یار کی		اتراے کیون خاک سہرہ گنڈار کی
جبا سے دیکھنے کے لیے آئین بادشاہ		لوگوں میں کیوں نمود نہ ہولا زار کی
بھوکے نہیں ہیں سیرنگستان کے ہنرے		کیونکر نہ کھائے کہ ہوا ہے سہار کی
ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش چم بھلے		بہت بھلے کے راز ہیں لیکن بھر بھی کم بھلے
ڈرے کیوں بیل قائل کیا رہیگا اسکی گردن		وہ خون جو چترمہ سے عمر بھر یوں مبدم بھلے
سکھنا خلد سے کام کا سنتے آئے ہیں لیکن		بہت آبرم ہو کر کے کوچے سے ہم بھلے
بھرم کھل جائے ظالم تیری قامت کی دہائی کا		اگلے طرہ پروج و غم کا بیج و حشم بھلے
مگر کھوے کوئی اُنکو خطو ہم سے کھوئے	۱۰	ہوئی صبح اور گھر سے کان پر رکھ کر قلم بھلے
ہوئی اس درد میں خوب بھ سوزا آسانی		پھر آیا وہ زمانہ جو جہاں جام جسم بھلے
ہوئی جن سے توقع شنگ کی داد پائے کی		وہ ہم سے بھی زیادہ خستہ تیغ ستر بھلے
محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا		اُسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کا فرزند بھلے

کہاں بیچالے کا دروازہ غائب کہاں اعظا
پراتنا جانتے ہیں کل نہ جاتا تھا کہ ہم بھلے

۱۰ مگر لکھوائے کوئی اس کو خط تو ہم سے لکھوائے اور ہم اس کا مضمون معلوم کر لین کہ لوگ اسے کیا لکھواتے ہیں۔ ۱۲۔

کوہ کے ہون بار خاطر گر صدا ہو جائے	۱۱۔	بے تکلف اسے شرارت جتہ کیا ہو جائے
بیضہ آساننگ بال پر ہے کیچ نفیس		اور سر نو زندگی ہو گر رہا ہو جائے

۱۲۔ شرارت سے پوچھتا ہو کہ اگر ہم صدا ہو جائیں گے تو بھی "کوہ کے بار خاطر ہو گئے" پھر ہم کو کیا ہو جانا چاہیئے اور اس لئے سوال سے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہو کہ میں بھی شر کے استبداد تکلف ہم بھر میں حل بھیج کر فنا ہو جانا چاہتا ہوں۔ ۱۲۔ صدا کہ کوہ کے بار خاطر ہونا اس طرح نہ نکلتا ہو کہ آواز پہاڑ سے نکل کر اوس چلی آتی ہے پہلے مصرعے میں ہون کے ساتھ "ہو جائے" درست نہیں ہے۔ ۱۲۔

مستی بہ فرق غفلت ساقی ہلاک ہے	۱۱۔	موج شرب یک شرہ خوانباک ہے
جس زخم تیغ ناز نہیں دل ہن کر دو		جس خیال بھی مے اہل تیغ سے چاک ہے

۱۲۔ جوش جنون سے کچھ نظر آتا نہیں اسے صحرا ہارمی آنکھ میں یکساں شاک ہے

۱۱۔ موج شرب کو پیش ساغر کی شرہ خواب آلود قرار دیا اور اس کی خوانباکی کا سبب بتایا کہ مستی شرب کو بھی ساقی کی ادائے تغافل نے مستائے خود بنا رکھا ہے۔ ۱۲۔

۱۲۔ "کچھ نظر آتا نہیں" یعنی بہر حقیقت نظر آتا ہے۔ ۱۲۔

لب عیسیٰ کی جنبش کرتی ہو گویا وہ جنبانی	۱۱۔	لبا مسکشہ لعل بہار کا خواب منگیں ہے
آبر سیلاب طوفان صدمے آب ہے	۱۲۔	نقش پا جو گان میں کھتا ہوا گلی ہے
بزم سے وحشت کہتے گس کی شیم مست کا	۱۳۔	شیشے میں نہیں پرتی نہان پرچہ بادہ

۱۱۔ لب عیسیٰ کی جنبش سے مراد ہے جسے آئینہ میں لیکن لب لعل بہار کے کشون کی نیل شمشاد گس ہے کاسے بجائے زخم ہونے کے اُن کی غفلت اور بھی طرہتی جاتی ہے۔ ۱۲۔

۱۲۔ نقش پا جو گان میں کھتا ہوا گلی ہے بادہ نے گویا شہ طوفانی کو جوہر سے جا دہ نے گان میں انگلی ہائے می ہے۔

۱۳۔ بزم سے اس کی چشم مست کے اثر سے یکسر وحشت کر دیں گلی ہو زبان کی ہر چیز سے وحشت داہیے

مثلاً شیشے میں بصورت موج یادہ گویا ہنص بری چہان ہو موج یادہ کو ہنص بری سے مشابہ کر کے اس کی
وحشت کا اظہار کیا ہو ۱۲

ہون میں بھی تماشا الی نیز نگ متنا ۱۳
۱۴ یعنی میں تمنا اس لیے نہیں کرتا ہوں کہ نہ پڑی ہو بلکہ جس اس غرض سے کہ کچھ اور اس میں کیا
کیفیت ہے۔

سیاہی جیسے گرجا ہے دم خیر کا غدر
موسیٰ قہر میں یوں تصویر پر شیشے کے آئینہ کی
ہجوم نالہ حیرت عاجز عرض ایک افغان ہے ۱۵
خوشی ریشہ ہندوستان خوش زبان ہے
مکلف بر طعن ہو جانستان تر لطف غبران
ہوئی یہ کثرت غم سے تلف کیفیت شادی
کہ صبح عید عجیب کو بد تر از چاک گریبان ہے
دل دین نقد لاساقی سے گرو کیا چاہے ۱۶
کہ اس بازار میں ساغر شمع دستگردان ہے
غم آغوش بلاین پرورش تیا ہے عاشق کو ۱۷
چرخ روشن اپنا تسلیم صرصر کامران ہے

۱۸ حیرت عاجز یعنی عاجز حیرت۔ ہجوم نالہ حیرت سے عاجز ہو کر حیرت کی وجہ سے آہ و فغان ممکن ہو
چنانچہ خوشی جولا زم حیرت ہو اس عجز کا اظہار کر رہی ہے۔ ۱۹ خنص زبان ہونے سے اظہار عجز مراد ہے
اور ریشہ ہندوستان اس لحاظ سے آیا ہو کہ ہندوستان کی بھی بعینہ یہی حالت ہوتی ہے کہ باوجودیکہ اس سے
ہزاروں بالسلیمان بن سکتی ہیں اور اس لیے اس کو لاکھوں ناہا سے ناکشیدہ کا معجز کر سکتے ہیں لیکن
جو صورت ظاہر ریشہ سے ہندوستان پر جس ہونے ہیں اور خوشی ہندوستان خنص زبان نظر آتی ہو۔
۲۰ شمع دستگردان نقد یہاں کرتی ہو ۱۲ ساغر کے لیے دست گردان کا لفظ خوب ہے۔

۲۱ قلم صرصر کامران ہو یعنی آغوش بلاین تربیت پاتا ہو ۱۲ جس طرح کامران کی پرورش
سمندر میں ہوتی ہے۔

خوشیوں میں تماشا ادا نکلتی ہے ۱
۲ نگاہ دل سے سے سر سا نکلتی ہے
۳ شاد رنگی خلوت سے بتی ہے شبنم
۴ صبا جو غنچے کے پر ہے میں جا نکلتی ہے
۵ نہ پوچھ سیتے عاشق سے آب تیغ نگاہ
۶ کہ زخم روزگار در سے ہو ا نکلتی ہے
۷ تاشا ادا یعنی انداز تاشا دکھانے والی یہاں تاشا ادا نگاہ کی صفت ہو سر رکھا لینے سے

چونکہ آواز میٹھ جاتی ہے اس لیے غمر نے کونسا موشی سے ایک قسم کا تعلق بھی کرنا چاہا تھا وہ یار کی نسبت کہا
 کہ وہ اس کے دل ہی سے برنباے خاموشی سرسراؤد ہو کر نکلتی ہو۔ ۱۲ واسطہ علم۔

۱۱ غم کے کوئی غلطی کے نشان سے پریشان آ جانا ہو اسی کا نام شبنم ہو۔ ۱۲
 ۱۳ جس دروازے سے بچھا نکلتا ہو اس میں رونق کھو بلکہ تنگی گاہ نے غم وال دیا ہو اور غم
 پھر اگر حسین سے ہو نکلتی ہو چہ سینہ عاشق کی کیا حقیقت ہو جس غم سے ہوا نکلتے اور اس نے
 لگے وہ ضرور ملک ہوتا ہو درخ مووی علی خاں صاحب

۱۱	جس کا نسیم شاہ کنش نوافت یار ہے	۱۱	نافہ دماغ آہو و نہت تیار ہے
۱۲	کس کا سرخ جلوہ لب چہرے کو بے خور ہے	۱۲	آئینہ فرش شش جہت انتظار ہے
۱۳	بے ذرہ ذرہ تنگی جیسے غبار شوق	۱۳	گرد ام ہے دست صحرانہ کار ہے
۱۴	دل مدنی و دیرہ بنا مدعا علیہ	۱۴	انظار سے کا مقدمہ پھر و بجا ہے
۱۵	چٹو کے ہے شبنم آئینہ برگ گل بکرب	۱۵	اے عنایت وقت مداع بہار ہے
۱۶	تجی آٹری ہے دھو دلا رکھی تھی	۱۶	وہ آئے یا نہ آئے یہ ان انتظار ہے
۱۷	بے پردہ سوئے ادی بخون گذر کر	۱۷	ہر ذرے کے نقاب میں دل پیرا ہے
۱۸	اے عنایت یک کف غم کرکشان	۱۸	طوفان آمد آمد فصل بہار ہے
۱۹	دل است گوا خبر سے ہی سے ہی	۱۹	اے بے دماغ آئینہ تماشا دار ہے

۱۱ غفلت کفیل عمر و اسد رضا سن نشا ط
 ۱۲ لے مرگ ناگمان تجھے کیا انتظار ہے

۱۱ نسیم سے بڑے زلف لیکر آہوت تار کا دغ نافہ بن گیا ہو۔ ۱۲
 ۱۳ دیار انتظار میں ہر طوفانے کا فرش کس کے لیے کیا گیا ہو یعنی حیرت کو کسے جلوسے کا انتظار ہو۔
 ۱۴ تنگی جاگڑے سے غبار شوق پسکرا اور بھی ذرہ ذرہ ہو گیا ہو یہ درست پھیل کر دامن جاہلین کے اور
 دست صحرانہ اس کام کا شمار ہوگی یعنی وہ رام تمام صحرانہ چھپا جائے گا۔ ۱۵
 ۱۶ اے غم کوئی نہ ایک سم کہ آئینے پر اپنی چھڑکتے ہیں تاکہ سادہ حیرت واپس آئے۔
 ۱۷ غفلت کی یہ حالت تھی کہ کبھی غم نہ ہونے کا خیال ہی نہیں آتا اور پھر یقین کر چہ شہر عشق و عشرت ہو

میں گدھے کے پس جیسا کہانی تیار تھی یہ سب وجود ہیں پھر اب کمال مان کو سن کر

آئینہ کیوں نہ دوں کہ قاتل اکبرین سے	ایسا گمان سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں ہے
حسرت نے لارکھا تری بزم خیال میں	گلہ مستہ نگاہ، سویر اکبرین سے
پھونکا ہے کس نے گوشِ محبت میں اے خدا	افسونِ انتظار، تنہا کہیں ہے
سر پرچم درِ عنبر میں سے ڈالے	وہ ایک مشت خاک کہ صبح اکبرین سے
ہے چشمِ تری حسرتِ دیدار سے زمان	شوقِ عنان کیخستہ دریا کہیں سے
درکار ہے شگفتن نگہاے عیش کو	صبح ہمارا شہید مینا کہیں سے

غالب جُرا نہ مان جو داغِ بڑا کے

ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں سے

۱۔ حسرت نے تری بزم خیال میں (میر نے ل میں) ایک گلہ مستہ نگاہ لاکھا جس کو سب سویر کہتے ہیں مطلب یہ کہ سویرا گویا حسرت بھی نگاہوں کا ایک گلہ مستہ ہے۔ ۱۲۔
۲۔ نگہاے عیش کہنے کے لیے پندہ مینا صبح ہمارا کا کام دیتا ہے پندہ کو سپید صبح سے مشابہ کیا ہے۔ ۱۳۔

شبنم بہ گل لالہ نہ خالی زاد ہے	داغِ دل بے دردِ نظر نگاہ حیا ہے
دلِ خون گشہ کاشِ حسرت دیدار	آئینہ بدستِ بدستِ حسرت ہے
شعلے سے نہ ہوتی ہوسِ شعلہ نے جو کی	جی کس قدر رانہ رانہ کی دل پہ جلا ہے
متال میں تیری ہو وہ شوخی کہ بسدِ ذوق	آئینہ باندا ز گلِ آغوشِ کشا ہے
قمری کت خاکستر و بلب قفسِ رنگ	اے نالہ نشانِ جگر سوختہ کیا ہے
خونے تری افسردہ کیا وحشتِ دل کو	بغضِ قی رہے جو صدا کی تلسیرِ نیا ہے
مجبوری و دعوائے گردناری الفت	دستِ رنگِ آمدِ بیان و شہادت ہے
معلوم ہوا حالِ شہیدانِ گزشتہ	تین ستم آئینہ تصویرِ نیا ہے
اے پر تو خورشیدِ جہان تاب ادھر بھی	سائے کی طرح ہم عجیبِ نیت پڑا ہے
ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی بے داد	یارِ باگرانِ کودہ گناہوں کی سزا ہے
بیگانگی خلق سے بیدل ہو غالب	کوئی نہیں تیرا قومی جانِ خدا ہے

۱۱۔ گل لال پر شہنشاہ کے قطرے نہیں بلکہ عرق مشرم ہو۔ لالے کو شرم اس بات کی ہے کہ اس کے دل میں داغ تو ہو لیکن درد نہیں ہو۔ ۱۲۔ نہیب عشق میں داغ بے درد کا موجب شرم ہوتا ہے۔

۱۳۔ دل اور آئینے کی رسائی رحمت کا مقابلہ کرنا ہو ایک ہمارا دل ہو جو "خون شد کہ شکمش حسرت دیدار" ہے اور ایک آئینہ ہو جو اس رحمت پرست حنا کے ہاتھ میں ہے۔ ۱۴۔ یا یہ کہ دل حسرت دیدار میں خون ہو کہ بصورت حنا کے ہاتھ میں آئینہ بن گیا ہو۔ ۱۵۔

۱۶۔ ہنس رنگی دل پر جو اس قدر حلاوت کہ سوزش دل سے بھی تانا نہ جلتا پس گویا شعلے سے نوقی والا۔ ۱۷۔ تیری تصویر میں کل قدر شوخی و فحش ہے کہ آئینہ اس کے لیے کے لیے گل کے امتداد خوش کھولے ہوئے ہے۔ ۱۸۔

۱۹۔ جگر سوختہ کا کوئی نشان سولے نالے کے باقی نہیں ہو۔ پہلا مصرعہ بطور تہید لکھا ہے کہ جس طرح قمری عشق سرور میں ایک کت خاکستر اور بل عشق گل میں صرت رنگ ہی رنگ ہوتا جاتی ہو اسی طرح ہمارے جگر سوختہ کا کوئی نشان بجز نالے کے باقی نہیں رہا ہو۔ ۲۰۔ نفس یعنی سب

۲۱۔ بے حوصلگی یہ کہ ہانا جو شوق اور وحشت محبوب کو گوارا نہیں ہو حالانکہ مستحق کا اقتضایہ تھا کہ وہ ان باتوں کو پسند کرنا۔ ۲۲۔

۲۳۔ مصرعہ ثانی مصرعہ اول کی مثال ہے مطلب یہ ہے کہ بحالت مجبوری دعوے محبت ایسا ہی جیسے کسی کا ہاتھ پھر کے نیچے دبا ہوا اور ٹکل نہ سکتا ہو لیکن کہنے کو یہ ہو جائے کہ بیان و فنا یا با جا رہا ہے۔ ۲۴۔ شہ نفع ستم کو ایک آئینہ تصویر بنا قرار دیا جس میں شہیدان گذشتہ پر جو کچھ جو رستم گذر گیا ہے اس کی تصویر پر عین نظر ہو جاتی ہو۔ ۲۵۔

۲۶۔ جو گناہ ہم سے سرزد ہوئے ہیں ان کی بابت اگر ہم کو نرا دی جاتی ہے تو گناہ بے عہد قدرت ہم نہیں کر سکتے اور جن کی حسرت دل میں رہ گئی ان کی داد دیکھیں ملنا چاہیے۔ داد دیکھ ان ناکردہ گناہوں کے کرنے کی قدرت بھی عطا ہو۔ ۲۷۔

<p>۲۸۔ رحمت کھلی تیرے قد و رخ سے ظہور کی یرتی ہے آکھ تیرے شہیدان چہ کی کین بات ہے تھادی شہر ب تھو۔</p>	<p>۲۹۔ شہ منظور کھتی یہ شکل تجلی کو لہ کی کے ان چکان آئین میں اکروان کو وا عطا نہ تم پر نہ کسی کو پلا سکو</p>
--	---

۱۷	اوتا ہے مجھے مشرقین قافلہ کہ یوں اٹھا آمد ہوسار کی ہے جو بیل ہے نغمہ سنج گودان نہیں پان کے کھالے تھے تو ہین کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر	۱۸	گویا ابھی سستی نہیں آواز صور کی اڑتی سی اس کی خبر ہے زبانی طیر کی کچھ سے ان بتوں کو بھی نسبت ہو جو رکی آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کہ وہ طور کی کی جس سے بات اس نے نکالتی غور کی
----	--	----	--

غالب اگر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں
جج کا ثواب نذر کردن کا حضور کی

۱۹

تجلی تو کو اپنے اندھا کے بے تیری شکل نظر تھی تیری شکل میں ظاہر ہونا چاہتی تھی تیرے درخ
سے ظہور کی قیمت کھلی کتاب ان میں تجلی نور ظاہر ہوئی - ۱۲

۲۰

۱۳

۲۱	عم کھانے میں بود ا دل نا کام ہریش کشتے ہوئے ساتی سے جیا آتی ہو ورنہ نے تیرکان میں ہے نہ صیاد کہیں میں کیا زہر کو مالون کہ نہ ہو گرہ باری ہیں اہل خرد کس پر تیر خاص پہ نازان از نرم جو پہچنود مجھے کیا طوق حرم سے سے تیرا کب بھی نہ بنے بات کہ ان کو خون ہو کے جگر آنکھ سے پیکر نہایت مرگ	۲۲	تے کج کہ کم ہے نے گلغام بہت ہے ہے یوں کہ منجھے درود تہ جام بہت ہے گوشے میں قفس کے منجھے آرام بہت ہے پاداش عی کی طبع خام بہت ہے پابستگی رسم درہ عام بہت ہے آلودہ ہے جامہ احرام بہت ہے انکار نہیں اور منجھے ابرام بہت ہے بہتے ہے مجھ بان کہ ابھی کام بہت ہے
----	---	----	--

ہو گا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے

شاعر تودہ اچھا ہے پر بدنام بہت ہے

۲۳

۱۴

۲۴	مرت ہوئی ہے بار کو جہان کیسے ہے کرتا ہوں جمع پیرنگیر محنت کو	۲۵	جوش قدح سے بزم چراغان کیسے ہوئے عرصہ ہوا ہے غوث نہنگان کیسے ہوئے
----	---	----	---

پھر وضع احتیاط سے رکھ لگا ہے دم	برسوں ہوئے ہیں چاک گر زبان کیے ہوئے
پھر گرم نالہ سے شراب سے نفس	مدت ہوئی ہے سیر حیران کیے ہوئے
پھر پست جرات دل کو چلا عشق	سا مان صدر ہزار نگے ان کیے ہوئے
پھر بھر رہا ہوں خاصہ ترکان بخون دل	ساز چین طرازی دامان کیے ہوئے
یا ہم دگر ہوئے ہیں دل دہیدہ پھر رقیب	نظارہ و خیال کا سامان کیے ہوئے
دل پھر طواف کوئے ملاست کوئے ہے	پندار کا عنق کدہ دیران کیے ہوئے
پھر شوق کر رہا ہے خربار کی طلب	عرض متاع عقل دل جان کیے ہوئے
دوڑے ہے پھر ایک گل لالہ پرنیال	صد گلستان نگاہ کا سامان کیے ہوئے
پھر جا ہتا ہوں نامہ دلدار کھولتا	جان نذر دلفریبی عنوان کیے ہوئے
مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس	زلف سیاہ فرخ پریشان کیے ہوئے
چاہے ہے پھر کسی کو فاصل میں آرزو	سرے سے تیر دشتہ ترکان کیے ہوئے
اک تو بہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ	چہرہ فروغ سے گلستان کیے ہوئے
پھر جی میں ہے کہ درپہ کسی کے پڑے ہیں	سر نیر بار مست دربان کیے ہوئے
جی ڈھونڈھتا ہر پھر وہی فرصت گزارتا	نیٹھے رہیں تصور جانان کیے ہوئے

غالب ہیں نہ چھوڑ کر پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیہ طوفان کیے ہوئے

۱۱ یعنی شراب روشن کا ہر ایک جام گویا چرخ تھا ۱۲
 ۱۳ یعنی عشق پھر زخم دل پر تک چھڑکنے چلا ۱۴
 ۱۵ ترکان کا قلم ہے اور خون دل کی دوستانی جس سے صفحہ دامن پر گل کاریاں ہونگی ۱۶
 ۱۷ چنداں بھی خود داری یعنی خودی کو ترک کر کے اب دل پھر کوئے ملاست کو جائے ہو ۱۸
 ۱۹ نوید امن ہے بیدار مست جان کے لیے
 ۲۰ بلا سے گرفتہ یار تشہ خون ہے
 ۲۱ وہ نرند ہم ہیں کہیں دوستاس خلق نے خضر
 ۲۲ ہے نہ طرز ستم کوئی آسمان کے لیے
 ۲۳ لکھوں کہ اپنی بھی فرمان خون نشان کے لیے
 ۲۴ نہ کہ چور ہے عمر جاودان کے لیے

رہا بلا میں بھی میں مبتلا ہے آفت لشک
 نکاشتا در رکھ اس سے بھیجے کہ میں ہی نہیں
 مثال یہ مری کو شمش کی ہو کر مرغ امیر
 گرد سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت کے لئے
 نقد رشوق نہیں فرات سنگنہ غزل
 دیا ہے خلق کو بھی تا اسے نظر نہ لگے
 زبان پہ بار خدا یا یہ کس کا نام آیا
 نصیر دولت دین اور معین ملت ملک
 زمانہ عہد میں اس کے ہے عہد ادائش
 ورق تلام ہوا اور مرج باقی ہے

بلا ہے جان ہوا دینری اک جہان کے لئے
 دراز دوستی قاتل کے امتحان کے لئے
 کرے نفس میں فراہم خس آشیان کے لئے
 اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسبان کے لئے
 کچھ اور چاہیے وسعت کے بیان کے لئے
 بننا ہے عیش محل حسین خان کے لئے
 کہ مری لطف نے ہوئے مری نہ بان کے لئے
 بننا ہے حرج بریں جبکے آستان کے لئے
 بنیں گے اور ستائے آب آسمان کے لئے
 سفینہ چاہیے اس بکربے کران کے لئے

اور اسے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سہرا

صبر سے عام ہے یا ران نکستہ ران کے لیے

۱۰۔ پیداوہ دست نے کوئی اسم آسمان کے لیے باقی نہیں رکھا اس لیے اب جان چوڑا سماں

یہ خوف ہو گئی ہے ۱۱

۱۲۔ رشک اس بات کا کہ ادائیری بلاسی لیکن نہ دوسروں کے لیے بٹے جان بھی کیوں ہو۔

سہ یعنی پہلے وہ گدا بچہ کے خاموش تھا لیکن میری خوشام آتی تو میں اس کے قدموں پر گر پڑا

جس سے وہ غم کو جان گیا اور مجھے اپنے زہر ورنہ رہنے دیا۔ ۱۲

۱۷۔ تھل حسین خان کے نام میں تھل کی رعایت سے کہا کہ اس کے لئے میں ایک عالم آرائش میں مصروف ہو رہا ہوں۔

عجب ہے کہ زہرہ دمشتری کی طرح آسمان کے لیے اور ستارے بھی بن جائیں۔ ۱۲۔ فقط۔

Shahbaz
Khan
Z. Ahmad Khan
Bolin-Bila

آغاز قصائد

قصید اول

در منقبت

ساز یک ذره نہیں فیض چین سے بیکار	۱۰	سایہ لالہ بے داغ سودا کے ہمار	۱۰
مستی باد صبا سے ہے بے مرض سبزو	۱۱	ریزہ شیشہ سے جو ہر تیغ کسار	۱۱
سبز ہے جام زود کی طرح داغ پلنگ	۱۲	تازہ ہے ریشہ نارنج صفت سے شرار	۱۲
مستی ابر سے گھپین طرب ہے حسرت	۱۳	کہ اس آغوش میں ممکن ہو دو عالم کا شمار	۱۳
کوہ چوچرا ہم سے مغربی شوق لعل	۱۴	راہ خوابیدہ ہوئی خندہ گل سے بیدار	۱۴
سوئی ہے فیض ہوا صورت فرکان تیر	۱۵	سر نوشت دو جهان ابریک سطر عیار	۱۵
کاشاکر پیکے ناخن تو بانداز ہلال	۱۶	قوت نامیاس کو بھی نہ چھوڑے بیکار	۱۶
کہت ہر خاک بہ گردن شدہ تری پراز	۱۷	دام ہر کا غذا آتش دہ طاؤس شکار	۱۷
سیکدے میں ہو اگر آنسوے گل جیتی	۱۸	بھول جا یک تیج بادہ یہ طاق گلزار	۱۸
موج گل ڈھونڈو تجلوت کدہ غنچہ لعل	۱۹	گم کرے گوشتہ امیجانہ میں گرتو دستار	۱۹
کھینچے گرامی اندیشہ چین کی تصویر	۲۰	سبزہ مثل خط نوخیز ہو خط پر کار	۲۰
لعل سے کی ہے زعفرانہ دھت شاد	۲۱	طوطی صبرہ کسار نے سپہ انصار	۲۱
وہ شمشاد کہ جس کی ہے تعمیر سرا	۲۲	چشم جبریل ہوئی غالب خشت دیوار	۲۲
فلک العرش جویم خم خوش مزدور	۲۳	رشتہ فیض ازل ساز طرب ہمار	۲۳
سبزہ نہ چین دیک خط پشت لب بام	۲۴	دست ہمت صدارت یک اوج حصار	۲۴
دان کی خاشاک سے حامل ہوئے پیکار	۲۵	دہ رجبہ مرد جوان پری سے بزار	۲۵
خاک مہرے جفت جوہر سرور	۲۶	چشم نقش قدم آئینہ بخت بیدار	۲۶

ذره اس گرد کا جو رشید کو آئینہ ناز	۷۱	گرد اس دشت کی امید کو احرام ہزار
آفرینش کو ہے دان سے طلبی تھی ناز	۷۲	عرض خمیازہ ایجا دیو ہر موج غبار

مطلع ثانی

فیض سے تیرے ہے اسے شمع شبستان ہزار	۷۳	دل پروانہ چراغان پر بلبل نگر ہزار
شکل طاووس کرے آئینہ خانہ پرواز	۷۴	ذوق میں جلوے کے تیرے بھلے دیدار
تیری اولاد کے غم سے ہے برفے گردون	۷۵	سکنا اختر میں مہ فوثرہ گو ہر بار
ہم عبادت کو ترا کشت قدم نہ ہزار	۷۶	ہم ریاضت کو ترے حوصلے سے تنہا ہزار
دج میں تیری نہان نہ مرنے نعت نبی	۷۷	جام سے تیرے عیان بادہ جوش اسرار
جو ہر دست دعا آئینہ یعنی تاثیر	۷۸	ایک طرف نازش مرکان و دگر سو غم خار
مردمک سے ہو غزا خانہ اقبال بگھا	۷۹	خاک و کی تیری جو چشم ہو آئینہ دار
دشمن آل نبی کو بطرب خانہ دھم	۸۰	عرض خمیازہ سیلاب ہو طاق دیوار

دیدہ تا دل اسد آئینہ یک پر تو شوق

فیض معنی سے غلط سا غرور اقم سرشار

۷۱ کہتا ہے کہ فیض چین سے چین کا ایک ذرہ بھی بیکار نہیں ہو جاتی کرا لے کا سا کھینچ کر لیا جائے کہ
دل کا سودا ہو۔ بے کار نہیں ہو ۱۲

۷۲ کہتا کہ تیغ قرار دیا اور سبزہ کسار کو جو ہر تیغ چھراں جو ہر تیغ کی تیزی کی قبیحہ طرح کی گراہ صبا
کی مستی کے اثر سے سبزہ گویا ریزہ میٹھے سے بن گیا ہو ۱۲۔ لطف یہ ہے کہ قلعہ کوہ کو تیغ کوہ کہتے
بھی ہیں۔

۷۳ تاثیر ہزار کا ذکر کرتا ہے کہ چیتے کے سیاہ داغ عام زردی کے مانند سبز ہو گئے ہیں اور زردی کے سیاہ داغ
کی طرح نازہ ہو گیا ہو ۱۲

۷۴ کہتا ہے کہ مستی اور حسرت بھی طلب اندوز ہو رہی ہے یعنی اس لیے کہ اس کیفیت میں غم کے عالم کا
فراموش ہو جانا ممکن ہے۔

۵۵ مابین جو گویا سونے پر بنی تھیں یعنی جن پر کی گز رہا تھا اب نہ چوہوں کے چٹکنے اور کھلنے سے
گویا بیدار ہو گئی ہیں اور کثرت گل کی بنا پر کوہ و صحرا جبلوں کے هجوم شوق سے مہو ہیں۔

۵۶ جس طرح شہر کی ہر کان خاک آلودہ سے مٹوں دریا سے اشک جاری ہوتا ہے اسی طرح فیض ہوتا
آج کل آسان پر جوڑا سا بھی اختیار نظر آتا ہے اس میں ہر کفر کی سی قابلیت بارش ہوتی ہے۔ ۱۲

۵۷ قوت نمینہ کا یہ اثر ہے کہ اگر تاج کاٹ کر پھینکا جائے تو وہ ہلال کی طرح بڑھ کر بد ہو جائے۔ ۱۳

۵۸ کہتا ہے کہ ہمارے گویا ہر شے میں جان ڈالی گئی ہے ہر کھٹ خاک قمری بن گئی ہے اور ہر کاغذ
آتش زدہ کا دام طاؤس کا شکار کرتا ہو جیسی خود بصورت طاؤس ہو جاتا ہے۔ "بگردن شدہ" خاک
کی صفت ہے اس کو قمری کہا کیونکہ اس کا رنگ بھی خاکی ہوتا ہے و کاغذ کو آگ دکھانے سے اس میں بہت سے
نقطہ ہاے روشن پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ دام طاؤس سے مشابہ ہو جاتا ہے۔

۵۹ اگر جھگو میکے میں گل چینی کی آرزو ہو تو طاق گلزار میں ایک قلع شرب کا رکھ کر بھول جائے تو قلع
بہار کے اثر سے اس ایک قلع کے ہزار دن قلع ہو جائیں گے اور گلزار میں میکہ پیدا ہو جائیگا۔ ۱۴

۶۰ سنہ یعنی ہوا سے ہمارے تاثیر گوشہ بیجا و کوغچہ بلوغ خلوت کدہ یعنی گوشہ باغ اور دستار کو
موج گل بنائے گی۔ ۱۵

۶۱ سنہ کو ہمارے کو طوطی اور چار دن سے جو لعل نکلتا ہے اس کو نقا طوطی قرار دے کر کہتا ہے کہ
طوطی شمع نقا تیرے ہی رحمت سرائی کے لیے پیدا ہوئی ہے۔

۶۲ اس قصر کی تعمیر کے لیے عرش گویا دوش مزدور کا غم ہے اور رشتہ فیض ازل گویا سما کی ڈوری ہے
جس سے وہ دیوار کی کچی درستی کا اندازہ کرتا ہے۔ ۱۶

۶۳ یعنی حمد و تحسین کی پشت بام کا ایک خطا سنہ نہ چین کے برابر ہے اور اس کا حصار غارتوں کی ہمت
برابر بلند ہے سنہ چین ہمارے آسمانوں سے ہوا در حریف طفت دونوں مصرعین میں اس بات کے لیے ہے۔

۶۴ بجاات زیارت بخت صحرائے بخت کی خاک طوفان کی ہے کراہہ ہوتی ہے اور اس خاک پر جو نقش قدم
پیدا ہوتے ہیں وہ گویا آئینہ ہوتے ہیں چین بخت بیدار کی صورت نظر آتی ہے۔ ۱۷

۶۵ اگر بخت کا ہر ذرہ آئینہ کے لیے آئینہ ناز ہے اور دشت بخت کی گرد و سبب بخت کی وجہ سے امید
کے لیے فضل بہار کا جامہ حرام ہے۔ ۱۸

شلف ایجاد کو اس خاک پاک کی آفرینش پر ناز ہو پس بخت کی جرح مع عباد گویا آفرینش و ایجاد کی انگڑائی ہو جسکے ذریعہ وہ بہ زبان حال یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کو اس شراب خمر و ناز (یعنی ناز ایجاد بخت) کی پھر خواہش ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس سر زمین کو پیدا کر کے آفرینش کو بار بار ناز ہوتا ہو۔ ۱۲

۱۱۔ تیرے فیض نے پرنے کے دل کو چراغان در لیل کے پردن کو گلزار بنادیا ہو۔ یعنی ہر ایک کے مقاصد حاصل ہو گئے ہیں ۱۲

۱۲۔ یعنی آئینہ خانہ تیرے جلوے کے ذوق اور تیرے دیدار کی خواہش میں مثل طائوس پر داز کرنا ہو۔ ۱۲

۱۳۔ حسین علیہا السلام کے غم میں مرنو کو قرہ اور تارون کو ملک لشک قرار دیا۔ ۱۳
۱۴۔ تیرا نقش پادشاہت کے لیے سجدہ گاہ ہو اور ریاضت کو تیرے جوصلے کی مثال سے قبولیت حاصل ہوتی ہو۔ ۱۴

۱۵۔ دست دعا کو آئینہ اور تاثیر کو اس آئینے کا جوہر قرار دے کر کہتا ہو کہ یہ تاثیر دعا مفرگان خون کے لیٹھائے نازش ہو اور غار صرت کے لیے موجب ملال مطلب یہ ہو کہ تیری دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے اور اس لیے اس کی تاثیر مفرگان کے لیے (جو قبولیت دعا کے لیے خون نشان رہتی ہے) باعث ناز اور غار غم کے لیے موجب ملال ہے۔

۱۶۔ جو آنکھ تیرے خاک در کی آئینہ دار نمودہ اقبال نگاہ کا عراخانہ ہو جسے ۱۲۔ اقبال نگاہ ہے بخت مند کی کامیابی نگاہ مراد ہو مطلب یہ ہو کہ اس آنکھ کو کبھی کا سنگاری نگاہ نصیب نہ ہو۔ مردک چشم کی سیاحی کے لحاظ سے آنکھ کا عراخانہ اقبال نگاہ کہا۔ ۱۳

۱۷۔ دشمن آل نبی کے حق میں طلب غنا و دہر کا ہر طاق دیوار عرض خمیازہ سیلاب ہو جس سے یعنی کبھی اُس کو خیر نصیب نہ ہو۔ ۱۲۔ طاق میں جو خم ہوتا ہے اُس کی بنا پر اُسے خمیازہ سیلاب سے مشابہ کیا ہے۔

۱۸۔ آنکھ سے لیکر دل تک ایک ہر تو حقوق کا آئینہ ہے اور فیض معنی سے قائم حروف کا ساغر شراب جو ۱۲ یعنی میں بہت تن شوق ہوں اور فیض بخت علی سے میری حق پر ہے ہو۔ ۱۲

قصید

دہر جز جلوت یکست فی معشوق نہیں	۱۰	ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہوتا خود بین
بید لیہا سے تماشا کہ نہ عبرت ہر ذوق	۱۱	ہیکسی اسے تھا کہ نہ دنیا ہے نہ دین
ہر کہ ہے نغمہ نہ یر ویم ہستی و عدم	۱۲	نغمہ ہے آئینہ فرق جنوں و تکین
نقش معنی ہر سہر چایا زہر عرض صورت	۱۳	سخن حق ہر سہر بیانیہ ذوق و تکین
الاف دانش غلط و دفع عبادت معلوم	۱۴	درویک ساغر غفلت ہو پوچھنا و تکین
مثل مضمون تا با و بدست تسلیم	۱۵	صورت نقش قدم خاک بیزن تکین
عشق بے لیلی ششیزہ اجڑے حواس	۱۶	وصل و نگار رخ آئینہ حسن یقین
کہہ کن گرسنہ مزدور طریک و رقیب	۱۷	بے ستون آئینہ غلاب گراں شیرین
کس نے دیکھا نفس اہل تا آتش خیر	۱۸	کس نے پایا اثر نالہ دلہاے حزمین
ساح زمرہ اہل جہان ہوں لیکن	۱۹	نہ سرو برگ ستایش دماغ نفیرین
کس بندہ ہنرہ سہر ہوں کہ عیاذ اللہ	۲۰	یک تسلیم خارج آداب وقار و تکین
نقش لا حول لکھے خاتمہ ہریان تحریر	۲۱	یا علی عزمین کرے فطرت دسوس تیرین
مظہر فیض خدا جان و دل ختم سل	۲۲	قبلہ آل نبی کعبہ احباب یقین
ہو وہ سر پایہ ایجا د جہان گرم خرام	۲۳	ہر کعب خاک ہو دان گردہ تصور تیرین
جلوہ پر داز ہو نقش قدم اس کا جس جا	۲۴	وہ کعب خاک ہے ناموس و دو عالم کی بین
نسبت نام سے اس کی ہر یہ رتبہ کہ رہے	۲۵	ایرا پشت فلک خم شدہ ناز ز زمین
فیض خلق اس کا ہی شامل ہو کہ ہو تا ہو	۲۶	بوسے گل سے نفس باد صبا عطر آگین
برش تیغ کا افس کی ہے جان میں چو چا	۲۷	قطع ہو جائے نہ سر رشتہ ایجا و تکین
کفر سوز اس کا وہ جلوہ ہے کہ جس کے ڈٹے	۲۸	زنگ عاشق کی طرح رونق تجا نہ چین
جان پناہ دل جان فیض سانا شاہ	۲۹	وصی ختم رسل تو ہے بقولے یقین
جسم طہر کہ تہ ہے دوش ہر منبر	۳۰	نام نامی کو تہ ہے ناصیہ عرش تکین

کس سے ممکن ہے تیری روح بغیر از آفتاب	۱۵	شعلہ شمع گھر شمع پہ باندھے آئین
آستان پر ہے تیرے جو ہر تینہ سنگ	۱۶	رقسم بندگی حضرت جبریل امین
تیرے در کے لیے اسباب شمار آما		خاکوں کو جو خدائے دیہان دل دین
تیری روح کے لیے ہیں دل جان کام زمان		چری تسلیم کو ہیں لوح و قلم و دست حسین
کس سے ہو سکتی ہو ملاحی ممدوح خدا		کس سے ہو سکتی ہو آرایش فردوس میں
جنتس بازار معاصی اسد الدہشت		کہ سوا تیرے کوئی اسکا شہر دیرا نہیں
شوخی عرض مطالب ہیں آگستاح طلب		ہے تیرے حوصلا فضل پر از بیکہ فقیر
مے دعا کو مری نہ ترستہ احسن قبل		کہ اجابت کے ہر حرف پہ سو بار آئین
غم شبیر سے ہو سینہ بہان تکاب لہرز		کہ رہن خون جگر سے مری آنکھیں نگین
طبع کو الفت دلدل میں بہر گریز حق	۱۷	کہ جہان تک چلے اس سے قدم او شمع عین
دل الفت نسب مسینہ تو حیدر فتاح	۱۸	انکہ جلوہ پرست نفس صدق کریم

صفت اعدا اثر شعلہ دود و نور
وقت احباب گل و سبیل فردوس برین

۱۹۔ مسئلہ وحدت وجود کی بنا پر کہتا ہو کہ دنیا کی ہر شے میں جادو حق خود رہو اگر اس کو پتا جادو حق
دیکھنا منظور نہ ہوتا تو کوئی پھر ظہور میں نہ آتی۔ ۱۲

۲۰۔ تماشے یعنی نظائر کی نسبت کہتا ہو کہ وہ اس بے ولی کے ساتھ کیا گیا کہ دانش سے فوق حاصل
ہو نہ عبرت علی ہذا القیاس تنہا کی نیکی کی نسبت افسوس کرتا ہو کہ وہ نہ صرف دنیا کے متعلق ہو نہ دوزخ کے

۲۱۔ وجود باری تعالیٰ کے سوا انشاء کے وجود عدم کی نسبت باجنوں و کمین کے فرق کے متعلق گفتگو کرنا فضول ہو۔

۲۲۔ نقش یعنی گویا عرض صورت کا خمیازہ ہو اور سخن حق گویا ذوق حسین کا بیان ہو۔ ۱۳

مطلب ہے کہ جو لوگ بظاہر معنی کے دیر پہنچ رہے ہیں حقیقت اظہار صوفیہ کے خواہشمند ہیں یعنی آج کل
معنی شناسی صورت شناسی سے زیادہ نہیں ہو علی ہذا القیاس جو لوگ امر حق کے اظہار میں میناک
نظر آتے ہیں ان کا مطلب بھی صرف یہ ہوتا ہو کہ لوگ ان کی تعریف کریں۔ ۱۴

۲۳۔ معاملات دنیا میں معمولے دانش غلطی اور امور دین میں نفع عبادت کی امید فضول حقیقت ہے

کر دنیا و دین دونوں ایک ساغر غفلت کی گرد ہیں ۱۲

۱۱۔ دنیا کی جو کڑا ہر کہ یہاں تسلیم رضا سے اسی طرح کچھ قائم نہیں ہوتا جس طرح دنا سے اور زمین کو اسی طرح سے ذلت حاصل ہوتی جو جس طرح نقش قدم خاک بر ہوتا ہے ۱۲

۱۰۔ احتلال حواس کا نام عشق ہے۔ اور وصل و مکار ہے حسن نقیب کے آئینے کا یعنی اگر نقیب کا دل ہوتا تو وصل ظاہر کی ضرورت ہی نہ ہوتی ۱۲

۹۔ کو کہن کی نسبت کہتا ہے کہ اپنے رقیب غم کی عشرت گاہ کا مزدور تھا۔ یعنی کچھ نہ تھا اور کو کہن تن تقاضا شیریں کی تصویر تھا۔

۸۔ یعنی دغ و داس کے لیے یا علی کا ورد کر اور احوال کا نقش گذر ۱۲ بیان نقش سے تویذ مراد ہے شلاً ہا کا نقش ۱۱ کا نقش۔

۷۔ ایجاد کی رعایت سے کہتا ہے کہ وہ سراپا ایجاد جان خرام کو دے وہاں کی ایک شبت خاک سے کر دہ زمین بن سکتا ہے ۱۲

۶۔ ابو تراب کینت حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ عنہ بین لفظ تراب و وجود ہر جگہ سے خاک کے ہیں اور زمین کو خاک سے نسبت ہو تراب کہتا ہے کہ کسی نسبت نام کے باعث زمین کے آگے پشت خاک ہمیشہ غم رہتی ہے ۱۲

۵۔ اسکی پیش تنے کے شہرہ عام سے خود ہوتا ہے کہ زمین پر شہرہ ایجاد و آفرینش ہی نہ قطع ہو جائے ۱۲

۴۔ اس کا جلدہ ایسا کفر کا مٹانے والا ہے جس سے بت خانہ چین کی رونق رنگ عاشق کی طرح اڑ جائے رنگ لٹوٹا اور رونق کا لٹوٹا دونوں فارسی محاوروں کے ترجمے ہیں ۱۲

۳۔ دل جان فیض سانا یعنی اسے فیض رسان دل بہان۔

۲۔ یعنی خاک کے سوا اور کسی سے قریب نہیں ہو سکتی شمع کی نیلا آئینہ شمع کے سوا اور کون کر سکتا ہے

۱۔ سنگ آستان مہر کے آئینہ شہرہ دیا ہے اور اس سنگ و پیر حضرت جبریل کی جبین سانی کے جو نشان ہیں ان کو اس آئینے کا جوہر ٹھہرایا ہے ۱۲

۱۰۔ اس سے قدیم اور مجسمے زمین فارسی کا ترجمہ یعنی اس کا قدیم ہوا و میری جبین ۱۲

۹۔ "الغت نسب" دل کی صفت ہے یعنی ایسا دل جسکو الغت سے نسبت ہو علی ہذا القیاس

۸۔ یہ تو یہ تھا یعنی ایسا سپر جسکی نہ تھا توحید یعنی توحید سے مراد ہے ۱۲

قصیدہ

ہاں نہ تو سنیں ہم اس کا نام
دودن آیا ہے تو نظر دم صبح
بارے دودن کہاں ہا غائب
اڑکے جاتا کہاں کہ تار دن کا
مر حبالے سرور خاص خواص
عذر میں تین دن نہ آنے کے
اس کو بھٹولانے چاہیے کہتا
ایک میں کیا کہ سب نے جان لیا
رازد دل چھڑے کیوں چھپاتا ہے
جانتا ہوں کہ آج دنیا میں
میں نے مانا کہ تو ہر طرف گوش
جانتا ہوں کہ جانتا ہے تو
مہر تابان کو ہو تو ہوا سے ماہ
تجھ کو کیا پایہ روشناسی کا
جانتا ہوں کہ اس کے فیض سے تو
ماہ بن ماہتاب بن میں کون
میرا اپنا جدا معا ملہ ہے
ہے مجھ آرزوئے بخشش خاص
جو کہ بخشے گا تجھ کو فر فرورغ
جیکہ چودہ ہزار سال کی
تیرے پر تو سے ہوں شرف پذیر

لہ

سہ

ق

جس کو تھک کر رہا ہو سلام
یہی انداز اور یہی اندام
بندہ عاجز ہے گردش ایام
آسمان نے بچھا رکھا تھا دام
حبذا اسے نشاط عام عوام
لے کے آیا ہے عید کا پیغام
صبح ہو جائے اور آئے شام
پیر آغا ز اور ترا انجم ام
مجھ کو سمجھا ہو کیا کہین تمام
ایک ہی ہے امید گاہ انا م
غائب اس کا مگر نہیں ہو غلام
تب کہا ہو طبر زراستقام
قرب ہر روزہ برسمیل دام
جز بہ تقریب عید ماہ صیام
پھر بنا چاہتا ہے ماہ تمام
مجھ کو کیا بانٹ دے گا تو العام
اور کے کہیں دین سے کیا کام
گر تجھے ہے امید رحمت عام
کیا نہ دے گا مجھے نکل فلم
کر چکے قطع تیری سبزی کا م
کوئے و شکوے صحن و مہر دام

X

X

✓

✓

✓

✓

<p>اپنی صورت کا اک بلورین جام تو سن طبع چاہتا تھا لگام تجھ کو کس نے کہا کہ ہو بدنام غم سے جیب ہو گئی ہزیزیت حرام کہ نہ بکھینچ لہذا دشت نام اب تو باندھا ہے دیرین احرام چرخ فی لی ہو جس کے گوش داسم دل کے لینے میں جن کو تھا ابرام</p>	<p>دیکھنا میرے ہاتھ میں لیستہ پھر غزل کی روش پہ پل نکلا زہر عسہم کر چکا تھا میرا کام سے ہی پھر کیون میں پیے جاؤں بوسہ کیسا یہی غنیمت ہے کچے میں جا جائیں گے ناقوس اس قرح کا ہے دور بھیک نقد بوسہ دینے میں ان کو ہے انکار</p>
<p>چھوڑنا ہوں کمان کو غصہ آئے کیوں رکھوں در نہ غالب اپنا نام</p>	
<p>۱۱۔ ہر عینے میں چاند دو دن چھپا کرتا ہو۔ اور تیسرے روز پھر نکلا کرتا ہو۔ مثلاً اگر تھیسوین تاریخ کو چھپتا ہو تو تیسوین کو اور اگر ستائیسوین کو چھپتا ہو تو پھر تیسوین تاریخ کو نکلتا ہو چنانچہ اسی لحاظ سے اکثر لوگ رمضان کی ۲۶ اور ۲۷ تاریخ کو بوقت صبح چاند دیکھا کرتے ہیں۔ ان دونوں تاریخوں کا چاند بہت باریک ہوتا ہے۔ ۱۲۔ ۱۳۔ "تب کہا ہو بطور استفہام" یعنی بطور استفہام انکاری اس طرح پر پوچھا ہو کہ کیا غالب اس کا غلام نہیں ہے یعنی یہ چاہتا ہو کہ غالب بھی ممدوح کا غلام ہو۔ ۱۴۔ ۱۵۔ یعنی زہر عسہم سے بڑھ کر نام ہو جاتا تو فی نافع اپنے سر میرے قتل کا الزام لیا۔ ۱۶۔ ۱۷۔ یعنی اگر وہ یہ جان جائے کہ تجھ کو دشت نام میں بھی لذت ملتی ہو تو گالی دینا بھی موتوں کر دین گے۔</p>	
<p>اسے پری چہرہ بیک تیر فرام ہین مہر و مہر و زہر و دہر لم نام شاہنشہ بلند مفتاح منظر فر و الجلال والا کرام نوبہا رہد لیکہ اسلام</p>	<p>کہ چکا میں تو سب کچھ اب نہ کہہ کون ہو جسکے در پہ ناحیہ تو نہیں جانتا تو مجھ سے سن قبلہ چشم و دل بہادر شاہ شہ سوار طسریقہ انصاف</p>

جس کا ہر فعل صورت عجا
 بزم میں میزبان قیصر و جسم
 اسے والطف زندگی پسند
 چشم بدور حسرت واد شکوہ
 جان نثار دن میں تیرے قیصر روم
 وارث ملک جانتے ہیں تجھے
 زور باد میں مانتے ہیں تجھے
 مرجا موشتکا فی تاوک
 تیر کو تیرے تیر غیر ہدف
 وعدہ کا کر رہی ہے کیا دم بند
 تیرے قیل گراں جس کی صدا
 فن صورت گری میں تیرا گذر
 اس کے مضروب کے سر دتن سے
 جب انزل میں تم پذیر ہوے
 اور ان اوراق میں یہ کاک قضا
 لکھ دیا شاہد دل کو عاشق کش
 آسمان کو کہ گیا کہ کہین
 حکم ناطق لکھا گیا کہ لکھین
 آتش و آب و باد و خاک کے لی
 مسخر خشان کا نام خسرو زور
 تیسری توفیق سلطنت کو بھی
 کاتب حکم نے بموجب حکم
 ہے انزل سے روانی اختیار

ق

شہ

ق

جس کا ہر قول معنی الہام
 رزم میں او تار و ستم و سام
 اسے ترا عبد فرخی فرجام
 لوحش الدعا زناہ کلام
 جرو خواروں میں تیرے مفسد جام
 ایرج و تور و خسرو و بہرام
 گیو و گو در زد بیزن و رہام
 آفسرین آپداری مصام
 تیغ کو تیری تیغ خشم نیام
 برق کو دے رہا ہے کسا الزام
 تیرے رخسار سبب عیان کفرام
 گردہ رکھتا ہوں و شکاہ تمام
 کیون تا بان صورت ادا تمام
 صفحہ ہائے سیالی و ایام
 مجھلا مستدج ہوے احکام
 لکھ دیا عاشقوں کو دشمن کام
 لکھ دیا تیرے گرد نیلی فام
 خال کو دانہ اور زلف کو دام
 وضع سوز و غم و دم و آرام
 ماہ تابان کا نام تختہ شام
 دی بدستور صورت ارتسام
 اس رسم کو دیا طراز و دم
 ہوا بد تک رسائی انجاسام

لے پہلے مصرع میں مدوح کے تیر کی روشنی کا ذکر کرتا ہے کہ وہ تیر و دشمن کو اپنا نشانہ بناتا ہے اور
دوسرے مصرع میں آبادی تیغ کا حال لکھتا ہے کہ وہ تیغ و دشمن کو کاٹ ڈالتی ہے ۱۲۰
تیسرے شعر میں تب ہی جتنی آتش کے لیے سوز آگ کے لیے نم باد کے لیے دم اور خاک کے لیے آرام آیا ہے۔

قصیدہ

<p>صبح دم در وادہ خاور کھلا خسرو و خیم کے آیامرت میں وہ بھی مٹی اک سیما کی سی نمود ہیں کو اکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ سطح گردن پر پڑا تھا رات کو صبح آیا جانب مشرق نظر تھی نظر بندی کیا جب رجس لا کے ساتی بے صبوحی کے لیے بزم سلطانی ہوئی آراستہ تاج زرین ہر تابان سے سوا شاہ روشن دل بہادر شہ کہ ہے وہ کہ جس کی صورت نکون میں وہ کہ جس کے ناخن نادیل سے پہلے دار کا نکل آیا ہے نام روشناسوں کی جہان فرست ہی توسن شہ میں ہو وہ خوبی کہ جب نقش پاکی صورت میں دل فریب مجھ پہ قیض تربیت سے شاہ کے تھا دل وابستہ تفل بے کلید</p>	<p>مہر عالم تاب کا منظر کھلا شب کو تھا گنجینہ آگہر کھلا صبح کو رازِ مہر اختر کھلا جیتے ہیں دھوکا یہ باز گر کھلا موتیوں کا ہر طن زبور کھلا اک نگاہ آتشیں رخسار کھلا باد گل رنگ کا ساغر کھلا رکھ دیا ہے ایک جام زر کھلا کعبہ امن و امان کا در کھلا خسرو آفاق کے منہ پر کھلا رازِ مستی اس پہ سرتا سر کھلا مقصودہ خنجر و ہفت اختر کھلا عقدہ احکام سنجیب کھلا اس کے سر ہنگوں کا جب تر کھلا دان لکھا ہے چہرہ قیصر کھلا تھکان سے وہ غربت مر کھلا تو کہے بت خائے آرزو کھلا منصبِ جہر و سرور کھلا کس نے کھولا کب کھلا کیونکر کھلا</p>
--	--

لاکھ عقد و لعین تھے لیکن ہر ایک
 باغ معنی کی دکھاؤں گا ہر بار
 ہر جہان گرم غزل خونی نفس

میری صدروح سے باہر کھٹلا
 مجھ سے گر شاہ سخن گستر کھٹلا
 لوگ جانیں طبلہ اعزیر کھٹلا

غزل

کنج میں بیٹھا رہوں یوں پھر لا
 ہم پکاریں اور کھلے یوں کون ہے
 ہم کو ہے اس راز داری پر گھنٹ
 واقعی دل پر بھلا لگتا تھا داغ
 ہاتھ سے رکھ دی کب بڑے کان
 مفت کا کس کو بڑا ہے بدستہ
 سوز دل کا کیا کرے یاران شک
 تائے کے ساتھ آگیا پیغام مرگ

کاشکے ہوتا نفس کا دکھٹلا
 یار کا دروازہ پاوین گر کھٹلا
 دوست کا ہر راز دشمن پر کھٹلا
 زخم لیکن داغ سے بہتر کھٹلا
 کب کر سے غزے کی خیر کھٹلا
 رہ روی میں پردہ رہ پر کھٹلا
 آگ بھڑکی مینہ اگر دم بھر کھٹلا
 وہ گیا خطا میری چھانی پھر کھٹلا

دیکھو غالب سے گرا بھبا کوئی
 ہے ولی پوشیدہ اور کافر کھٹلا

پھر ہوا مصلحت طرازی کا خیال
 خفاے نے پانی طبیعت سے رو
 موج سے مدوح کے دیکھے شکوہ
 ہر کانپا چسپخ چکر کھا گیا
 بادشہ کا نام لیتا ہو خطیب
 سکہ شہ کا ہوا ہو روشناس
 شاہ کے آگے دھولے آئینہ
 ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے
 ہو سکے کیا ماح بان کن نام ہے

پھر مہ و خورشید کا دفتر کھٹلا
 بادبان کے اٹکتے ہی نگر کھٹلا
 یان عرض سے رہتہ جو ہر کھٹلا
 بادشہ کا راہیت شکر کھٹلا
 اب علوی پایہ منبر کھٹلا
 اب عیار آبرے زر کھٹلا
 اب آل سعی اسکندر کھٹلا
 اب فریب لفظ مل سنہ کھٹلا
 دفتر ماح جہان داور کھٹلا

<p>نکر اچھی پرستائش نامت نام چاغا ہونے خط لوح ازل تم کرو صاف حقانی جب تک عجز اعجاز ستائش گر کمال</p>	<p>تم یہ اسے طاقان نام اور کمال ہے طلسم روز و شب در کمال</p>
---	---

اسلہ خسرو انجم سے مراد آفتاب ہے مطلب یہ ہے کہ آفتاب کے نور میں سوائے چھپ گئے گو یا خسرو
 انجم نے گنجینہ گوہر کو صرف کر دالا ۱۲

اسلہ قلم کو لنگر سے تشبیہ دی اور طبیعت کو یاد دہان سے یعنی جو تہ قلم دان میں طبیعت کی کھل گئی ہو
 اسلہ صبح عرض ہے اور صبح جو ہر بیان صبح سے صبح کے شکوہ کا حال معلوم ہو کہ گویا عرض ہو کہ صبح کا
 صفہ یعنی آبِ آئینہ سے سکندر کی بھی عرض تھی کہ صبح کی آئینہ داری کی عزت حاصل کرے ۱۳

در صفت انیس

<p>ہاں دل در دمند زمرہ ساز خابے کا صفے پر دمان ہوتا چھڑے کیا پوچھتا ہو کیا کھیٹے بائے آموں کا کچھ بیان ہو جائے آم کا کون مرد میدان ہے ناک کے جی میں کیوں ہو ارمان آم کے آگے پیش جائے خاک نہ چلا جب کسی طرح مفت در یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے چھڑے پوچھو تھیں خبر کیا ہے نہ گل آسمین نہ شاخ و برگ نہ بار اور دوڑا نیسے قیاس کہان جان میں ہونی گر یہ شیرینی</p>	<p>کیوں کھولے درخزنیہ راز شاخ گل کا ہے گل فشان ہونا نکتہ پائے خرد فسران کھیٹے خابہ محل طب فشان ہو جائے نمر و شلخ گوے و چوگان ہے آئے یہ گوے اور یہ میدان بھوڑتا ہو جی بھپھولے تاک یادہ تاب بن گیا انگور شرم سے پانی پانی ہونا ہے آم کے آگے نیشکر کیا ہے جب خزان آئے تب ہو سکی بہا جان شیرین میں یہ ٹھاس کہان کوہ کن باد جو دنگلیتی</p>
--	---

جان نے میں اس کو کتنا جان
 نظر آتا ہے یوں مجھے یہ مشر
 آتش گل پہ قدر کا ہے قوام
 پایہ ہو گا کہ فرطِ رافت سے
 انگلیں کے حکم رب اناس
 یا اگر شہر نے شلخ نیا
 تب ہوا ہے مرفشان یہ نخل
 تھا بیخ و راک خسرو پاس
 آم کو دیکھتا اگر اک بار
 رفیق کار سچہ برگ و نوا
 رہا و راہ خلد کا تو مشہ
 صاحب شایخ و برگ بار ہو آم
 خاص ہے آم جوئے ارزان ہو
 وہ کہ ہے والی لایت عہد
 فرخین عرشان جاہ و جلال
 کار فرست دین دولت بخت
 سایہ اس کا بھاسا سایہ ہے
 اسے من و جود و سایہ نور
 اس خداوند بندہ پرور کو

پر وہ یوں پہل نے سکتا جان
 کہ دواخانہ ازل میں مگر
 شیرے کے تار کا ہو ریشہ نام
 باغبانوں نے باغِ جنت سے
 بھر کے بکھے ہیں ہر مہر گل اس
 مد توں تک نے یا ہو آب حیات
 ہم کہاں رزہ اور کہاں یہ نخل
 رنگ کا زرد پر کہاں بو پیاں
 پھینکے تیا طلائے دست ہشتا
 نازش و دمان آب و ہوا
 طوبی و مسدہ کا جگر گوشہ
 ناز پروردہ ہمارے آم
 نور نخل باغ سلطان ہو
 عدل سے اسکے ہو حمایت عہد
 زینت طینت جمال کمال
 چہرہ آرائے تلخ و مست و خفت
 خلق پر وہ خدا کا سایہ ہے
 جب تک ہے نمود سایہ نور
 وارش گنج و تخت و فر کو

شاد و دل شاد و شادمان و طیب
 اور غالب ہے مسرمان و طیب

قطعات

اے عہان اگر کم شوئے بے شہم و عدیل

بے شہم و فلک خربے مثل و نظیر

۱۰	پاؤن سے تیرے ملے فرق ادا دے گنگ	۱۰	فرق سے تیرے کرے کسب سعادت اکیل
۱۱	تیرا انداز سخن شانہ زلف السام	۱۱	تیری رفتار سلم جنبش بال خبر مل
۱۲	تجھ سے عالم پہ کھلا رابطہ قرب کلیم	۱۲	تجھ سے دنیا میں بچھا مالہ بذل خلیل
۱۳	یہ سخن اوج دو مرتبہ معنی لفظ	۱۳	بکرم داغ نہ نامیدہ قتل زم و نل
۱۴	تا نئے وقت میں ہو عیش و طرب کی فزیر	۱۴	تا نئے عسدر میں ہو نوح و الم کی قلیل
۱۵	ماہ نے چھوڑ دیا فور سے جانا باہر	۱۵	زہر ہلے ترک کیا حوت سے کرنا تحویل
۱۶	تیری دانش مری اصلاح مفسد کی ہرین	۱۶	تیری بخشش مری انجھ مقاصد کی کفیل
۱۷	تیرا اقبال ترحم مرے جینے کی لوید	۱۷	تیرا انداز گفتا فل مرے مرنے کی دلیل
۱۸	بخت ناساز نے چاہا کہ نہ دے جھکے امان	۱۸	چرخ کج باز نے چاہا کہ کرے جھکو ذلیل
۱۹	تجھے ڈالی ہے سرشتہ اوقات میں گناہ	۱۹	پہلے ٹھوکی ہے بن خن تبریر میں کیل
۲۰	تیش دل نہیں بے رابطہ حوت عظیم	۲۰	کشش دم نہیں بے ضابطہ جر قلیل
۲۱	در معنی سے مراد صفحہ لغت کی داڑھی	۲۱	غم گیتی سے مراد سینہ آمر کی زبیل
۲۲	فکر میری گہرا انداز اشارات کشیر	۲۲	کلاک میری قسم آموز عبارات قلیل
۲۳	میرے ایہام پہ ہوتی ہو تصدیق و توشیح	۲۳	میرے اجمال سے کرتی ہو تراوش و تفصیل
۲۴	نیک ہوتی مری حالت تو دہ دیتا تکلیف	۲۴	جمع ہوتی مری خاطر تو نہ کرتا تعجیل

قبلہ کون و مکان خستہ نوازی میں یہ دیر
 کعبہ اسن امان عقدہ کشائی میں یہ بیل

۱۰۔ سخت تیرے قدوں سے اپنا سر ادا دے لیتا ہو اور تاج تیرے سر سے کسب سعادت کرتا ہے ۱۲
 ۱۱۔ تیرا انداز سخن اہام کی زلف کا شانہ ہو یعنی وہ الہامی و قایق کو سلجھا دیتا ہو۔
 ۱۲۔ تجھ کو قرب کلیم بذل خلیل دونوں حاصل ہیں۔
 ۱۳۔ تیرے کلام سے معنی لفظ کا مرتبہ بلند ہو تا ہے اور تیرے کرم سے قلم زم و نل شرمندہ ہے ۱۴
 ۱۵۔ ماہ کا بیج نور میں اور زہر کا بیج حوت میں ہونا مبارک ہونا ہو پس غالب کہتا ہو کہ اس غرض سے
 کہ تیرے عسدر میں ہمیشہ عیش و عشرت قائم ہے ماہ و زہر نے نور و حوت میں مستقل طور پر قیام کر لیا ہو۔ ۱۶

۱۲۔ یعنی جب ناضج تیر کو کسل ٹھہر کر بیکار کر دیا تب سے سرشت اور قاعین ڈالی کہ کسی طرح کھل ہی سکے
 ۱۳۔ یعنی تیش دل میسے لیے موجب خوف عظیم ہو اور سانس لینا جزئیل سے کم ہنیں ۱۲۔
 ۱۴۔ مشہور ہو کہ قفا کی داڑھی کے ہر ہر بال میں جاتی برہنے گئے تھے اور عرو عیار کی زمیل کی نسبت قوسب
 جانتے ہیں کہ جو کچھ اس میں پڑتا تھا غائب ہو جاتا تھا اور کبھی پڑے ہوتی تھی ۱۲۔
 غالب کے عرو کے بجائے "امر" شاید عجیب نا ادب لکھا ہو یعنی اس خیال سے کہ عرو عیار جو ایک نضی نام ہو
 اسمین اور حضرت عمر ابن ابیہ صحابی کے نام میں خلط خلط ہو جائے۔
 ۱۵۔ یعنی گو میری عبارت قلیل ہو لیکن اسمین معانی اور اشارات کثیر ہیں۔

<p>۱۶۔ کیا کرتے تھے تم تقریر ہم خاموش کہتے تھے قسم لو ہم سے گریہ بھی کہیں کیوں تم کہتے تھے</p>	<p>گئے وہ دن کہ نادانستہ غریب کی وفاداری بن اب بگڑے یہ کیا شرمندگی جانے دول حال</p>
<p>۱۷۔ تقریر کہ دن "فادری" محاورے کا ترجمہ کیا ہو غریب کی فاداری تقریر کیا کرتے تھے "یعنی بیان کرتے تھے۔</p>	
<p>اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہاے ہاے وہ نازنین بتان خود را کہ ہاے ہاے طاقت با وہ اُن کا اشارا کہ ہاے ہاے وہ بادہ ہاے ناب گوارا کہ ہاے ہاے زیب تیا ہے اسے جگر را چھا کہیے ناطقہ سر پر گریبان کہ اُسے کیا کہیے حسرت باز می شکر فان خود آرا کہیے داغ طرف جگر عاشق شیدا لکھیے سر پستان پری زادے مانا کہیے خال مشکین رخ دل کش لیلا کہیے ناف آہوے بیابان ختن کا کہیے رنگ میں سبزہ فوخر مسحا کہیے میکدے میں اسے خشت جم صہبا کہیے</p>	<p>کلکتے کا جو ذکر گنبا تو نے ہم نشین وہ سبز دار ہاے طسرا کہ ہے غضب صبر زما وہ اُن کی نگاہیں کہ جھٹکے وہ بیوہ ہاے تازہ و شیرین کہ داہ داہ ہے جو صاحب کہن دست پہ چکنی ملی خامرا انگشت بہ دندان کہ اُسے کیا لکھیے ہر مکتوب عنبریزان گرامی لکھیے مسی آلود سر انگشت حنیان لکھیے خاتم دست سلیمان کے مشابہ لکھیے اختر سوختہ قیس سے نسبت دیجئے حجر الاسود دیوار حرم کیجئے فرض وضع میں اس کو اگر سمجھے فان تریاق صومعے میں اسے ٹھہرائیے گر مہراز</p>

کیون اسے قفل در گنج محبت لکھے
کیون اُسے گوہر نایاب تصور کیجئے
کیون اسے تکسیرِ اہن لپیلا لکھیے
بندہ پرور کے کھنڈِ دست کو دل کیجئے فرض

کیون اسے نقطہ پرکارِ تمنا لکھیے
کیون اُسے مردِ کسودیدہ عذوق کیے
کیون اُسے نقشِ پے نازِ سلا لکھیے
اور اس مکنی سپاری کو سودیرا لکھیے

قطع

نہ پوچھ اس کی حقیقت حضورِ دالانے
نہ کھاسے گیہون مکتے نہ خلد سے باہر
منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی
سو پشت سے ہے پیشہ آبا سبگری
آزادہ رو ہون اور مر اس ملک ہے صلحِ کل
کیا کہ ہے یہ شرف کہ طغیہ کا غلام ہون
استادِ شہ سے ہو مجھے پر خاش کا خیال
جامِ حیان نام ہے شہنشاہ کا ضمیر
مین کون اور رنجیتہ ان اس سے مدعا
سہرا لکھا گیا زریہ امتثالِ امر
مقطع مین آپڑی ہے سخنِ گزرا نہ بات
رہے سخن کسی کی طوط ہو تو رومیہ سیاہ
قیمت بڑی سہی پہ طبیعت بڑی نہیں

مجھے جو بھیجی ہے مین کی دوشی لدولی
جو کھاتے حضرت آدم یہ بیتی روٹی
اپنا بیان حسنِ طبیعت نہیں مجھے
کچھ شاعری فریسا عزت نہیں مجھے
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے
مانا کہ چاہ و منصبِ ثروت نہیں مجھے
یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے
سو گند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے
جز انبساطِ خاطر حضرت نہیں مجھے
دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہیں مجھے
مقصود اس سے قطعِ محبت نہیں مجھے
سودا نہیں جنون نہیں رشتہ نہیں مجھے
ہے شکر کی جگہ کہ شگایت نہیں مجھے

لہ

صادق ہون اپنے قول میں غالب خدا کواد
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

لہ یہ اشارہ میرے کے اس مقطع کی جانب ہے

ہم سخنِ فہم میں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سرسبز کھدے کو فی ٹہلک سہرا
جس کو سن کر بہادر شاہ کو خیال ہوا کہ مر جائے ذوق پر چڑھ کی ہے چنانچہ یہ قطع غالب نے

بادشاہ کی رنج بیگم کی بی کی غرض لکھا تھا۔

<p>باندھ شہزادے جوان بخت کے سر پہ سہرا ہے تیسے حسن دل افروز کا زیور سہرا جھکو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لب سہرا ور نہ کیوں لائے ہین کشتی میں لگا کر سہرا تب بنا ہوگا اس انداز کا گز بھہر سہرا ہے رگبار گر بار بار سہرا رہ گیا آن کے دامن کے برا بر سہرا چاہیے پھولوں کا بھی ایک مکرر سہرا گوندھے پھولوں کا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا کیونکہ نہلائے سن رخ مدد و آخر سہرا لائے گا ناب گران باری گوھر سہرا</p>	<p>خوش ہوئے بخت کہ ہو گج تیرے سر سہرا لبا ہی اس چاند سے کھڑے پہ بھلا لگتا ہو سر پہ چڑھنا کچھ پھینا ہو پاپ طون کلا ناؤ بھر کر ہی بردے لگے ہون گے موتی سات دریا کے فراہم کیے ہون گے موتی رنج پہ دو لہا کے جو گری سے پسینا ٹپکا یہ بھی اک بے ادبی تھی کہ تبا سے بڑھ چکا جی میں اترا میں نہ موتی کہ سہین میں چیز جیکہ اپنے میں سادین خوشی کے مارے رنج روشن کی دمک گوہر غلطان کی چمک سار رشیم کا نہیں ہے یہ رگبار ہر بار</p>
---	---

ہم سخن فہم ہین غالب کے طرف دار نہیں

دیکھیں اس سرے سے کہہ دے کوئی بہتر سہرا

<p>تجربے جوتنی ارادت ہے تو کس لگے ہے رونق یزم نہ و مہر تری ذاسے ہے غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات ہے نسبت اک گوندہ مرے دل کو تیرے ہاتھ ہے یہ دما شام و سحر قاضی حاجات سے ہے گو فرشتہ حشر کی بھی مجھ کو ملاقات سے ہے</p>	<p>نصرت الملک بہادر مجھے بتلا کہ مجھے گرچہ تو وہ ہے کہ ہنگامہ اگر گرم کرے اور میں وہ ہوں کہ گرجی میں کھلی غور کوں شہنشاہی کا ہو بھلا جسکے سبب سے سرست ہا تھدین تیرے ہے تو سن دولت کی عنان تو سکند ہے مرا خضر ہے ملتا تیرا</p>
--	---

اس پہ گز رہے نہ گمان دیو دریا کا زہرا

غالب خاک نشین اہل خرابات سے ہے

متفرقات

رکھ دین چین میں بھر کے مشک لے کر
سب سے کو رو نہ تا چھڑے پھولوں کو چلے چھا
بھاتی نہیں ہے اب مجھے کوئی خوشی تو نہ
ہے جن کے آگے سیم و زر ہر ماہ نہ
لاکھوں ہی آفتاب میں اور شمار چاند

ہے چار شہزادہ آغراہ صفیر چلو
جو آئے جام بھر کے پیے اور ہو کے ست
غالب یہ کیا بیان ہر بکریج بادشاہ
ٹپتے ہیں سونے روپے کے چھپکے حضور میں
یہ بات سمجھے کہ بیچ سے خالی کیسے ہوتے

درمخ شاہ

ہے غیب سے ہر دم تجھے صد گونہ بشارت
تو داکرے اس عقدے کو سو بھی بشارت
اگر لب کو نہ دے چشمہ جہان سے طہارت
ہے خضر سلیمان جو کرے تیری دزارت
ہے داغ غلامی ترا تو قیغ امارت
تو آگ سے گردن کرے تاب شرارت
باقی نہ رہے آتش سوزان میں حرارت
ہے گرچہ مجھے سحر طرازی میں جہارت
قاصر ہے شکایت سے تری بری عبادت
نظاں کی صنعت حق اہل بصارت

اے شاہ جاگیر جہان بخش جہان دار
جو عقدہ دشوار کہ کوشش سے نہ داہو
نہن ہے کہ خضر سکندر سے ترا ذکر
آصت کو سلیمان کی دزارت سے شرف
ہے نقش مریدی ترا فرمان اکہی
تو آب سے گریب کرے طاقت سلان
طو صبر بڑھے نہ ملے موجہ دریا میں روانی
ہے گرچہ مجھے نکتہ سرائی میں تو غل
کید کر نہ کردن مع کو میں ختم و سپار
نور و نہر ہے آج اور نہ دن ہو کہ ہوئے ہیں

مجھ کو مشہور ہے ہر جان تاب مبارک
قائیم اور سے عقبہ خالی کی زیارت

۱۲ یعنی یہ ممکن نہیں ہے کہ خضر بفر چشمہ جہان سے لب کو پاک کیے ہو سکندر سے تیرا ذکر ہے ۱۲
۱۳ گئے ہیں تیرے ساتھ ادا دت رکھنا اگر ادا ہو سکے گا لاٹھے اور تری غلامی امارت سے بڑھ کر ہے ۱۳

قطر

افطار صوم کی کچھ اگر دشت گاہ ہو
جس میں بس دزدہ کھوئے کھانیکو کچھ نہ ہو

اس شخص کو ضرور ہر روز کھا کرے
روزہ اگر نہ کھائے تو زچا کیا کرے

گزارش مصنف بحضور شاہ

اے شہنشاہ آسمان اور نگ
تھامین اک بے تولے گوشہ نشین
تم نے مجھ کو جو آبر و بخشی
کہ ہوا مجھ سا ذرہ ناچیز
اگرچہ از رستے ننگ بے ہیزی
گر اگر اپنے کو میں کہوں حسا کی
شاد ہوں لیکن اپنے ہی میں ہوں
خانہ زاد اور مرید اور ملاح
بائے نوکر بھی ہو گیا صد شکر
نہ کہوں آپ سے تو کس کئے ہوں
پیرو مرشد اگرچہ مجھ کو نہیں
چھ تو جاڑے میں چاہیے آخر
کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش
کچھ خریدنا نہیں ہے اب کی سال
رات کو آگ اور دن کو دھوپ
آگ تاپے کہاں تلکسا انسان
دھوپ کی تابش آگ کی گرمی
میری تنہا جو مقرر ہے

اے حبا مذا را آفتاب آثار
تھامین اک درد مند سیتہ فکار
ہوئی وہ سیری گرمی بازار
دشنا س تو ابٹ س یا
ہوں خود اپنی نظر میں اتنا خواہ
جاننا ہوں کہ آئے خاک کو عار
بادشہ کا سلام کا رگزار
تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ بنگار
تسببین جو گئیں شخص چار
در عاے ضروری الاطسار
ذوق آدا ایش سر و دستار
تا نہ بے یاد ز سریر آزار
جسم رکھتا ہوں ہے اگرچہ نزار
کچھ بٹا یا نہیں ہے اب کی بار
یہاں میں جا لین ایسے دل نہار
دھوپ کھائے کہاں تلکسا انسان
وقت ساز بنا عذاب النار
اُس کے شہدے کیا ہے عجب بخوار

<p>رسم ہے مردے کی چھ ماہی ایک مجھ کو دیکھو تو ہوں بقید حیات بسکہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض میری تنخواہ میں آسانی کا آج مجھ سے انہیں زمانے میں رزم کی داستان اگر مٹنے بزم کا التزام گر کیجئے ظلم ہے گرنہ دو سخن کی داد آپ لکھا بندہ اور پھر دن ننگا میری تنخواہ کچھ ماہ بسا ختم کرتا ہوں اب دعا یہ کلام</p>	<p>حسرت کا ہے اسی چلن پیار اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار اور رہتی ہو سود کی تکرار ہو گیا ہے شریک سا ہو کار شاعر فخر گوئے خوش گفتار ہے زبان میری تیغ جو ہر دار ہے تسلیم میری ابر کو ہر بار قر ہے گر کر وہ مجھ کو پیار آپ کا نوکر اور کھاؤں اودھا تا نہ ہو مجھ کو زندگی دشوار شاعری سے نہیں مجھے سروکار</p>
--	---

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر روز کے ہوں ان بچا پس ہزار

قطعات

<p>جہان میں جو کوئی فتح و ظفر کا طالب ہے کہ جو شریک ہو میرا شریک غالب ہے</p>	<p>تعلیم ہوں لازم ہے میرا نام شے ہو ادب عنایت پیشہ بھی کسی پہ لکھے</p>
<p>مجھ پہ کیا گزریے گی اتنے روز حاضر نہ جسے تین سہل تین تیرہ میں یہ سب کے دن ہے</p>	<p>سہل تھا سہل شے یہ سہل نکل آجری تین دن سہل سے پہلے تین دن سہل کے بعد</p>
<p>کر کے دیکھتے سے سب کا ہوا ہے جی محفوظ نہ کیوں ہو مادہ سال عیسوی محفوظ ۱۸۵۳ء</p>	<p>حجرتہ انجن طو ہے میرا جعفر ہوئی ہے ایسی ہی فرخندہ سال میں غالب</p>
<p>ہو بزم طرب میں رقص ناہید تو بولا اشعار جتن حشید</p>	<p>ہوئی جب میرا جعفر کی مشادی کہا قابل ہے تا بیخ کی کیا ہے</p>

<p>گو ایک بادشاہ کے سبب زرا دہین کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں کرتے ہو ہی سلا</p>	<p>۱۷۱ در بار دار لوگ بہم آشنا نہیں اس سے ہی ہر مرد کہم آشنا نہیں</p>
<p>۱۷۲ یہ دربار شاہی کا ایک عہد تھا اگر بادشاہ کے سوا کسی کو سلام کرنا چاہتا تو بیسے پیشانی پر ہاتھ رکھنے کے کانوں کی جانب ہاتھ لجاتے تھے۔</p>	
<p>ریاضی</p>	
<p>۱۷۳ بعد از اتمام ہرم عید اطفال آپو بچے ہیں ہما سواد استلیم عدم</p>	<p>ایام جوانی ہے ساغر کش حال لے غم شدہ کہ قدم مستقبال</p>
<p>۱۷۴ شب لعل در معوق نشان کلغم تھا ردیامین ہزارا نکھ سے صبح نکھ</p>	<p>۱۷۵ نیا سرخ کردن کہ طرف تر عالم تھا ہر قطرہ اشک دیدہ پر غم تھا</p>
<p>۱۷۶ لعل در فے یاس کی یاد میں جو آنسو تھے اُس میں لعل در فے کی سیاہی اور سپیدی کے اثر سے آنکھ کی سی کیفیت پیدا ہو گئی اس میں گویا ہزارا نکھ سے رویا۔ ۱۷۶</p>	
<p>۱۷۷ آتش بازی ہے جیسے شغل اطفال تھا اور جد عشق بھی قیامت کوئی</p>	<p>۱۷۸ ہے سوز جگر کا بھلی سلی طرح حال لڑکوں کے لیے گویا ہو کیا کھیل نکال</p>
<p>۱۷۹ ہے جو پیش لہ اطفال صبیح کے لیے چھ لکھن کلا ہو عشاق کے جو جگر کا آتش بازی کی طور پر شاد دیکھتے ہیں ۱۷۹</p>	
<p>۱۸۰ دل تھا کہ جو جان درد متیدر سی ہم اور فسر دن اسے تجلی فوس</p>	<p>۱۸۱ بے تابی رشک و حسرت دیدر سی انکار اور و انہیں تو مجتہد دیدر سی</p>
<p>۱۸۲ دل و متیدر جان کی صفت یعنی کسی جان کی ہمت و ہوس ہو ۱۸۲ مطلب ہے کہ جب تک کہ پاس دل تھا اس وقت ہم نے کج و اہم رشک و حسرت سبھی کچھ برداشت کیا لیکن اب تو ہم میں رافتر دی پس ایسی حالت میں تجلی یا راگر جگر ممکن نہیں ہو تو تجدید پر ہی ہر حال کسی طرح سے اس سوز و ساز اور رشک و حسرت کی لذت چھوڑنا چاہیے۔ ۱۸۲</p>	
<p>۱۸۳ ہے خلق حسد قماش لڑنے کے لیے یعنی ہر بار صورت کا غمہ یا داغ</p>	<p>۱۸۴ دشت کدہ تلاش اڑنے کے لیے لپٹتے ہیں یہ بد معاش لڑنے کے لیے اس سے گلہ مند ہو گیا ہے گویا غائب منہ بند ہو گیا ہے گویا</p>

دل دھڑک کر بند ہو گیا ہے غالب	دلکھ جی ٹھکرا پسند ہو گیا ہے غالب
سونا سو گند ہو گیا ہے غالب	واحد کہ شب کو نیند آتی ہے نہیں
شمن شمن کے اُسے سخنوران کا دل	شکل ہے زبیں کلام میرا دل
گریم شکل دگر نہ گویم شکل	آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمایش
ہر لطف عنایات شہنشاہ پیدال	بیکہمی ہے جو ٹھک کو شاہ جم جاچہ وال
ہر دولت دین دینش داد کی دال	یہ شاہ سپہ نوال بے بوخت حیدال
آئنا رجمالی دجالی باہم	ہیں شہین صفات واکجالی باہم
ہے اب کی شب بیدار دودا ہی باہم	ہوں شاد نہ کیوں سا فلاح عالی باہم
تا شاہ شیوع دانش دوا کر کے	حق شکی بقا سے خلق کو شاد کر کے
ہے صفرا کا فرمایش اعداد کر کے	یہی جو گئی ہے رشتہ عزیز گانٹھ
اٹنے ہی برس شمار ہوں بلکہ سوا	اس کہتے ہیں لاکھ تار ہوں بلکہ سوا
ایسی گزین ہزار ہوں بلکہ سوا	ہر سیکڑے کو ایک گزہ فرض کر کے
عشاق کی پریش سوا سے عیار نہیں	کہتے ہیں کہ اب ہر مردم آزاد نہیں
اکیڑ کر مانوں گا اُس میں تیار نہیں	جو اٹھ کر ظلم سے اٹھایا ہو گا

۱۱۔ ہاتھ اٹھانا ایک کو معمولی معنون میں مستعمل ہو مثلاً مارنے کے لیے ہاتھ اٹھانا اور ایک ترک کرنے کے معنون
 ۱۲۔ ہاتھ اٹھانا سیاہی ان معنوں پر عموماً کہنے سے معنوی کا لطف دریافت ہو سکتا ہے ۱۲

ہم اگرچہ بن سلام کرنے والے	کہتے ہیں کہین خدا سے امداد
کہتے ہیں کہین خدا سے امداد	سرا ہاں خورد خواب کہاں سے لاؤں
سرا ہاں خورد خواب کہاں سے لاؤں	روزہ مرا یان ہو غالب لیکے
روزہ مرا یان ہو غالب لیکے	ان بیم نہ بھون کو کوئی کیا جانے
ان بیم نہ بھون کو کوئی کیا جانے	نک کہ دیو گئے ہم دھن سے
نک کہ دیو گئے ہم دھن سے	فردوس کی تسبیح کہیں یہ دانے

۱۳۔ دینی خورد خواب کہاں سے امداد کے معنوں میں مستعمل ہے ۱۳

ضمیمہ

غزل

جان جاسے تو بلا سے پہ کہیں دل آئے
دوست جو ساتھ مے تالاب ساحل آئے
ساقی حجاج کے اکثر کئی منزل آئے
لودہ پر ہم زن ہنگامہ محفل آئے
دل کے ٹکڑے بھی کئی غزل شامل آئے
ہلکس تیرا ہی مگر قیرے مہا بل آئے

لطف نظارہ قاتل دم بھل آئے
اُن کو کیا علم کہ کشتی پہ مری کیا گزری
وہ نہیں ہم کہ چلے جائیں حرم کو لے شیخ
آئین جس بزم میں وہ لوگ پکار لٹکتے ہیں
دیدہ خوبیاں ہے مدت سے لے آج نہیں
سامنا حور و پری نے نہ کہا ہو نہ کریں

اب ہے دلی کی طرف کوچ ہمارا قافل
آج ہم حضرت نواب سے بھی مل آئے

ملے اس ضمیمہ میں وہ غزلیں اور اشعار ہیں جو راقم حروف کو مختلف مذاہب سے حاصل ہوئے ہیں اور جو
مطبوعہ دیوان غالب میں موجود نہیں۔

غزل دیگر

تم ہو بیدار سے خوش اس سے سوا اور سی
تم خداوند ہی کہ سلاؤ خدا اور سی
سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سی
ایک بیدار گریخ فضا اور سی
یکدمت جان مجھ سے پھر ہے مگر انگشت
نقش ہر ذرہ سے دیا ہے بیابان نکلا
تکین میں چون شرارت گنا پیدا ہو نام اس کا
سرداغ آرزو سے بوسہ دیتا ہے پیام اس کا
مبادا ہو غناں گیر تغافل لطف عالم اس کا
تو خفی مست سے فسانہ نمون خواب

میں ہوں مشتاق جفا مجھ پہ جفا اور سی
تم ہو بیت پھر تھیں پندار خدا کیوں
خلد میں کیسے تو دو رنج بھی ملا لیں یارب
ہم سے قاتل یہ جلانی نے غزل لکھوائی
جاتا ہوں جبرہ اٹھتی ہو سب کی اُدھر گشت
کس وقت رخا کہ ہوا ہے دل جنوں یارب
برین شرم ہے باجست خوخی اہتمام اُس کا
سی آلودہ ہو مُردنِ نوازش نامہ ظاہر ہے
بامید نگاہ خاص ہوں محل کش حسرت
شب کہ کز دق گفتگو سے تیرے دل بیتا بیت

و آج جو جم غمہاے ساز عشرت تھا اسدا	تاخن غم یان ہزار نفس مضرب کھتا
دو دکو آج اُس کے ماتم میں سیہ پٹی ہوئی	وہ دل سوزان کگل تکستع ماتم خانہ تھا
شکوہ یاران غبار دل میں پنہان کر دیا	غالب ایسے گنج کو شایان ہی دیرانہ تھا
پھر وہ سوے چین آتا ہو خدا خیر کرے	زنگ اڑتا ہو گلستان کے موادارون کا
مغز دل میں ہوئی مسطرط انتظار	چشم کشودہ مہلک ہیرون در سے آج
سیر کے تھرکا احوال کہوں کیا غالب	جس کا دیوان کم از کم گلشن کشمیر میں
مے کتنی کو نہ سمجھ بے حاصل	بادہ غالب عسری بید نہیں
ہے نزاکت بسکہ فصل گل میں معارچین	قالب گل میں ڈھلی ہو خشت دیوارچین
ظاہر ہرین میری شکل سے انوس کے نشان	خار الم سے پشت بدنان گزیرہ ہون
ہون گرمی نشاط تصویر سے سرسبز	بین عند لب گلشن نا آسزیدہ ہون
ابر و تاب ہو کہ بزم طرب آمادہ کرد	برق تہتی ہے کہ فرصت کوئی دم ہے ہم کو
ہندستان سائے گل پائے محنت تھا	جاہ و جلال عہد وصال بتان نہ پوچھ
ہر داغ تازہ یک دل داغ انتظار ہے	عوض فضا کے سینہ در دامتھان نہ پوچھ

کہتا تھا گل وہ محرم راز اپنے سے کہ آہ
در جدائی اسدا لہر حسان نہ پوچھ

ہجوم ریزش خون کے سبب نگ اڑ نہیں سکتا	خانے نیچہ صیاد مرغ رشتہ برپا ہے
غالب زلبکہ سوکھ گئے چشم میں سرخک	آنسو کی بوند کو ہر نایاب ہو گئی
بہا ہے یان تک اشکون میں غبار کلفت خاطر	کہ چشم زمیں ہر ایک پارہ دل پائے دگل ہے
کماں سبھی اگر موقوف اندازہ نسیان ہو	سکھت بر طوطا چھ سے تری تصویر بہتر ہے
حیران ہوں شوخی رنگ یا قوت دیکھ کر	یان ہے کہ صحبت خس آتش برار ہے

خاصی تشنہ کھلنے تری لہجہ الدین علی خان جہاں کی فرانس سر لائے پوندیوان اور دوسری کاغذ انتخاب
کیسے اسکا بندوکل رختا تھا۔ ماتم کے پاس ایک تصویر جو پوچھ پچھا رہا تھا میری سے نقل کیے گئے ہیں جس پر

نست باخیر

GIFT OF
JALALI KIDWAI.

داد کا طالب غالب گذارش کرتا ہے کہ یہ دیوان اردو تیسری بار چھاپا گیا ہے مخلص دودا آئین میر تقی الدین کی کار فرمائی اور خان صاحب احمد نشان محمد حسین خان کی دانائی مقتضی اس کی ہوئی کہ دس جزو کار سنا ساڑھے پانچ جزو میں منطبع ہوا۔ اگرچہ یہ الطبع میری خواہش سے نہیں لیکن ہر کاپی میری نظر سے گذرتی رہی ہے اور اغلاط کی تصحیح ہوتی رہی ہے یقین ہے کہ کسی جگہ حرف غلط نہ رہا ہو مگر ان ایک نفظ میری منطق کے خلاف نہ ایک جگہ بلکہ سو جگہ چھاپا گیا ہے کہ ان تک بر لٹا۔ ناچار مجاب یون ہی چھوڑ دیا۔ یعنی کسویکات کسور وین مضموم دودا و معروف بین نہیں کہتا کہ یہ لفظ صحیح نہیں البتہ فصیح نہیں۔ قافیہ کی رعایت سے اگر کہ جائے تو عیب نہیں ورنہ فصیح بلکہ فصیح کسی ہو داد کی جگہ یا اسے تختانی میرے دیوان میں ایک جگہ قافیہ کسوا واد ہے اور سب جگہ کسی بہ اسے تختانی ہے اس کا اظہار ضرور تھا کوئی نہ کہے کہ یہ کیا آشفہ بیانی ہے اللہ بس ماسوئے ہو س۔

۱۵۔ یہ عبارت مرزا غالب نے مشلاہ میں اپنے دیوان کے تیسری بار منشی ابو جابر کے مطبع میں طبع ہونے کے وقت لکھی تھی ہم نے جو دیوان چھاپا ہوا وہ اسی نسخے مطابق ہے (حسرت)

CALL No. { ۸۹۱۶۲۳۱ } ACC. NO. ۷۸۹.
AUTHOR غلام محمد شاہ خان
TITLE دیوان غلام محمد شاہ خان

THE BOOK MUST BE CHECKED AT THE TIME
OF ISSUE



MAULANA AZAD LIBRARY ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of **Re. 1-00** per volume per day shall be charged for text - books and **10 Paise** per volume per day for general books kept over - due.

